دیوانِ آبرو

پرکاشیکا نمبر ۵۶

جنرل ایڈیٹر

پرتاپ نند جھا

دیوانِ آبرو

مرتبہ

سرفراز جاوید

National Mission for Manuscripts

نیشنل مشن فار مینسکرپٹس، نئی دہلی

اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی

©جملہ حقوق محفوظ

ناشر:
نیشنل مشن فار مینسکرپٹس
جن پتھ ہوٹل بلڈنگ، جن پتھ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
فون: 23446321 11 91+
ویب سائٹ:www.namami.org
ای میل:director.namami@gmail.com

معاون ناشر:
اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس
1307-08، کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی
ٹیلیفون:011-23289539
موبائیل:987120888
ای میل:javedasila@gmail.com

مرتب: پروفیسر عبدالحق
سنِ اشاعت:۲۰۱۹ء
قیمت:-/Rs.400

ISBN: 978-93-80829-02-4 (Series)
978-93-80829-86-9

علم نواز اساتذہ

اور دوستوں

کے

نام

فہرست

عرض حال	۷
دیباچہ	۱۰
غزلیات اور فردیات	۹۹
مستزاد	۲۳۱
مخمسات	۲۳۱
مثمن بجوش وخروش	۲۳۷
ترجیع بند	۲۳۹
مرثیہ آبرو	۲۴۳
مثنوی درموعظہ آرائشِ معشوق	۲۵۸
کتابیات	۲۶۹
فرہنگ	۲۷۰
عکس مخطوطہ	۳۰۷

عرض حال

حیات انسانی میں علم وادب کی اہمیت مسلم ہے۔ کارگاہِ حیات میں علم کی حکمرانی رہی ہے۔ انسان اپنی حیات کی ضرورتوں کے مطابق زندگی کا سفر طے کرتا ہے۔ انسان جس شعبۂ حیات میں دلچسپی رکھتا ہے۔ خالق کائنات بھی اسی شعبۂ علم میں رہنمائی اور معاونت کرتا ہے۔ انسان جستجو اور عمل پیہم سے کائنات کے رازِ سربستہ سے واقف ہوتا جاتا ہے۔ ادبی طالب علم بھی تحقیق وتنقید کے ذریعہ اپنے موضوع سے متعلق معلومات کو منظرعام پر لاتا ہے۔ جس کے ذریعہ تحقیق وتنقید کا عمل آگے بڑھتا رہتا ہے۔ دنیا کے ہر شعبۂ علم میں کسی بھی عالم کی تحقیقی رائے کو حتمی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس میں خوب سے خوب تر کے امکانات ہمیشہ برقرار رہتے ہیں۔

پروفیسر محمد حسن نے دیوان آبرو مرتب کرتے ہوئے پٹیالہ کے نسخہ کو مقدم رکھا۔ مزید دیگر مخطوطات سے حتی المقدور استفادہ بھی کیا۔ انہوں نے شاہ نجم الدین مبارک آبرو کا بیشتر کلام جمع کر کے مطبوعہ شکل میں نذر قارئین کر دیا تھا۔ ہاں اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا مناسب ہے۔ کہ کسی مخطوطہ کی قرأت کی صحت کے تعلق سے کسی بھی ماہر خط شناس کا عہدہ برآ ہونا عجوبہ سے کم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مخطوطہ کی قرائت میں بہت سی خامیوں کا رہنا ممکن ہے۔ تا ہم کسی مخطوطہ شناس کی علمی کاوش کو نظرانداز کرنا یا معاصرانہ چشمک کے باعث ہدف ملامت بنانا۔ علمی وتحقیقی دیانت کا شیوہ نہیں ہے۔ ہاں غلطیوں کی نشاندہی اور تصحیح مستحسن عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کسی موضوع سے متعلق ماقبل تحقیقی وتدوینی کام کو پیش نگاہ رکھنے سے دیگر محقق اور مخطوطہ شناس کے لیے راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ مخطوطہ کو پڑھنے میں کافی سہولت میسر آتی ہے۔ جس سے ماقبل کے تحقیقی وتدوینی کام میں رہ گئیں بہت سی غلطیوں کی تصحیح اور متن کی صحیح قرأت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

پروفیسر محمد حسن کے مرتب کردہ دیوانِ آبرو کے حوالہ سے بہت سی کمیوں کے باعث بھی فروگذاشت نہیں کی جاسکتی۔ ان کے مرتبہ دیوان آبرو سے استفادہ کرتے ہوئے ناچیز نے ساتویں نسخہ کو بنیاد بنا کر کام کیا ہے۔ یہ مخطوطہ مجھے پروفیسر عبدالحق کے ذاتی علمی مخزونہ سے حاصل ہوا ہے۔ ہم نے علمی کم مائیگی کے باوجود ڈاکٹر محمد حسن کے مرتبہ

دیوانِ آبرو کو مدنظر رکھتے ہوئے ،استعداد کے مطابق نسخہ کی تدوین میں کلام کی کمی بیشی،لفظوں کی تبدیلی ،مزید مخطوطہ کے متن میں قرأت کے اختلافات کوحواشی میں نقل کیا ہے۔ذاتی نسخہ میں چند غزلیں ایک دو مخمسات کے بند اور بہت سے اشعار زائد ہیں۔جنہیں حواشی میں زائد لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حسن کے مرتبہ دیوانِ آبرو میں ذاتی نسخہ سے زائد کلام کوحواشی میں اضافی لفظ سے تعبیر کیا ہے۔اس نسخہ میں ایک مثنوی ہے جس پر کوئی عنوان نہیں ہے مگر اس کا ذکر چند تذکرہ نگاروں نے ’درموعظہ آرائشِ معشوق‘ کے نام سے کیا ہے۔یہ مثنوی پٹیالہ کے نسخہ میں نہیں ہے۔پروفیسر محمد حسن نے کلکتہ کے نسخہ کی مدد سے اس مثنوی کو نقل کیا ہے۔اس میں غلطیاں زیادہ ہیں۔ذاتی نسخہ سے اس کا تقابل کرنا،اختلافات کوحواشی میں نقل کرنا کارے دارد اور وقت کا زیاں ہے۔ہاں ذاتی نسخہ میں اس مثنوی کی عمدہ تحریر میں کتابت ہوئی ہے۔تاہم صحیح قرأت کا ادعا نہیں ،غلطیوں کا قوی امکان ہے۔جس سے دستبردار نہیں ہوا جاسکتا۔چند الفاظ اب بھی گرفت میں نہ آسکے ہیں۔اسی وجہ سے مرتبہ دیوان آبرو میں ذاتی مخطوطہ کا عکس بھی پیش کیا گیا ہے جس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ صاحب نظر قارئین مشتبہ الفاظ کی صحیح شناخت کرکے درست فرمائیں اور نذر قارئین کریں۔مخطوطہ کے بہت سے الفاظ کی صحیح قرأت تو کجا پڑھنے ہی میں نہیں آئے۔عاجز سے ضرور لغزشیں ہوئی ہیں کیونکہ ناچیز نے صرف پروفیسر عبدالحق سے حاصل کردہ ذاتی نسخہ پر اکتفا کیا ہے۔ہاں اس مرتبہ دیوانِ آبرو میں کہیں کہیں پر قدیم املائی صورتوں سے انحراف کیا ہے۔ورنہ وہی صورت باقی رکھی گئی ہے۔

عرض مدعا یہ ہے کہ علمی کام کبھی پایہ تکمیل کونہیں پہنچتے اس میں نئے امکانات ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔راقم نے پروجیکٹ کی میقاتی احتیاجات کے پیش نگاہ دیوان مرتب کیا ہے۔جس میں تحقیقی اصول سے فروگذاشت کے لیے شرمندہ ہوں۔مگر اس پر کام جاری رہے گا۔ان شاءاللہ مزید ایڈیشن بہتر صورت میں آئے گا۔

راقم نے دیوان آبرو کے اس ذاتی خطی نسخہ کی ترتیب وتدوین میں بہت کچھ سیکھا ہے۔بڑی بات یہ ہے کہ میں نے اس خطی نسخہ کی قرأت کے ذریعہ خط شکستہ نستعلیق سے شدبد حاصل کرلی ہے۔امید ہے کہ یہ سلسلہ مستقبل میں جاری رہے گا لیکن یہ سب پروفیسر عبدالحق کی علم دوستی اور نئی نسل کے تربیتی جذبہ کے باعث ممکن ہوا۔کیونکہ وہ نئی نسل کے اندر علمی ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے ہمہ دم کوشاں رہتے ہیں۔ان کے قریب جو بھی طالب علم آتا ہے وہ اس سے یہ ضرور معلوم کرتے ہیں کہ آج کل کیا لکھنا پڑھنا ہو رہا ہے۔وہ طالب علم کی دلچسپی کوملحوظ رکھتے ہوئے نہ صرف بہت سے مشورے دیتے ہیں بلکہ حتی المقدور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ طالب علم کی معاونت کرکے اسے علمی شاہراہ پر گامزن کردیا جائے۔انہوں نے اس نسخہ کی ترتیب میں جو میری معاونت کی ہے۔ان کا شکر یہ الفاظ کے ذریعہ ادا نہیں کرسکتا،صرف محسوس ہی کرسکتا ہوں۔پروفیسر توقیر احمد خان صاحب نے بھی نسخہ کی

قرأت میں وقتاً فوقتاً رہنمائی کے ساتھ حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔ دیگر اساتذہ نے بھی اپنے علمی مشوروں سے نوازا، برادر صغیر شمیم احمد جو نئی نسل میں خط شکستہ نستعلیق کے ماہر ہیں ان کا شکریہ مجھ پر لازم ہے کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مکمل مخطوطہ کی میرے ساتھ بیٹھ کر قرأت میں مدد کی۔ محمد اسلام کاتب کا شکریہ بھی ضروری ہے۔ کہ ان کی کتابت صاحب کتاب کو پروف ریڈنگ کی گراں باری سے کافی حد تک محفوظ رکھتی ہے۔ ذاتی طور پر نیشنل مینسکر پٹ مشن میں افسر ڈاکٹر سنگھ مترا بسو کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس مخطوطہ کی اشاعت میں بھرپور مدد فرمائی۔ ان کے علاوہ دوستوں میں سید اطہر علی، ڈاکٹر فیاض عالم اور ڈاکٹر انعام الحق نے اخلاقی طور پر حوصلہ افزائی کی۔ آخر میں حسن تعاون کے ساتھ مہمیز اور تقاضا کرنے والی شریک حیات صبیحہ سنبل، بیٹی نوریہ سنبل اور بھتیجے عبدالرب کا ممنون ہوں۔ تینوں نے گھریلو کام کاج کی سردردی سے دور رکھا۔

○○

دیباچہ

نجم الدین شاہ مبارک آبرو شمالی ہند کے اولین اردو شعرا میں منفرد شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے کلیات یا دیوان کے سات مخطوطے دریافت ہو چکے ہیں۔ پروفیسر عبدالحق کے ذاتی علمی مخزونہ میں 'دیوان آبرو' کا مخطوطہ ہے، جس کے ترقیمہ میں یہ عبارت موجود ہے:

'تمت تمام شد نسخۂ دیوان آبرو بتاریخ بست و نہم شہر ربیع الثانی سن ۵۲۸ جلوسی مطابق ۱۱۵۸ ہجری ہر کہ مطالعہ نماید بدعاء خیر یاد آرد۔'

اس مخطوطہ میں دوسرا ترقیمہ جو مثنوی کے بعد ہے، اس کی عبارت میں یہ رقم کیا گیا ہے:

'تمت تمام شد ۱۱۶۱ ہجری سن احد احمد شاہی۔ جملہ بیت دو صد و سی و چہار'

اس نسخہ کے علاوہ پروفیسر محمد حسن نے مرتب کردہ 'دیوان آبرو' کے تعارف میں چھ مخطوطات کا ذکر کیا ہے:

'ایک خدابخش لائبریری پٹنہ میں ہے، دوسرا رامپور میں ہے، تیسرا پٹیالہ میں، چوتھا کنگز کالج کیمبرج کی لائبریری انگلستان میں موجود ہے، پانچواں فورٹ ولیم کالج کا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی لائبریری میں ہے اور چھٹا مولانا عبدالحق کے ذاتی کتب خانے کا ہے جو اب انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کی ملکیت ہے۔' [1]

ان جملہ مخطوطات تک میری رسائی نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ وقت کی پابندی کے باعث ان سب کو حاصل کرنا میری دسترس سے باہر ہے۔ ہاں میں نے پروفیسر محمد حسن کے مرتبہ دیوان آبرو سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق اختلاف نسخ کو حواشی میں نقل کیا ہے۔

مذکورہ مخطوطات کے علاوہ 'بیاض آبرو' کی بھی اطلاع ملتی ہے۔ جس کے بارے میں معروف محقق ڈاکٹر حنیف نقوی نے اپنے ذاتی علمی مخزونہ کے حوالہ سے تحقیقی نظر ڈالی ہے۔ وہ بیاض کی ظاہری حالت پر رقم طراز ہیں:

'راقم السطور کے ذاتی ذخیرۂ نوادر میں ایک قدیم بیاض محفوظ ہے، جو بہ حالت موجودہ ۱۹×۱۲ سینٹی میٹر سائز کے اٹھانوے اوراق پر مشتمل ہے۔ نظر بہ ظاہر اس کے شروع کے ایک دو ورق ضائع ہو چکے ہیں۔ بیاض کی عام حالت

---

[1] دیوان آبرو، ڈاکٹر محمد حسن، ص ۸

بھی اچھی نہیں۔ کرم خوردگی اور بوسیدگی کے زیر اثر بیشتر اوراق اپنی عمر پوری کر چکے ہیں۔ بیاض میں کسی جگہ ایسی کوئی تحریر موجود نہیں جس کی بنیاد پر اس کی ترتیب و تحریر کا صحیح زمانہ متعین کیا جا سکے۔'[۱]

ڈاکٹر حنیف نقوی تحقیق کے اصول و ضوابط کے پاسدار تھے۔ وہ بیاض کی بظاہر حالت کے باعث اس کی ترتیب کے زمانہ کی کوئی شہادت نہ پا سکے۔ تاہم داخلی اور خارجی شہادتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاس کرتے ہیں:

'تاہم کئی ایسی داخلی اور خارجی شہادتیں موجود ہیں، جن کی مدد سے اس کی قدامت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ ورق نمبر 3الف پر آبروؔ کی ایک غزل 'ریختہ ابرو ساہب حنک' کے زیر عنوان نقل ہوئی ہے۔ 'ساہب' دراصل 'صاحب' اور 'حنک' اصلاً 'جنگ' ہے۔ 'جنگ' اصطلاحاً اس 'بیاض بزرگ' کو کہتے ہیں جس میں ہر قسم کے اشعار درج ہوں۔ اس اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیاض کے اصل مرتب شاہ مبارک آبروؔ ہیں'[۲]

فاضل محقق بیاض آبروؔ کے تعلق سے مذکورہ اقبالی بیان کے بعد انسان کے علمی ضابطۂ اخلاق کی رو سے تردید کرتے ہوئے داخلی شہادتوں پر قیاس کرتے ہیں:

'چونکہ علمی ضابطۂ اخلاق کے تحت بیاض نگار کا اپنے قلم سے خود کو 'صاحب جنگ' لکھنا بعید از قیاس ہے، اس لیے ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ آبروؔ کی اصل بیاض نہیں، اس کی نقل ہے۔ اس قیاس کو اس بات سے ہی تقویت ملتی ہے کہ اس میں بہ کثرت اشعار ناموزوں ہیں اور ان ناموزوں اشعار کی نسبت براہ راست آبروؔ کی طرف نہیں کی جا سکتی۔ خود آبروؔ کی محولۂ بالا غزل کے ایک شعر میں قافیے اور اس سے پہلے لفظ میں تقدیم و تاخیر اصل متن سے انحراف میں دستِ غیر کے دخل پر دلالت کرتی ہے۔ اسے اتفاق یا سہو قلم قرار دے کر نظرانداز کیا جا سکتا تھا، لیکن غزل غالباً غلطی سے چھٹے ورق پر دوبارہ نقل ہو گئی ہے اور یہ نقص وہاں بھی موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ غلطی کی یہ تکرار خود شاعر کی لغزش قلم کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔'[۳]

اس اقتباس میں فاضل محقق کی قیاس آرائی درست، مگر مجھے کلام ہے کہ شاعر میں شیخی کا قوی مادہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو صاحب جنگ لکھ سکتا ہے۔ بیشتر شعرا کے کلام میں تعلّی کے اشعار موجود ہیں۔ جہاں تک غلطی کی تکرار کا معاملہ ہے وہ بھی سہو قلم ممکن ہے۔ انسان کا حافظہ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ جہاں تک ناموزوں اشعار کا معاملہ ہے وہ خود شاعر کے اپنے شعر نا ہوں جو دیگر شعرا کے ہوں اور وہ معاصرانہ چشمک کے باعث انہیں ہدف ملامت کے لیے اپنی بیاض میں نقل کرتا ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ریختہ یعنی اردو زبان و بیان کے اعتبار سے تشکیلی اور عبوری دور سے گزر رہی تھی اس لیے ناموزونیت کو قابل اعتراض تسلیم کرنا صحیح نہیں ہے۔

مخطوطہ شناسی اور اس کی صحیح قرأت کارے دارد ہے۔ اس کے پڑھنے کے لیے بڑی مشق اور زبان کی

---

۱ ماہنامہ 'آج کل'، ص:۹، اپریل ۱۹۸۶، ۲ ماہنامہ 'آج کل'، ص:۹، اپریل ۱۹۸۶ ۳ ماہنامہ 'آج کل'، ص:۱۰-۹، اپریل ۱۹۸۶

لفظیات کا گہرا مطالعہ لازم ہے۔ مزید کاتب کی طرزِ تحریر کو بھی سمجھنا ازحد ضروری ہے کیونکہ بہت سے کاتب عجلت پسند اور غیر محتاط ہوتے ہیں۔ ان کا خط قاری اور متن شناس کو دردِسر ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حنیف نقوی نے اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنا پر ناقل کی غلط نویسی کے تعلق سے معقول آٹھ نکات بیان کیے ہیں۔ کسی بھی مخطوطہ شناس کے لیے چوتھا نکتہ قابل توجہ ہے:

’بعض اوقات دو یا تین لفظوں کو اس طرح ملا کر لکھتا ہے کہ اصل الفاظ کی طرف انتقال ذہن کے تمام امکانات مفقود ہو جاتے ہیں۔ مثلاً:

رختریکا (رخ ترے کا)، آہونمیں (آہ ہوں میں)، تمارکیشو (تمہارے گیسو)، قرآنوکتاب (قرآن وکتاب)، بنائہی (بنائی ہے) لکہتہا (لکھے تھا)، کاتیہی (کاٹی ہے)، کیوندری (کیوں ڈرے)، بیدل (یہ دل)، متکہو (مت کہو)، متمل (مت مل)، جونبرق (جوں برق)۔‘ [1]

ڈاکٹر حنیف نقوی نے بیاض آبرو کے حوالہ سے ۱۹ معلوم شعرأ اور چند نامعلوم شعرأ کے فارسی، اردو اور ہندی کے منتخب کلام کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے آبروؔ کو شعرأ کی فہرست میں پانچویں نمبر پر رکھا ہے۔ اور بیاض میں آبروؔ کی ۲۴ غزلیں جو ۱۳۳ اشعار پر مشتمل ہیں۔ ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر محمد حسن کے مرتب دیوان آبروؔ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک غزل کے تین اور دوسری غزل کے سات اشعار نقل کیے ہیں:

آبروؔ

یار غافل کو مرے درد سوں ہشیار کرو
بے خبر جان نہ جا، جاکے خبردار کرو

درد بوجھو دل خونخوارۂ عاشق کے اکے قدر کی اگر
سر چڑھا گل کی طرح طرۂ دستار کرو

آبرو غم کے بھنور بیچ پڑا ہے آ کر
یک نظر لطف کی لازم ہے، اسے پار کرو

☆☆☆

اسباب غم ہوئے (ہیں) سامان عیش ہم کوں
خون جگر (ہے) صہبا، بخت سیہ گھٹا ہے

ظالم تری نگہ نے ٹکڑے کیا ہے دل کو
خنجر ہے یا کٹاری، شمشیر یا پٹا ہے

خوبصورتی کے اوپر اتنی نہ کر غروری
غافل سنبھل! گرے گا اونچا نپٹ اٹا ہے

ہم راہ میں کھڑے ہیں تم دیکھتے بھی ناہیں
لہاں اپس کے دل میں کافر کفر ٹھٹھا ہے (کذا)

جوں جال میں زلف کی کرتے ہیں بےقراری (کذا)
یوں زلف سوں تمہاری دل آج چھٹپٹا ہے

---

[1] ماہنامہ ’آج کل‘، ص: ۱۳-۱۲، اپریل ۱۹۸۶

اے بوالہوس سکار آخر خراب ہوگا (کذا) کچھ عاشقی نہیں ہے یہ کام اٹپٹا ہے
عاشق کو آبرو ہے گالی و مار کھانا نامرد وہ کہاوے جو عشق سیں ہٹا ہے[۱]

ڈاکٹر حنیف نقوی نے دو غزلوں کے بالا اشعار متن میں اختلاف اور زائد ہونے کی بنا پر نقل کیے ہیں۔ یہ اختلاف درست ہے۔ ہمارے ذاتی نسخہ میں 'و' ردیف کی غزل نمبر پانچ اور 'ہے' ردیف کی غزل نمبر ۶ کے متن کے اختلافات کو حواشی میں نقل کیا گیا ہے۔ بیاض آبرو کے تعلق سے ڈاکٹر حنیف نقوی نے جو سات اشعار کی بالا غزل نقل کی ہے اس کے پانچ اشعار ہمارے ذاتی نسخہ میں بھی نہیں ہیں۔ ہاں دو شعر بھی 'ے' ردیف کی غزل نمبر ۶ میں الفاظ کی تبدیلی اور تقدیم و تاخیر کے ساتھ مفہوم ادا کر رہے ہیں۔

پروفیسر عبدالحق کے علم و ادب کے ذاتی مخزونہ میں بہت سی نایاب چیزیں محفوظ ہیں وہ ان پر برابر کام کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ ناچیز کو بھی اپنے ذاتی مخزونہ سے دیوانِ آبرو کا قلمی نسخہ عنایت کیا۔ مزید اس پر میری رہنمائی بھی فرمائی۔ انہوں نے اس نسخہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

> 'راقم نے ۱۹۷۷ میں شاہ حاتم کے دیوان قدیم کا ایک انتخاب شائع کیا تھا، جس میں دیوانِ آبرو کے ایک ساتویں خطی نسخے کا تعارف بھی کرایا تھا جو نسخۂ پٹیالہ کے نو سال بعد یعنی ۱۱۵۸ ہجری میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ نسخۂ پٹیالہ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اچھی کتابت کے علاوہ یہ غلطیوں سے پاک ہے اور زیادہ بھی ہے۔ خط شکستہ آمیز ہے مگر بہت پختہ اور بڑے اہتمام سے کتابت کی گئی ہے۔ حاشیہ اور حوض کا خیال رکھا گیا ہے۔ کاغذ دبیز اور ہلکا بادامی ہے۔ غالباً موسمی اثرات نے بھی کاغذ پر اپنا اثر ڈالا ہے۔ تین سو سال قدیم تحریر کو پڑھنے میں آنکھوں سے خون ٹپکانے پڑے ہیں پھر بھی صحت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ کتابت تین کالم میں ہے ہر صفحے پر تقریباً ۱۵۴ اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ پورا دیوان ۱۹×۲۱ سینٹی میٹر سائز میں لکھا گیا ہے۔ متن سیاہ روشنائی میں ہے۔ کہیں کہیں سرخ روشنائی سے عنوانات جیسے مخمس، مستزاد، مثنوی وغیرہ لکھے گئے ہیں۔'[۲]

حیات آبرو

نجم الدین یعنی شاہ مبارک آبرو گوالیار میں پیدا ہوئے۔ ان کی سنہ پیدائش کے تعلق سے قطعیت نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ صوفی محمد غوث گوالیاری کے اقربا میں سے تھے۔ ان کے تعلق سے پروفیسر محمد حسن رقم طراز ہیں:

> 'ان کا نام نجم الدین تھا عرف شاہ مبارک آبرو تخلص تھا۔ مشہور صوفی بزرگ محمد غوث گوالیاری کے پوتے تھے۔ نامور فارسی داں اور عالم خان آرزو کے رشتے دار اور شاگرد تھے۔ گوالیار میں پیدا ہوئے سنہ پیدائش غالباً ۱۰۹۵ء کے لگ

---

[۱] ماہنامہ، آج کل، اپریل ۱۹۸۶، ص: ۲۶ [۲] متن شناسی، پروفیسر عبدالحق، ص: ۳۵

بھگ تھا۔' ۱

اس سلسلہ میں پروفیسر خالد محمود مونوگراف 'شاہ نجم الدین مبارک آبروؔ میں 'نکات الشعرا' کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

'میاں نجم الدین عرف شاہ مبارک آبرو کا وطن گوالیار ہے۔ حضرت محمد غوث گوالیاری کا نواسہ ہے۔ ابتدائے جوانی میں شاہجہان آباد آ گیا تھا چنانچہ مشق سخن بھی اسی مقام پر کی خاں صاحب سراج الدین علی خاں کا شاگرد ہے، دجال زمانہ کی چشم پوشی سے اس کی ایک آنکھ بیکار ہوگئی۔ ریختہ کا بے مثال شاعر ہے۔ کہتے ہیں اس کا مزاج شوخ تھا الغرض اپنے زمانے سے بے نیاز تھا۔' ۲

دراصل مذکورہ دونوں اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آبرو محمد غوث گوالیاری کے پوتے یا نواسے اور سراج الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے۔

لطیف الدین احمد یعنی ل.احمد نے اپنی کتاب 'ادبی تاثرات' میں 'شاہ مبارک آبروؔ کے عنوان سے ایک مضمون شامل کیا ہے۔ عنوان کے نیچے جولائی ۱۹۲۶ء لکھا ہوا ہے۔ غالبًا آبروؔ پر یہ سب سے پہلا مضمون ہے، جس میں انہوں نے آبرو کے خاندانی حالات، وطن اور تعلیم کے ساتھ کلام کے موضوعات ومحاسن پر مختصراً روشنی ڈالی ہے مگر مضمون میں یہ بات تحقیق طلب ہے کہ ل.احمد نے صفیر بلگرامی کی تحقیق کی رو سے آبروؔ کی جائے پیدائش اکبرآباد بتایا ہے:

'اکثر تذکرہ نویسوں نے انھیں گوالیاری لکھا ہے۔ مگر یہ مغالطہ غالبًا ان کے خاندانی تعلق کی بنا پر ہوا۔ کیوں کہ گوالیاری کا لفظ شاہ محمد غوث کے نام کا جزو بن گیا تھا۔ صفیر بلگرامی نے اکثر موقعوں پر تحقیق وجستجو سے کام لیا ہے۔ دوسروں کی طرح تذکروں سے نقل کر دینا شاید ان کا اصول تالیف نہ تھا۔ 'جلوۂ خضر' میں انھوں نے شاہ مبارک اکبرآبادی لکھا ہے۔' ۳

آبروؔ کے حالات زندگی کے تعلق سے کسی بھی تذکرہ نگار کی تحریر سے بھرپور وضاحت نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ محققین نے بھی تذکرہ نگاروں سے آبرو کے بارے میں کافی اطلاعات نہ ملنے کے باعث کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی ہے۔ ہاں ان کی سنہ وفات کے تعلق سے کئی معلومات ملتی ہیں۔ پروفیسر محمد ذاکر نے 'انتخاب کلام آبرو' میں سنہ وفات کے تعلق سے مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

'ہاتف از دیدہ آب ریختہ گفت
آبرو بود آبروئے سخن

جس سے ۱۱۵۰ ہجری برآمد ہوتے ہیں، لیکن جمیل جالبی نے مختلف شواہد کی روشنی میں آبرو کا سنہ وفات

---

۱ دیوان آبرو، پروفیسر محمد حسن، ص ۱۰، ۲ مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبروؔ: خالد محمود، ص ۱۲، ۳ ادبی تاثرات، حصہ اول، ل.احمد، ص ۴۰

۱۱۴۶ھ /۱۷۳۳ءمتعین کیاہے، جس سے قیاساً سنہ پیدائش ۱۰۹۴ھ /۱۶۸۴ء قرار دیا گیاہے۔‘ ۱؎

پروفیسر خالد محمود نے مونوگراف ’شاہ نجم الدین مبارک آبرو‘ میں ان کی پیدائش کے تعلق سے ڈاکٹر جمیل جالبی اور قاضی عبدالودود کی آرا نقل کی ہے، جن میں سنہ کا افتراق ہے۔ مزید پروف ریڈنگ کے سہو سے سنہ۱۱۹۴ھ ہوگیا ہے ہاں مگر عیسوی سن درست ہے:

اگر وفات کے وقت ان کی عمر ۵۲ سال مان لی جائے تو آبرو کا سال ولادت ۱۰۹۴ھ مطابق ۱۶۸۳ء متعین ہوتا ہے۔ مشہور محقق قاضی عبدالودود نے ۱۰۹۵ھ بمطابق ۱۶۸۴ء متعین کیا ہے۔ چنانچہ درج بالا تخمینہ تحقیقات کی روشنی میں آبرو کا سال ولادت ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۴ء اور سال وفات ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۳ء قرار پاتا ہے۔‘ ۲؎

آبرؔو کے حلیہ اور حادثاتی موت کے حوالہ سے مصحفی نے اپنے ’تذکرۂ ہندی‘ میں ذکر کیا ہے کہ چہرہ پر داڑھی، ہاتھ میں عصا اور موت گھوڑے کی دولتی کے باعث ہوئی۔ پروفیسر محمد ذاکر نے انتخاب کلام آبرو میں ان کی شخصیت کے حوالے سے یہ باتیں تحریر کی ہیں:

’آبرو باریش بزرگ تھے۔ ہاتھ میں عصا لیے رہتے۔ آنکھ میں پھُلّی کی وجہ سے وہ ایک آنکھ سے معذور تھے۔ اس پر کبھی کبھی تفریحاً معاصر مشاہیر سے نوک جھوک بھی ہوجاتی تھی، جس میں رکاکت بھی راہ پاجاتی تھی لیکن آبرو بہرحال خوش خلق اور خوش طبع آدمی تھے۔ اس کا اندازہ ان کے کلام سے بھی ہوتا ہے۔‘ ۳؎

آبرؔو کے حالات زندگی، تعلیم، شادی وغیرہ کے بارے میں تذکرے اور ادبی تاریخ خاموش ہے۔ مگر ان کے اخلاق و اطوار اور ملازمت کے تعلق سے پروفیسر محمد ذاکر لکھتے ہیں:

’آبرو شاہی ملازمت میں تھے اور اس سلسلے میں نارنول میں بھی رہے۔ پھر دہلی میں سکونت اختیار کی۔ وہ دین دار آدمی تھے۔ خاندانی بزرگی اور ان کی دین داری کی وجہ ہی سے ان کے نام کے ساتھ شاہ کا لقب لگایا گیا ہوگا۔ علاوہ شاعری کے اپنی درویش منشی کی وجہ سے وہ مشہور ہوئے اور باعزت زندگی گزاری۔ اردو شاعروں کے تذکروں میں انھیں شاعر نادرہ گوئے ریختہ (میر غنچہ گلزارِ گفتگو (میرحسن)، شمع محفل گفتگو (گُردیزی) وغیرہ کہا گیا ہے۔ گویا سب نے ان کا نام عزت سے لیا ہے۔‘ ۴؎

پروفیسر محمد ذاکر نے آبرؔو کی تدفین کے سلسلے میں جس قبرستان کا ذکر کیا ہے اس قبرستان کے حوالہ سے ’آثارالصنادید‘ میں سرسید احمد خاں نے تحریر کیا ہے۔ اس کا اقتباس پروفیسر خالد محمود نے مونوگراف میں نقل کیا ہے:

’سید حسن رسول نما سید عثمان نارنولی کی اولاد میں ہیں جہاں اب آپ کا مزار ہے وہ پہلے گلابی باغ مشہور تھا۔ یہاں

۱؎ انتخاب کلام آبرؔو: مرتب پروفیسر محمد ذاکر، ص۱۳، ۲؎ مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبرؔو: خالد محمود، ص۱۴

۳؎ انتخاب کلام آبرؔو: مرتب پروفیسر محمد ذاکر، ص۱۴، ۴؎ ایضاً ص ۱۳

آپ رہتے تھے ۱۱۰۳ھ مطابق ۱۶۹۱ء میں آپ کا انتقال ہوا اور اسی مقام پر دفن ہوئے، چنانچہ آپ کی وفات کی تاریخ باہر کے دالان پر کندہ ہے۔ تاریخ یہ ہے 'حسن رسول نمایار سول اللہ باقی شد' ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۸ء کے حاجی محمد طاہر نے اس درگاہ کے پاس ایک مسجد بنائی اور محمد سید خان کا بنایا ہوا ایک حوض یہاں موجود ہے۔ ۱۱۳۴ھ مطابق ۱۸۱۸ء کے میر محمد شفیع نے جو آپ کی اولاد میں سے ہیں نواب امیر خاں والی ٹونک سے روپیہ لے کر اس مقام پر ایک چاردیواری پختہ بطور فصیل بنائی ہے اور اس کے دروازے بہت معقول بنائے ہیں۔' [۱]

انسان کی زندگی کا معاملہ معاشرت سے وابستہ ہے۔ اسی معاشرت میں انسان اپنے دوست، دشمنوں سے نہ صرف رسم و راہ رکھتا ہے بلکہ نبرد آزما بھی رہتا ہے۔ جس سے معاشرے میں بنی نوع انسان کے مابین محبت و ہمدردی کے ساتھ رشک و چشمک سے مسابقت قائم رہتی ہے۔ معاشرہ میں شاذ و نادر ہی کوئی شخص رشک و حسد سے مستثنیٰ ہوگا۔ مشاہدہ سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اپنے عہد کی معروف شخصیت مسابقت اور معاصرانہ چشمک کے باعث معاصرین کے لیے طعن و تشنیع اور طنز و مزاح کا مواد فراہم کر دیتی ہیں۔ آبرو کے حلیہ کے حوالہ سے تذکروں سے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ 'شخصے بود یک چشم و باریش و عصا' یہی یک چشم میں پھلّی کی کجی دوست واحباب میں فقرہ کشی کا موضوع بنتی رہی۔ پروفیسر محمد حسن نے قائم کے 'مخزن نکات' میں مذکور بے نوا کے حوالہ سے منقول واقعہ کا اقتباس رقم کیا ہے:

'محمد شاہ کے ابتدائی ایامِ حکومت میں دہلی آیا اور ہر ایک سے ملاقات کی ایک دن مشاعرہ کی محفل میں گیا۔ میاں شاہ مبارک آبرو نے دیکھا، لیکن مزاج پرسی نہ کی کچھ دیر بعد جب بے نوا سے مخاطب ہوئے تو بے نوا نے کہا کہ میاں آبرو صاحب آپ مخلصوں کے احوال سے اس قدر تغافل کرتے ہیں، جیسے آپ کی آنکھ میں ہماری جگہ ہی نہیں، چونکہ آبرو یک چشم تھے اس لیے یہ لطیفہ برمحل تھا حاضرین مجلس ہنس پڑے۔' [۲]

آبرو کے بہت سے شعر زبان زد خلائق ہیں جن کے حوالہ سے بہت سے ادبی علماً بھی واقف نہیں ہیں ہاں طرفہ تو یہ ہے کہ اساتذہ انھیں طالبین و طالبات کو بطور شعری صنعت کے پڑھاتے بھی ہیں ان کا مندرجہ معروف شعر تجاہل عارفانہ کی بہترین مثال ہے:

تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ کمر ہے　　　کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

محولہ بالا شعر کے بارے میں پروفیسر محمد حسن نے قائم کے حوالہ سے لکھا ہے:

'قائم نے ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ آبرو کے اس شعر کی تعریف میں کہا کہ 'کانے نے کیا اندھا شعر کہا ہے۔' [۳]

آبرو کے عہد میں امرد پرستی کے عام معاملات رواں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے شعرا کے کلام میں

---

[۱] مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبرو: خالد محمود، ص ۱۳　[۲] دیوان آبرو، ترقی اردو بیورو، ص ۱۱　[۳] دیوان آبرو، مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن، ص ۱۱

ان چیزوں کا اظہار بہ خوبی ملتا ہے۔امرد پرستی کا مطلب نوجوان لڑکوں سے رغبت ولگاؤ رکھنا ہے۔آبرو بھی حسن پرست مزاج کے مالک تھے۔وہ کلام میں اپنے مطلوب کا برملا اظہار کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ان کی ایک مثنوی'درموعظہ آرائش معشوق' ہے۔اس میں امرد پرستی کا بھرپور اظہار ہے۔آبرو اپنے دور کے معروف بزرگ کے فرزند میر مکھن پاک باز سے عشق رکھتے تھے۔مثنوی کے چند اشعار میں مکھن کے نام کا سجع ملتا ہے:

مکھن میاں غضب ہیں فقیروں کے حال پر آتا ہے ان کو جوش جمالی کمال پر

عالم ہمہ دوغ است و محمد مکھن

دیوانِ آبرو کی اولیت

اردو زبان وادب میں شمالی ہند کی اہمیت مسلم ہے۔مگر کسی شاعر کے دیوان یا کلیات کی باضابطہ طباعت کا شرف جنوبی ہند کے بڑے شاعر قلی قطب شاہ کو حاصل ہے۔پروفیسر مسعود حسن رضوی کی تحقیق کے مطابق شمالی ہند میں'دیوان فائز' کو اولیت حاصل ہے۔پروفیسر محمد حسن اس حوالہ سے ان کا اقتباس نقل کرتے ہیں:

'حاتم ۱۱۲۸ھ سے فارسی میں شاعری کر رہے تھے مگر جب محمد شاہی عہد کے دوسرے سال یعنی ۱۱۳۲ھ میں ولی کا دیوان دہلی آیا اور ان کا کلام ہر طبقے میں مقبول ہوا تو حاتم نے ناجی،مضمون اور آبرو کے ساتھ اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔فائز اپنا کلیات جس میں اردو دیوان بھی شامل ہے ۱۱۲۷ھ میں مرتب کر چکے تھے۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فائز کا کلیات مرتب ہو چکنے کے ایک سال بعد حاتم نے فارسی میں اور پانچ سال بعد اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔اس طرح حاتم اور ان کے ساتھ اردو شاعری شروع کرنے والے تمام شاعروں پر فائز کا تقدم ثابت ہے۔' [۱]

پروفیسر محمد حسن نے بالا اقتباس کو مدنظر رکھتے ہوئے قاضی عبدالودود کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔جس سے فائز کے دیوان کی اولیت ختم ہوگئی۔مگر محمد حسن کو شمالی ہند کے دو شاعروں میں دیوان کی اولیت کا تسامح رہا جس میں وہ حق بہ جانب بھی تھے۔پروفیسر عبدالحق نے اس تسامح کا اپنی تحقیق سے ازالہ کردیا۔اور حاتم کو شمالی ہند کا پہلا صاحب دیوان شاعر ثابت کردیا ہے۔پروفیسر عبدالحق نے پروفیسر محمد حسن کے مرتب کردہ'دیوان آبرو' میں عنوان'اولیت کا مسئلہ' کو زیر بحث رکھتے ہوئے اپنے مرتب کردہ'دیوان زادہ' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

'پروفیسر محمد حسن کا مرتب کردہ دیوانِ آبرو جسے انھوں نے موجودہ تحقیقات کی روشنی میں شمالی ہند کا پہلا دیوان کہا ہے اور اس احتیاط کے ساتھ کہ جب تک حاتم کا قدیم اردو دیوان دستیاب نہ ہوجائے۔' [۲]

وہ پروفیسر محمد حسن کے مرتب کردہ'دیوان آبرو' سے اقتباس نقل کرتے ہیں:

---

۱ دیوان آبرو،محمد حسن،ص ۱۲ ۲ دیوان زادہ،پروفیسر عبدالحق،ص:۳۵

’’فائز کے بعد اولیت کے اعزاز کا حق صرف حاتم اور آبرو کو ملتا ہے۔ حاتم کا دیوان دستیاب نہیں۔ صرف نظر ثانی کے بعد مرتب کیا ہوا دیوان زادہ ملتا ہے جو یقیناً بہت بعد کا کلام ہے۔ ایسی صورت میں آبرو کا دیوان یقیناً شمالی ہند میں اردو کا پہلا مستند دیوان ہے جواب تک دریافت کیا جا سکا ہے۔‘‘ [۱]

پروفیسر عبدالحق اس تعلق سے مزید لکھتے ہیں:

’پروفیسر محمد حسن کا خیال صحیح ہے کہ اولیت کا مسئلہ صرف حاتم اور آبرو کے درمیان ہے۔ فائز اس میں شامل نہیں ہیں۔ یوں بھی ضخامت کے اعتبار سے فائز کا کلام صرف چالیس غزلوں اور چند نظموں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک مختصر دیوان کی صورت بھی نہیں رکھتا۔ جب کہ حاتم و آبرو کے کلام کی ضخامت اور جامعیت کئی گنا زیادہ ہے۔ پروفیسر محمد حسن نے اقرار کیا ہے کہ اگر حاتم کا قدیم دیوان دستیاب ہوجائے تو انھیں کو اولیت کا شرف حاصل ہوگا۔ نسخۂ دہلی کی دریافت کے بعد انھیں کے قول کے مطابق آبرو کی اولیت ختم ہوجاتی ہے۔ دیوانِ حاتم کو شمالی ہند کا پہلا اردو دیوان تسلیم کیا جانا چاہیے کیوں کہ یہ سچ ہے کہ حاتم نے ۱۱۴۲ھ میں اپنا قدیم دیوان مرتب کرلیا تھا۔ دیوانِ آبرو کے فاضل مرتب کا حسب ذیل خیال قابلِ توجہ ہے:

’البتہ حاتم کے پہلے دیوان کی ترتیب و تدوین کی تاریخ کا تعین جب تک نہ کیا جائے اس وقت تک انھیں پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دینا دشوار ہے۔ حاتم اسی دیباچے میں ۱۱۶۸ھ میں لکھتے ہیں کہ دیوان قدیم ۲۵ سال سے بلادِ ہند میں مشہور ہے۔ اس حساب سے دیوانِ حاتم غالباً ۱۱۴۳ھ میں مرتب ہوا ہوگا۔ جب کہ آبرو کا سالِ وفات ۱۱۴۶ھ ہے اور یقیناً آبرو کا دیوان اس سنہ سے قبل مرتب ہو چکا تھا۔ عین ممکن ہے کہ حاتم پر اولیت آبرو کو حاصل ہو۔ اس کا ایک ثبوت اس بات سے بھی مل سکتا ہے کہ حاتم کے دیوان زادہ میں آبرو کی طرح میں تین غزلیں ملتی ہیں جو ۱۱۳۷ھ، ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۴ھ کی تصنیف ہیں۔‘ [۲]

بالا اقتباس میں پروفیسر محمد حسن کے استدلال سے جس میں انھوں نے یہ عرض کیا ہے کہ حاتم کے دیوان میں آبرو کی طرح میں تین غزلیں ملتی ہیں۔ اس استدلال کے علی الرغم پروفیسر عبدالحق کی رائے قابل توجہ ہے:

’ولی کے اثر و نفوذ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انسانی فکر و فن کے تخلیقی اسلوب و ارتقا کا یہ کائناتی کلیہ ہے کہ ماضی کا سہارا لے کر چراغ سے چراغ روشن ہوتے رہے ہیں صرف طرحی زمینوں میں غزلوں کی موجودگی سے نتائج پر اکتفا کر لینا زیادہ موزوں طریقۂ کار نہ ہوگا۔ کم سے کم مطالعہ حاتم کے سلسلے میں یہ گمرہی کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔ حاتم کے کلام میں پیش روؤں، معاصرین، شاگردوں اور عزیزوں کی زمین میں غزلوں کی معقول تعداد دکھائی دیتی ہے۔ حاتم نے فراخی قلب و نظر کے ساتھ ان کا اعتراف کیا ہے۔ کلام کی ترتیب نو میں خاص اہتمام سے ان کے ناموں کا ذکر ملتا ہے۔‘ [۳]

بالا اقتباس میں مذکور استدلال کو مدنظر رکھتے ہوئے پروفیسر محمد حسن کا استدلال حاتم کی غزلوں کا آبرو کی زمین میں ہونا

---

[۱] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۳۶ [۲] ایضاً، ص: ۳۶ [۳] ایضاً، ص ۲۰، ۲۱

دیوان آبرو کی اولیت کو ثابت نہیں کرتا۔ ہاں محمد حسن کا یہ قیاس کہ آبرو کا دیوان ان کی وفات سے قبل مرتب ہوا ہوگا، عین ممکن ہے مگر جب تک ایسا کوئی نسخہ دریافت نہ ہو تو حاتم ہی شمالی ہند کے پہلے صاحب دیوان تسلیم کیے جائیں گے۔

آبؔرو کا زمانہ اردو زبان وادب کا تشکیلی دور تھا۔ اس عہد کے عموماً ریختی گوشعرا فارسی زبان وادب میں خاصا درک رکھتے تھے۔ کیونکہ فارسی زبان لکھنا پڑھنا بڑے اعزاز کی بات تھی۔ مگر زبان ریختہ یعنی اردو ان کی مادری وعلاقائی زبان اپنے نشو ونما کے لیے کوشاں تھی۔ اور اس عہد کے چند شعرا اپنے خیالات کا اظہار ریختی میں کر بھی رہے تھے۔ ولؔی دکنی کے کلام نے دہلی کے شعرا کو مزید مہمیز کیا۔ جس کے باعث دہلی کے شعرا نے ریختی میں شعر کہنا شروع کیے۔ حتیٰ کہ شمالی ہند جو اردو زبان کا اصل گہوارہ ہے، یہاں کے شعرا نے باضابطہ ریختی میں نہ صرف شعر کہے بلکہ انھوں نے اپنے دیوان بھی مرتب کیے۔ آبرو اور حاتم تو ہمارے محققین کی تحقیق میں موضوع بحث رہے ہیں۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی، پروفیسر محمد حسن اور پروفیسر عبدالحق نے اپنی تحقیقی رسائی کی رو سے الگ الگ شاعر کو اولیت کا سہرا عطا کرنے کی مستحسن سعی کی ہے۔ ان محققین میں عبدالحق کے مرتب کردہ حاتم کے دیوان زادہ کے مقدمہ میں یہ بات استدلال اور ثبوت کی بنیاد پر اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ہنوز شمالی ہند کا پہلا صاحب دیوان شاعر حاتؔم ہی ہے۔ حاتؔم کے حوالہ سے موصوف کے مزید خیال بھی قابل توجہ ہیں:

'شاہ حاتؔم شمالی ہند کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔ وہ کئی ادبی رجحانات اور رویوں کے مبتدی ہیں اور محافظ بھی۔ شاعری کے صحیح مزاج کی ساخت و پرورش میں انھوں نے بڑے ناز برداشت کیے ہیں۔ انھوں نے ادب کو آگہی بخشی ہے۔ ان کے کلام میں سماجی نشیب وفراز کی کہانی بھی ملتی ہے۔ افراد وعوام کی فکری وتہذیبی تاریخ کا جو شعور انھیں حاصل تھا وہ دور دور تک دوسروں کو میسر نہ آسکا۔ ان کی دل نواز شخصیت بہت سادہ، پرخلوص اور پہلودار ہے۔ فکر وعمل کی ہم آہنگی نے اسلوبِ زندگی میں بڑی دل کشی پیدا کی ہے۔' [۱]

انسان اپنی پیدائش سے موت تک کے درمیانی وقفہ میں کسی معاشرے کے ماحول میں ہی زندگی گزارتا ہے۔ اور ماحولی اثرات اس کی طبیعت پر کم زیادہ ضرور اثر انداز ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ انسان کی سرشت میں داخل ہو کر جبلت اور نفسیات کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اور بہت سی اچھائیاں برائیاں انسانی معمولات کا حصہ بن جاتی ہیں۔ آبرو کے عہد کے ماحول کا خاکہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو جلد دوم (حصہ اول) میں بیان کیا ہے:

'آبؔرو نے جس ماحول میں شعور کی آنکھ کھولی حسن پرستی، عشق بازی، بزم آرائی اور مجلسیت، خوش وقتی، امرد پرستی اور میرزائیت، زندگی سے وقتی لذت، جسمانی لطف اور نشاط حاصل کرنے کی خواہش، رندی اور کیف وسرور سے سرمست ہو جانے کی آرزو، حقیقت سے آنکھیں چرانے اور زندگی کے مسائل سے آنکھیں بچانے کا عمل، اس دور کے تہذیبی

---

۱ دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص: ۱۲

رویوں میں رچا ہوا تھا۔اس تہذیب نے حقائق سے بھاگ کر نشاط،جہل اور مجاز کے دامن میں پناہ لی تھی اور اسی نفسیات نے اس دور کے انسان کو اپنے سانچے میں ڈھالا تھا۔‘ ؎۱

جب شمالی ہند میں آبرو نے ریختہ یعنی اردو شاعری کا ترجیحی طور پر آغاز کیا۔ اس عہد میں فارسی کا اپنا عروج تھا مگر بھا کا یعنی عوامی بول چال اور روزمرہ کی زبان میں بھی شاعری کا چلن عام ہو رہا تھا بلکہ یہ عوام میں مقبولیت حاصل کر رہی تھی۔ لوگ اپنے جذبات اور خیالات دوہروں اور کبت کی شکل میں چوپالوں میں بیٹھ کر پیش کرتے تھے۔ آبرو نے اپنے عہد میں رائج فارسی کی جملہ اصناف کو برقرار رکھتے ہوئے ہندوستانی ایرانی صنمیات اسطور اور تلمیحات کو محمد شاہی مزاج کے ساتھ اپنی ریختہ شاعری میں سمو دیا۔ حتیٰ کہ اپنے عہد کی بھا کا کے ساتھ عربی، فارسی الفاظ کا بھی بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ جو عین دیسی مزاج اور ہندوستانیت کی ترجمانی ہے۔ اسی سیاق میں ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

’آبرو کی شاعری پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں فارسی اور دیسی روایتیں اس طور پر گھل مل رہی ہیں کہ اس عملی امتزاج میں بحیثیت، مجموعی دیسی مزاج ابھرتا ہے۔ اسی لیے اس شاعری کے رنگ و مزاج اور زبان و بیان میں ’ہندوستانی پن‘ نمایاں ہے اور برعظیم کے موسم اس کے دن رات، تہوار، رسوم، راگ رنگ، مزاج و مذاق کی چھاپ گہری ہے۔‘ ؎۲

یوں تو ولی دکنی کے کلام کے دلّی پہنچنے پر یہاں کے شعرأ نے نہ صرف اس کا استقبال کیا۔ بلکہ اس کے تتبع میں اپنے جذبات و خیالات کا بھرپور اظہار ریختہ ہی میں کرنے لگے۔ آبرو نے تو فارسی کو للکارتے ہوئے ریختہ کے غزلیہ کلام میں ایک نیا رنگ سخن پیدا کیا۔ جس میں محمد شاہی عہد کے عوام کی تہذیبی و ثقافتی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آبرو کی اس جرأت کی بہت سے دہلی شعرأ پیروی کرنے لگے۔ مگر یہ بات بڑی توجہ طلب ہے کہ ان کے عہد میں محمد شاہی سلطنت کی جغرافیائی بساط الٹ چکی تھی۔ مزید دہلی کی معاشرتی فضا بھی ابتری کا شکار ہوگئی تھی جس کی تصویر ڈاکٹر جمیل جالبی کے الفاظ میں کچھ اس طرح پیش کی گئی ہے:

’اس شاعری میں محمد شاہی دور کا نقشہ شامل ہے۔ محمد شاہی دور کو نہ معاشرے کی تنظیم نو کا مسئلہ پریشان کر رہا تھا اور نہ ملک و سلطنت کے جغرافیائی حدود کے کوئی معنی باقی رہ گئے تھے۔ بادشاہ ہر چیز سے بے نیاز، لال قلعہ کی چہار دیواری میں بند، رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھا اور سارا معاشرہ بھی حالت نشہ میں بادشاہ کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔ ہر طرف رقص و موسیقی اور جشن و طرب کی محفلیں جمی ہوئی تھیں جہاں ناچنے گانے والیاں اور کشمیری لڑکوں کے طائفے نشے کے لطف و نشاط کو بڑھا رہے تھے۔ دیوان آبرو اسی تہذیبی روح اور مذاق کا آئینہ ہے۔‘ ؎۳

دراصل آبرو کا دور شہنشاہیت کے زوال اور عوام کی نفسیاتی بے راہ روی کا دور تھا، یعنی ہر شخص اپنے طور پر

؎۱ تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص۲۱۲ ؎۲ ایضاً، ص۲۱۳، ؎۳ ایضاً ص۲۱۳

آزاد تھا۔ وہ مجلسی زندگی میں حظ و لطف حاصل کرتا۔ عاشق مزاجی خاص شیوہ تھا۔ آبرو نے اپنے عہد کے مجلسی ماحول کا خاکہ شعر میں کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

مجلس میں دل خوشی کو جو چاہیے سو شے تھی
میں تھا و یار تھے سب، معشوق تھا و مے تھی

آبرو اپنے عہد کے عوامی ماحول کا بھرپور تجربہ اور مشاہدہ رکھتے تھے۔ انھوں نے عوام کی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے اشعار کہے ہیں جن میں عوام اپنی یادوں کو تازہ کرتے اور حظ اٹھاتے۔ آبرو کی ابتدائی ریختہ شاعری میں بھاکا کا اثر ہے اور یہی اردو کا تشکیلی دور بھی تھا۔ جس میں شاعر نے اہل مجلس کی خواہشات کی ترجمانی کی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

ڈہکاوتے ہیں ہم کوں کمر بند باندھ باندھ
کھولیں ابھی تو جائے میاں کا بھرم نکل

ہمیں شادی نئی ہے اور خوش وقتی ہے یہ تازی
کہ اپنی زلف میرے یاد نیں پھولوں میں باسی ہے

دل پیچ کھب گیا ہے تیری کمر کا کسنا
پٹکے کے آنچلوں کا کیا اس طرح اڑسنا

آبرو اپنے اشعار کے جادو سے اہل مجلس کو ذہنی خوراک فراہم کرنے کے ساتھ محظوظ بھی کرتے ہیں۔ اور عوام کو یہ نکتہ بہم پہنچاتے ہیں کہ مفلس کے لیے عشق بازی کرنا بے سود ہے کیوں کہ اس پیشہ میں زر نقد خرچ کرنے کے لیے دولت کی فراوانی ہونی چاہیے:

مفلس تو صیدبازی کر کے نہ ہو دوانا
سودا بنے گا اس کا جن نیں کہ نقد خرچ

آبرو میں حسن پرستی کا والہانہ جذبہ تھا، کیوں کہ اسے بازاری عورت سے بھی عشق کرنے میں عار نہیں ہے وہ تو باغ میں ملنے والے معشوق سے بھی تلذذ پاتا ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

مل گیا تھا باغ میں معشوق ایک نک دار سا
رنگ و رو میں پھول کی مانند، سج میں خار سا

نمکیں گویا کباب ہیں پھیکے شراب کے
بوسا ہے تجھ لباں کا مزے دار چٹ پٹا

ہر عہد میں کوئی نہ کوئی کھیل عوام وخواص کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔اس کی بنا پر معروف کھلاڑی معاشقہ کے معاملات میں گرفتار ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے کھیل میں مہارت حاصل کر کے اپنے معشوقوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔آبرو بھی چوپڑ کے کھیل کے ذریعہ اپنے محبوب کو قریب لانے کی سعی کرتے ہیں:

چوپڑ کے کھیلنے کا سارا ہے یہ خلاصا
شاید کبھی وہ لڑکا بیٹھے ہمارے پاس آ

معاشرتی حیات میں باہم نوع انساں میں معاصرانہ چشمک فطری بات ہے۔ جب کوئی شخص اپنے اوصاف کے باعث معاصرین میں شہرت ومقبولیت سے ہم کنار ہوتا ہے۔تو اس شخص کی بہت سی باتیں پرخاش رکھنے والے معاصرین کو چبھنے لگتی ہیں۔آبرو کے اشعار میں چہرۂ نک دار کی باتیں انھیں گراں گزرتی ہیں:

سر بسر تعریف ہے اس چہرۓ نک دار کی
سب کے دل میں کیوں نہ چھپ جاں آبروتیرے نکات

ہر دور میں انسان نے طبیعت ومزاج کے مطابق حظ وتلذذ کے سامان بہم پہنچائے ہیں۔عوام نے بھی خوشی وحظ کے لیے اجتماعی طور پر مجلسیں منعقد کی ہیں۔جن میں عام دلچسپیوں کے ساتھ پندونصائح کے کلمات سے انسانی احساسات کو بھی بیدار کیا جاتا ہے۔اور انسان اپنی اصل حقیقت کی طرف رجوع کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے۔اس طرح کے اجتماعی ماحول میں واعظ یا شاعر اصل مدعے کا اظہار بھی کردیتا ہے:

انسان ہے تو کبر میں کہتا ہے کیوں اَنا　　　آدم تو ہم سنا ہے کہ وہ خاک سے بنا

زبانی ہے شجاعت ان سبھوں کی　　　امیر اس جگ کے ہیں سب شیر غالی

زنا کے وقت دل کے تھرتھرانے سیں ہوا روشن　　　کہ ایسے وقت میں یاروخدا کا عرش ہلتا ہے

آبرو کے عہد میں حسن پرستی کا بازار گرم تھا۔شاعر حضرات بھی عشق ومعاشقہ کا برملا اظہار کرنے میں تامل نہیں کرتے تھے۔کیوں کہ عشق پیشہ وارانہ روپ اختیار کیے ہوئے تھا۔عاشق بھی بہ یک وقت بہت سے لڑکوں اور بازاری عورتوں سے آنکھیں لڑانا فخر اور اعزاز سمجھتا ہے۔مزید ان کے ساتھ کھلی لطف اندوزی کے ارتکاب میں

شرمندگی تو کجا جنسی آسودگی کو بھی حق جانتا ہے۔ طرفہ تماشہ تو یہ عشق بازی مردانگی کے طرۂ امتیاز کی علامت بن جاتی ہے۔ شاعر کے لیے عاشقوں کی مسابقت میں رہنا افتخار کا باعث ہوتا ہے:

عشق کی شمشیر کے جو مرد ہوتے ہیں قتیل　　ان کو مشہد جنت اور جریان خوں ہے سلسبیل

وہیں پاؤ گے یارو آبرو کوں　　جہاں کہیں عاشقاں کا ہوئے دنگل

جہان فانی میں انسانی طرز معاشرت کے لیے غریبی وقلاشی بڑا عیب ہے۔ عام طور پر معشوقان جگت غریب عاشقوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیوں کہ کنگال عاشق معشوقوں کی فرمائشیں پوری کرنے کے مجاز نہیں ہوتے۔ تو ایسے عاشقوں کو معشوق در خور اعتنا نہیں سمجھتے۔ اسی سیاق کے تعلق سے اشعار ملاحظہ کیجیے:

جگت کے لالچی معشوق یہ مفلس سیں نہیں ملتے　　ہوئی ہے وصل سیں مانع ہمیں بے دستگاہی یہ

رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کو کب تلک بھلا　　چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لا، کبھی وہ لا

دنیا کے بہت سے ملکوں اور خطوں میں بہ یک وقت انسانی طرز معاشرت کے طور پر بہت سے رجحان اور جداگانہ تہذیبیں رواں دواں ہیں۔ ہاں یہ مشاہدہ اور اطلاع ہے کہ کوئی تہذیب یہاں قابل قبول ہے مگر دوسری جگہ اسے بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مزید یہ بھی وقت کے ساتھ بہت سے رجحان اور تہذیبیں خود بہ خود دم توڑتی اور فروغ پاتی رہی ہیں۔ آبرو کے زمانے میں امرد پرستی کا رجحان کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا اسی لیے آبرو نے بڑے واضح طور پر یہ اظہار کرنے کی جرأت کی ہے:

کسی سے پیار کی گرمی کیا چاہے تو آتش ہے
ملا چاہے تو کوئی رنگ ہو پانی ہے وہ لونڈا
مذاق شوق کوں دے ہے مٹھاس اس کی مزے داری
تمام عالم کے خوباں بیچ خوبانی ہے وہ لونڈا
ہوئی محکم بنا اس ریختے کی مدح اس کی سوں
کہ معشوقی کے کارستان میں پانی ہے وہ لونڈا

اس وقت امرد پرستی کا ماحول بڑا سازگار تھا۔ شعرا کو لونڈے اور رنڈی کے عشقی معاملات پر بے باکانہ اظہار میں تامل نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک تہذیبی رویہ کے طور پر معاشرے میں قابل قبول تھا۔ آبرو رنڈی پر لونڈے کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی باعث کسی عاشق کا رنڈی کی طرف میلان اس کو کھلتا ہے:

لب بند ہو گئے ہیں کہوں کیونکے اس کی بات　　لونڈا نہیں، مزے کا ہے یہ حبۃ البنات

جو لونڈا چھوڑ کر رنڈی کو چاہے وہ کوئی عاشق نہیں ہے، بوالہوس ہے

محمد شاہی دور میں حسن پرستی عوام وخواص کا محبوب مشغلہ بن گیا تھا اسی لیے دہلی کے گردونواح میں یہ وباعام تھی اورمحبوب ومعشوق میں آن بان کی کج کلاہی عجیب کیفیت رکھتی تھی۔مگر عاشق بھی ان کے نازوادا کے بانکپن سے نبردآزما ہونے کی طرح جانتا تھا۔جس کا حکائی منظر کلام میں جابجاملتا ہے۔جس میں حسن پرستی اور جنسی آسودگی کے معاملات بھی موجود ہیں۔اورلوگ خواب گاہوں میں خوش باشی سے راتیں گزارتے ہیں۔اس تعلق سے پروفیسرعبدالحق 'دیوان زادہ' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

'حسن پرستی دور محمد شاہی میں عام ہے۔نغمہ وموسیقی سے بھی امراوشرفا کو دلچسپی ہے۔عوام بھی لطف اندوز ہورہے ہیں۔حسن پرستی کے کئی روپ ہیں۔کہیں زنان بازاری اور کہیں نوخیز وطرحدارلڑکوں کی صورت دکھائی دیتی ہےاور کہیں عشق پردہ نشین بھی ہے۔حسن پرستی،خوش نوائی اور کج ادائی کی عام فضا شاعری میں موجود ہے۔' [۱]

آبرو کے کلام کے سرسری مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔کہ محمد شاہی دور میں امرد پرستی کے مکروہ فعل نے فروغ پایا۔کیوں کہ لونڈوں میں خاص وضع قطع کی سجاوٹ، زیب و زینت اورآرائش کے بہت سے طریقہ پنپتے ہیں۔آبرو نے بھی اسی موضوع کے متعلق 'درموعظۂ آرائش معشوق' کے عنوان سے طویل مثنوی قلم بند کی ہے۔انھوں نے امرد پرستی کے عام ذوق کی خاطرمثنوی میں یہ اظہار کیا ہے۔کہ معشوق یعنی لونڈوں کوحسن وجمال میں کشش،طرز بانکپن اورنک داری کونمایاں کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ مزید روزانہ کے معمولات میں طرز گفتار،نشست وبرخاست اورآرائش بھی خاص وضع قطع کی ہو۔مثنوی کے چنداشعاربطورترجمانی پیش کیے جاتے ہیں:

تب کہا میں نے کہ یہ میرے سب سخن وصف میں خوباں کے ہیں پھرنامہ پن

یا بیاں ہے ان کے رنگ روئی کا ذکر ہے یا خال ہے خط موتی کا

یا کہ قصہ ہے ادا و ناز کا یا فسانہ شوخی و انداز کا

طرح ہے سب ان کے ماند و بود کی طور ہے ان کے زبان و سود کی

---

[۱] دیوان زادہ،مرتبہ:عبدالحق،ص:۶۱

ہر عہد میں حیات انسانی کی طرز معاشرت میں بزم آرائیاں کم زیادہ دخیل ضرور رہی ہیں۔ یہ بزم آرائیاں بنی نوع انسان کو ذہنی حظ وتلذذ بہم پہنچاتی ہیں۔ عموماً کسی بھی چیز کا حد اعتدال سے متجاوز کرنا انسانی حیات وزیست کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اخلاقی طور پر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انحطاط آجاتا ہے۔ اور معاشرہ تنزلی کا شکار ہوجاتا ہے۔ آبرو کے عہد میں بھی اس طرح کی بے راہ روی پیدا ہوگئی تھی۔ مجلسیت کا دور دورہ تھا۔ ہاں مگر ان میں پند ونصائح کی باتیں بھی ہوتی تھیں۔ تاہم بہت سے حضرات نے اپنے فن وہنر میں کمال حاصل کیا تھا۔ موسیقی اس عہد کی مجلسی زندگی میں نمایاں مقام رکھتی تھی۔ آبرو بھی اسی ماحول میں موسیقی کی بہت سی اصطلاحات سے واقف ہو گئے تھے جن کا ذکر ان کے اشعار میں جابہ جا ملتا ہے۔ مزید انھیں اپنے عہد کے بڑے موسیقار نعمت خاں سے کافی شغف تھا۔ وہ ان کی موسیقی کاری کے قائل تھے۔ آبرو نعمت خاں کے آگرہ چلے جانے پر کس شدت کے ساتھ انھیں یاد کرتے ہیں۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

تم آگرے چلے ہو سجن کیا کریں گے ہم　　　دلّی کے بیچ ہائے اکیلے مریں گے ہم

اے مہرباں کیوں کہ کہوں دن پھریں گے ہم　　　یوں صحبتوں کوں پیار کی خالی جو کر چلے

تو نانو بین بین کے تم کو دھریں گے ہم　　　بھولو گے تم اگرچہ سدا رنگ جی ہمیں

آبرو کے عہد میں دہلی کا معاشرہ جہاں خوش باشی میں مبتلا نظر آتا ہے تو دوسری طرف مذہبی عقائد کے سرچشمہ بھی موجود ہیں جہاں پر مجلسی زندگی، عرس، قوالی اور وعظ کی محفلیں بھی طرز معاشرت کا ناگزیر حصہ دکھائی پڑتی ہیں۔ عوام خانقاہوں میں تزکیۂ نفس کے ساتھ روحانی عرفان سے بھی سیراب ہوتے ہیں مگر وہاں سے اٹھ کر نفسانی خواہش کے دباؤ کے باعث بزم نشاط میں بھی حاضری دے آئے۔ دہلی کے عوام الناس کے اسی میلان نے حقیقت ومجاز کے طرز ایہام کو جلا بخشی۔ شعرا نے الفاظ کی کاری گری کے ذریعہ معنی ومفہوم میں ذومعنویت کا طلسم پیدا کردیا۔ اسی کے زیر اثر فن کاروں نے لفظ کی معنوی دورنگی کو ذہنی ورزش کا شعار بنالیا۔ جس سے ایہام گوئی کو فروغ حاصل ہوا۔ اہل فن نے حقیقت ومجاز کی تلاش میں الفاظ کی معنویت میں دوہرے پن کو آگے بڑھایا۔ عوامی طبقہ نے بھی اپنی طرز فکر کے مطابق لفظی ایہام سے بزم نشاط کی محفلوں اور عرس میں قوالی کے ذریعہ لطف اندوزی کو جواز فراہم کرلیا۔ اس رجحان نے لفظ کے ذومعنوی ارتباط کے ذریعہ زبان وبیان کی دنیا تبدیل کردی۔ شعرا نے بڑی تہہ داری سے لفظ کے ظاہر وباطن کا افتراق پیدا کردیا۔ اس عہد کی طرز معاشرت کا یہی اہم پہلو بن گیا تھا۔ الفاظ کے پیکروں میں صناعی اور محل استعمال سے پہیلیاں ہی ایہام گوئی کا سبب بنی۔ کیوں کہ الفاظ کے معانی ومفاہیم کی تہہ داری پر غور کیا گیا۔ شاعروں نے معنوی تہدار الفاظ کو اپنے کلام میں شعوری طور پر خوب برتا۔ جس سے لفظوں

کے پیکر میں قریب و بعید کے مفاہیم کی دورخی تصویر دکھائی دینے لگی۔ حتیٰ کہ آبرو کے عہد کے شعروسخن کی دہلوی تہذیب لفظی ذو معنویت کا مرقع بن گئی تھی۔

یہاں پر یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ ایہام گوئی کی تحریک کا تعلق ولی دکنی کے کلام میں موجود ایہام سے متاثر ہونا بتایا جاتا ہے۔ مگر ان کے کلام کی کیفیت کی رو سے اتنا تحرک نہیں پیدا ہوسکتا۔ جس کو شمالی ہند کی شعری کائنات میں ایہام گوئی کی بنیاد تسلیم کیا جاسکے۔ اس حوالہ سے پروفیسر عبدالحق رقم طراز ہیں:

’ولی کے اشعار یقیناً پیرو جواں کی زبان پر جاری ہوئے کلام ولی کی پیروی کی گئی۔ یہ دراصل پوری معاشرت کا وہ لاشعوری احساس ہے جس کا ایک اظہار لفظوں کی بازی گری اور جھوٹے طلسم سے نمایاں ہوسکا۔‘ [۱]

اردو شعروسخن میں ایہام گوئی کے سرچشمہ کے تعلق سے پروفیسر عبدالحق صاحب نے ’دیوان زادہ‘ کے مقدمہ میں محمد حسین آزاد کی کتاب ’آب حیات‘ سے استفادہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

’ایہام گوئی کی ایک وجہ یا سرچشمہ ہندی دوہروں میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ایہام گوئی کے رواج میں یہ محرک بھی کارفرما ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ کا ابتدائی دور رزمیہ موضوعات پر ختم ہوا ہے۔ دوسرا دور بھگتی تحریک سے منسوب ہے۔ اس دور کی شاعری سچے اور کھرے جذبہ واحساس کی ترجمان ہے۔ زبان وبیان کا اسلوب فطری حسن وسادگی سے بھرا ہوا ہے۔ تیسرا دور ریت کال کہلاتا ہے اب زبان وبیان کی فطری سادگی اور سچائی لفظوں کی صناعی اور سجاوٹ میں تبدیل ہوکر نگاہوں کو چکا چوندھ کرنے لگی۔ اسے ادبی حسن کے اظہار کا ایک موثر وسیلہ بھی تسلیم کیا گیا۔‘ [۲]

بالا اقتباسات کی رو سے یہ قیاس قوی ہوجاتا ہے کہ ہندی شاعری میں ایہام گوئی کی روایت کارفرما تھی۔ ہمارے متقدمین ریختہ گو حضرات اس رجحان سے گریز نہ کرسکے۔ دراصل دور اول میں کھڑی بولی کے لب ولہجہ کی جو شاعری ہے۔ اسے اردو ہندی کے امتیاز سے سروکار نہ تھا۔ اردو کے اولین شعرا کا کلام اس پر دال ہے۔ ایہام گوئی کے طرز فکر سے متاثر کلام میں ایسے مستعمل الفاظ بخوبی ملتے ہیں جو مفاہیم کی رو سے متغایر ہیں مگر املا اور تلفظ میں یکسانیت کے حامل ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوی اور فارسی کے الفاظ کے استعمال میں بھی ایہام کے تعلق سے شعوری طور پر کاوش کی گئی۔ مزید الفاظ کی تراکیب میں بھی طرز ایہام کو برتنے کی آزمائشیں بروئے کار لائی گئیں۔ ہاں اس کے منفی پہلو سے قطع نظر یہ مثبت پہلو بھی نظر آتا ہے۔ کہ زبان کی توسیع کے معاملہ میں معمولی طور پر ہی سہی یہ طرح کارگر ثابت ہوئی ہے۔ مزید الفاظ کے استعمال میں نئے نئے معنوی پہلو بھی پیدا ہوئے۔ پروفیسر عبدالحق اس طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

[۱] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۶۵،　　[۲] ایضاً

'ایہام گوئی کا یہ لفظی کھیل ایک اور پہلو بھی رکھتا ہے ایک ہی زبان کا ایک مرکب لفظ ایک مفہوم میں مستعمل ہے لیکن اس مرکب لفظ کو الگ الگ کرنے سے دوسرا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور معنی بعید کی طرف اشارہ کرتا ہے۔'[۱]

لاریب آبرو نے عوام کے مزاج کو سمجھتے ہوئے ایہام گوئی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اردو، ہندی، فارسی اور عربی کے لغات سے استفادہ کیا۔ انھوں نے دیگر زبانوں کے الفاظ کے ساتھ ہندی دوہروں اور کبت کو اپنی شاعری میں ضرور سمودیا۔ مگر اشعار کے نفس مضمون سے سوقیانہ لب ولہجہ کا احساس ہوتا ہے۔ ہاں بہت سے اشعار میں سنجیدگی اور گہرائی بھی جھلکتی ہے۔ آبرو نے کلام میں ایہام گوئی کی جملہ صورتوں کو بروئے کار لا کر اپنے عہد کا اہم رجحان بنا دیا تھا۔ ایہام گوئی کی چند صورتیں شعری پیکر میں ملاحظہ کیجیے:

ہر ایک سبز ہے ہندوستان کا معشوق بجا ہے نام کہ بالم رکھا ہے کھیروں کا

ہوئے ہیں اہل زرخواہاں دولت خواب غفلت میں جسے سونا ہے یاروں فرش پہ مخمل کے کہہ سوجا

سیانے کوں عاشقی میں خواری بڑا کسب ہے چاہیے کہ بھاڑ جھونکے جو دل کا ہوئے دانا

ملنے کے شوق میں ہم گھر بار سب گنوایا مدت میں گھر ہمارے آیا تو گھر نہ پایا

سن کے چرچا غیر نیں جا کر چھچھوندر چھوڑ دی گھر جلا عاشق کا ان لوگوں کا کیا ٹوٹا ہوا

ترے اے غنچہ لب دم کے اثر سوں چلم میں ہوگیا ہے گل تماکو

معشوق سانولا ہو تو کرتا ہے دل کوں پیار کالے کو چاہ خلق میں ظاہر ہے من کے ساتھ

ہنس ہاتھ کو پکڑنا کیا سحر ہے پیارے پھونکا ہے تم نے منتر گویا کہ ہم چھو کر

قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤں گا اس گلی ہو کر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا

---

۱ دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ٦٦

بالا اشعار میں شعوری طور پر ذومعنی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔جن کے ذریعہ شعروں میں تہہ داری پیدا کی گئی ہے۔ یہ شعوری ومصنوعی طرز بڑی ہنرمندی کی متقاضی ہوتی ہے۔ ذرا سی چوک سے شعر میں بے ربطی پیدا ہوسکتی ہے۔شعرا نے فنی استعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے دیسی الفاظ کو بھی بڑی چابک دستی سے استعمال کیا ہے۔ان سب سے یہ فائدہ ہوا جو الفاظ اردو کے مزاج کے موافق تھے۔وہ اردو زبان کا حصہ بن گئے۔ اور جو اردو کے خمیر میں نہ گھل مل سکے۔وہ اس سے خارج ہوگئے۔اس تعلق سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے یہ رائے قائم کی ہے:

'لفظوں کے گورکھ دھندے اور جال بننے سے زبان میں بیان و معنی کے درمیان ربط پیدا کرنے کا سلیقہ پیدا ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بھاکا شاعری کی یک رنگی روایت کہاں تک ساتھ دے سکتی ہے۔اس مزاج کے شامل ہونے سے اردو شاعری کا رنگ بھاکا اور فارسی دونوں سے الگ ہوگیا۔آبرو کی شاعری پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی ایک الگ زبان کی شاعری پڑھ رہے ہیں جو فارسی ہے نہ بھاکا۔' [۱]

آبرو کے عہد میں اردو زبان کے بال وپر نشوونما پاکر اڑان بھرنے لگے تھے۔اسی لیے آبرو نے بھاکا یعنی ہندوی الفاظ کو اپنے شعروسخن میں سمولیا تھا۔اس عہد کے جملہ شعرا کے کلام میں یہ نوعیت بدرجہ اتم موجود ہے۔اس کے بعد اردو زبان بہ تدریج اپنی لطافت قائم کرتی گئی۔مزید ہکاری آوازوں کے بھاری بھرکم الفاظ کو خارج کرتی چلی گئی۔جس کے منفی ومثبت پہلو ہمارے سامنے ہیں۔ یہ موضوع الگ بحث کا متقاضی ہے۔ ہاں مجھے یہ عرض کرنے میں تامل نہیں۔آبرو کے عہد میں وہ مستعمل الفاظ جو آج اردو زبان میں متروک کہلاتے ہیں۔وہ دہلی کے گردونواح کے عوام میں ہنوز اسی طرح بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔جس طرح آبرو کے عہد میں اپنی معنویت رکھتے تھے۔جن کو اب اردو زبان داں طبقہ سمجھنے سے قاصر ہے۔آبرو کے کلام میں بھاکا ہندوی کے الفاظ کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔اس سیاق میں مندرجہ غزل کے الفاظ پر غور کیجیے:

کہیں کیا تم سوں بیدرد لوگو کسی سے جی کا مرم نہ پایا
کبھی نہ پوچھی بپتا ہماری برہ نے کیسا ہمیں ستایا
لگا ہے برہا جگر کوں کھانے ہوئے ہیں تیروں کے ہم نشانے
دیویں ہیں سوتیں ہمن کوں طعنے کہ تجھ کوں کب ہے نہ منہ لگایا
رکھی نہ دل میں کسی کی چنتا گلے میں ڈالی برہ کی کنٹھا
درس کی خاطر تمہارے منتا بھکارن اپنا برن بنایا

---

[۱] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص۲۲۱

لگی ہیں جی پر برہ کی گھاتیں تلپھ تلپھ کر بہائی راتیں
تمہاری جن نے بتائیں باتیں اکارت اپنا جنم گنوایا
گلا مولا یہ سب عبث ہے اس کے او چھے کام کر جس ہے
ہمارا پیارا کہو کیا بس ہے تمہارے جی میں اگر یوں آیا
جو دکھ پڑے کا سہا کروں گی جیسے رکھو گے رہا کروں گی
تمن کوں تس دن دعا کروں گی سہی سلامت رہو خدایا

درحقیقت ہر شخص کی طرح آبرو نے بھی اپنے گردونواح کے ماحول سے فطری طور پر اثرات قبول کیے۔ آبرو کی شخصی و تخلیقی پرورش دہلی کے مضافات میں ہوئی۔ یہ علاقہ لسانی طور پر کھڑی بولی اور پنجابی زبان کے اثرات کا مرکز ہے۔ یہ اثرات یہاں کے عوام کی گفتگو اور ادیبوں کی تخلیقات میں ہنوز پائے جاتے ہیں۔ اردو زبان داں طبقہ نے زبان میں لطافت پیدا کرنے کی مستحسن سعی کی۔ جس کے باعث انہوں نے دہلی کے گردونواح میں رائج ہکاری آوازوں پر مشتمل الفاظ کو متروک قرار دے دیا۔ اس کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ اردو کی خالص اپنی لفظیات محدود اور نئے مصدر کی تشکیل بھی رک گئی۔ اردو کے متقدمین شعراٗ اور ادباٗ کی تخلیقات میں ایسے کافی الفاظ ہیں۔ جو آج بھی دہلی کے گردونواح کے عوام میں روزمرہ کی بات چیت کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ آبرو نے فطری طور پر ماحول کے مطابق اپنے کلام میں ہندوی کے ساتھ عربی فارسی الفاظ کی آمیزش کو برقرار رکھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے آبرو کے کلام میں بروئے کار لائے گئے الفاظ کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

'ان اشعار میں وہی مزاج ہے جو ہندی گیتوں اور دوہروں کا مزاج ہے۔ یہاں محبوب مرد ہے اور عاشق عورت، جو بھاکا شاعری کی خصوصیت ہے۔ امرد پرستی کے باوجود آبرو اس اثر کو قبول کرتا ہے۔ بحیثیت مجموعی آبرو کی شاعری میں فارسی و ہندوی الفاظ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نظر آتے ہیں۔' [1]

حقیقت یہ ہے کہ عوام الناس کا ماحول و مزاج معاشرتی زندگی اور تہذیبی رسوم پر اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جو ہر شعبہ ہائے زندگی میں اپنی نفوذ پذیری جاری رکھتا ہے۔ یہی چیزیں انسانی طرز معاشرت میں ڈھل کر تہذیب کا حصہ بن جاتی ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس بارے میں لکھتے ہیں:

'یہ تہذیبی اثرات صرف شاعری تک محدود نہیں ہیں بلکہ موسیقی، رقص، مصوری، آداب مجلس، رسوم و رواج اور زندگی کے سب امور میں مقبول ہو کر معاشرے کی ہیئت اور اس کے رنگ روپ بدل رہے ہیں۔ شاعری میں آبرو ان ہی میلانات کا ترجمان ہے۔' [2]

---

[1] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۲۲۱،   [2] ایضاً ص ۲۲۲

عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ایہام گوئی ہندی سے اردو میں آئی ہے اس کے حوالہ سے پروفیسر محمد حسن کی رائے پر توجہ دیجیے:

'ایہام گوئی کے رواج کے لیے محض ہندی ادب کے اثرات یا فارسی کے اثرات کو ذمہ دار قرار دینا صحیح نہ ہوگا بلکہ اس میں جہاں دونوں اثرات کسی نہ کسی حد تک شریک تھے وہاں خود ریختہ کی نئی نویلی شاعری کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی شعری اور لسانی پیکر تراشی کی جائے۔ الفاظ کی معنوی اور اضافی اہمیت کا احساس پیدا ہو۔ اس احساس کو اس دور کی مجلسی زندگی اور عشق و عاشقی کے ہنگاموں نے تاریخی بنیادیں بخش دیں اور شاعری صنعت گری میں پھنس گئی۔' [۱]

انسانی طرز معاشرت میں پہلے کوئی چیز ضرورت بنتی ہے۔ پھر وہ رفتہ رفتہ رجحان میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر وہی رجحان آہستہ آہستہ باشعور حضرات کی شعوری کاوشوں کے ذریعہ تحریک بن جاتا ہے۔ آبرو کے عہد میں شعرأ کی توجہ سے یہ رجحان ایہام گوئی کی تحریک بن گیا تھا۔ جس سے اس دور کی مجلسی زندگی میں ہر مکتب فکر کے عوام محظوظ ہوتے تھے۔ آبرو، حاتم، شاکر، ناجی اور بہت سے شعرأ کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مگر اسی عہد میں ایہام گوئی کی مخالفت بھی شروع ہو گئی تھی۔ حاتم نے ایہام سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

کہتاہے صاف و شستہ سخن بسکہ بے تلاش
حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

محمد رفیع سودا نے تو ایہام گوئی کی دورنگی شاعری سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ واضح طور پر ان کا اعلان شعری ہیئت میں ملاحظہ کیجیے:

یک رنگ ہوں آتی نہیں خوش مجھ کو دو رنگی
منکر سخن و شعر میں ایہام کا ہوں میں

اردو زبان وادب کے آغاز میں ایہام گوئی کے رجحان سے شعرأ کو الفاظ و معانی کے لیے کافی غور وفکر کرنا پڑا۔ مزید شعر وسخن میں اکتساب اور مشق آرائی بھی کرنی پڑی۔ جس کے ذریعہ اردو کے ذخیرۂ الفاظ و معانی میں کافی وسعت پیدا ہوئی۔ مگر اس سے شعر کی تاثیر و کیفیت کو نقصان پہنچا۔ جس کے باعث شعر جذبہ واحساس سے عاری معلوم ہونے لگے۔ اس سیاق میں پروفیسر محمد حسن نے اپنے مطالعہ کی رو سے یہ بات رقم کی ہے:

'اس میں شک نہیں کہ ایہام گوئی نے مجموعی طور پر شعریت اور تغزل کو مجروح کیا۔ شاعری کی بے ساختگی اور جذبات نگاری کے راستے میں جب صنعت گری اور آراستگی حائل ہو جاتی ہے تو اس کی تاثیر اور لطافت میں کمی آجاتی ہے۔ ذہن، جذبے اور احساس کے بجائے الفاظ کے دروبست میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اس کا دوسرا اثر اور پہلو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔' [۲]

---

[۱] دیوان آبرو، مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن، ص ۶۵، [۲] ایضاً، ص ۶۷

ایہام گوئی کے حوالہ سے آبرو کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ ریختہ گو شاعروں میں آبرو ایہام گوئی کا اولین شاعر ہے۔ جس نے ایہام کو اپنی شاعری میں نہ صرف شعوری طور پر برتا بلکہ اس کو کمال بھی عطا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ معاصرین آبرو نے ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ شاکر ناجی ایک شعر میں خود اپنی تعریف کرتے ہوئے آبرو کی زبان کو مزے کی بتاتے ہیں:

ناجی سخن ہے خوب ترا گرچہ مثل شمع
لیکن زباں مزے کی لگی آبرو کے ہاتھ

آبرو کے کلام کے مطالعہ سے یہ ادراک ہوتا ہے۔ کہ وہ ایہام گوئی کی صنعت میں کمال ہنر سے جملہ صورتوں کو بروئے کار لے آئے ہیں۔ مزید دیگر صنعتیں بھی ان کے کلام میں بخوبی ملتی ہیں۔ ایہام گوئی کی کثرت میں ان کے ذکر پر محققین اور ناقدین نے خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ جن کا ذکر مقدمہ میں حسب ضرورت جا بہ جا آئے گا۔

انسان حیاتِ زندگی میں کسی نہ کسی شخص سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ آبرو بھی ولی سے متاثر ہوئے اور ان کی پیروی کو اپنی کامیابی تسلیم کیا ہے۔ شعر ملاحظہ کیجیے:

ولی ریختے بیچ استاد ہے کہے آبرو کیوں کر اس کا جواب
و لیکن تتبع میں کہنا غزل کرے فیض سوں فکر میں کامیاب

مذکورہ اشعار کے سیاق میں ولی کی شخصیت اور ان کے کلام کے حوالہ سے متقدمین شعراً، تذکرہ نگار اور محققین کی آرا سے اکتساب فیض کرنے سے قبل مختصراً یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ ولی ۱۷۰۰ء میں دلّی آئے اور ۱۷۱۹ء میں ان کا دیوان دلّی پہنچا۔ دہلی کے شعرا میں ولی کے کلام کی نہ صرف مقبولیت ہوئی۔ بلکہ انھوں نے اس کے تتبع کو نیک فال سمجھا۔ اس عہد کے شعرا نے اپنے کلام میں ان کا اعتراف کیا ہے۔ مزید یہ جملہ تذکرہ نویسوں، محققین اور ناقدین نے بھی کھلے دل سے ان کا ذکر کیا ہے۔ میر نے اپنے تذکرہ 'نکات الشعرا' میں بہت سی باتیں عرض کی ہیں۔ کسی نے لکھا ہے کہ ولی کی ہمہ گیر مقبولیت اور شہرت پر میر کا یہ اعتراف لائق توجہ ہے:

'اس کی شہرت اس قدر پھیلی ہوئی کہ یہاں اس کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔' [۱]

مصحفی کے تذکرۂ ہندی کے حوالہ سے لکھا ہے:

'جب ولی کا دیوان جلوس محمد شاہی کے دوسرے سال میں دلّی پہنچا اور وہاں کے شعرا نے اس میں وہ رنگ و نور دیکھا جس کے دیکھنے کو ان کی آنکھیں ترستی تھیں تو انھوں نے بھی فارسی کو چھوڑ کر اسی رنگ سخن کی پیروی شروع کر دی۔' [۲]

اس میں شک نہیں جملہ تذکرہ نگاروں کے علاوہ جس محقق اور ناقد نے ولی کے کلام کے حوالہ سے لکھا ہے تو انھوں نے ولی دکنی کو دانشور کے ساتھ عہد ساز بھی تسلیم کیا ہے۔ پروفیسر خالد محمود نے ماہر ولی نور الحسن ہاشمی کی

---

[۱] ایضاً ص ۶۷، [۲] ایضاً ص ۶۷

کتاب 'ہندوستانی ادب کے معمار ولی' سے یہ اقتباس نقل کیا ہے:

'ولیؔ کا موازنہ اکثر چاسرؔ سے کیا جاتا ہے چونکہ ولیؔ نے اردو شاعری کو فروغ دینے میں اسی طرح کامیابی حاصل کی جس طرح چاسرؔ نے انگریزی کے لیے کی تھی۔یعنی انھوں نے ایسا طریقہ بیان ایسے لسانی انداز کے ساتھ وضع کیا جو نہ صرف دکن بلکہ شمالی ہند میں بھی قابل قبول سمجھا گیا' [۱]

ولیؔ اورنگ آبادی کے کلام کی عظمت کا اعتراف دکنی اور شمالی ہند کے شعراؑ نے یکساں طور پر کیا ہے۔داؤد اورنگ آبادی نے تو ان کے کلام کی پیروی کو اپنا شعار بنایا۔مزید اپنے کو بالواسطہ ولیؔ ثانی کہنے پر فخر بھی محسوس کرنے لگے۔شعر دیکھئے:

حق نے بعد از ولیؔ مجھے داؤد
صوبۂ عاشقی بحال کیا
کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کوں سن کر
تجھ طبع میں داؤد ولیؔ کا اثر آیا

سراج اورنگ آبادی ایک بڑے شاعر ہیں جن کے کلام میں صوفیانہ مضامین کے ساتھ عشق مجازی کا رنگ بھی خوب ہے۔وہ ولیؔ کے مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔ولی کے احترام کے ساتھ اپنے مقام کا تعین کس خوبی کے ساتھ شعر میں بیان کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

تجھ مثال اے سراجؔ اور ولیؔ
کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا

شیخ ظہورالدین حاتمؔ جیسے قادرالکلام شاعر نے بھی ولیؔ کی عظمت کا اعتراف بڑے عجز کے ساتھ کیا ہے:

حاتمؔ بھی اپنے دل کی تسلی کوں کم نہیں
لیکن ولیؔ، ولیؔ ہے جہاں میں سخن کے بیچ

ہاں آبروؔ کے شعر میں جذبۂ افتخار کی نزاکت قابل غور ہے۔ممکن ہے یہ شعری ضرورت بھی ہو مگر اعجاز اور کرامت کے مستعمل الفاظ مابہ الامتیاز ہیں:

آبروؔ شعر ہے ترا اعجاز
جوں ولیؔ کا سخن کرامت ہے

خدائے سخن میر تقی میرؔ نے ولی کی عظمت کا اعتراف قطعی الگ انداز میں کیا ہے۔کیوں کہ انھوں نے ولیؔ

---

[۱] مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبروؔ: خالد محمود، ص ۳۸

کو ریختہ گوئی کے حوالہ سے اپنا معشوق تسلیم کرلیا ہے:

خوگر نہیں ہم یوں ہی کچھ ریختہ کہنے سے
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کی سرشت میں فطری طور پر بڑائی کا مادہ کم زیادہ ودیعت کیا ہے۔ جس میں انسان شیخی سے کام لے لیتا ہے۔ مگر حقیقت معاصرین حضرات ضرور ظاہر کردیتے ہیں۔ ہاں اگر اس میں بھی کچھ کوتاہی ہوئی ہے۔ تو آنے والا زمانہ اپنی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ثابت کردیتا ہے کہ یہ تعریف وتوصیف کا مستحق ہے یا نہیں۔ خود ولی نے بھی اپنی اہمیت کا ادراک کرلیا تھا اور اس کی صداقت پر زمانہ نے بھی مہر ثبت کردی۔ ولی دکنی نے اپنی شاعرانہ عظمت کا اظہار بہت سے مقطعوں میں کیا ہے:

اے وؔلی مجھ سخن کو وہ بوجھے
جس کو حق نے دیا ہے فکر رسا

اے وؔلی صاحب سخن کی زباں
بزم معنی کی شمع روشن ہے

اے وؔلی لگتا ہے ہر دل کو عزیز
شعر تیرا بس کہ شور انگیز ہے

وؔلی تجھ طبع کے گلشن میں جو کوئی سیر کرتے ہیں
وہ تحفہ لے جاتے ہیں تیری گفتار ہر جانب

آبؔرو کو وؔلی کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف تھا۔ انھوں نے وؔلی کے ایہام گوئی کے طرز سخن پر نہ صرف توجہ مبذول کی بلکہ اپنے کلام میں انتہا پر پہنچایا۔ مزید آبؔرو کے معاصرین ناجؔی، مضموؔن، یک رنگؔ، اور حاتؔم کو بھی ایہام گوئی کا رنگ سخن پسند آیا۔ ہندوستان میں سبک ہندی کے شعرأ کے یہاں بھی ایہام کافی مقبول تھا۔ مگر ریختہ گو میں اس طرز سخن کو سب سے پہلے وؔلی دکنی نے قبول کیا۔ یہ رنگ سخن محمد شاہی دور کے عوام کو بہت ہی سازگار ثابت ہوا۔ آبؔرو کے طرز سخن میں ایہام گوئی اپنے کمال انتہا کو پہنچی۔ آبروہی معاصرین ایہام گو شاعروں میں اول درجہ پر فائز رہے۔ آبرو کے کلام کے مطالعہ سے قبل دیگر معاصرین ایہام گو شعرأ پر طائرانہ نظر ڈالنا

مناسب ہے۔

شاکر ناجی آبرو کے معاصرین شوخ طبیعت شاعروں میں اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مزاج کے بارے میں بیشتر تذکرہ نگاروں نے اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے عہد میں ریختہ گوئی کا چلن عام ہوا۔ اور فارسی کا تسلط عوام وخواص سے زائل ہونے لگا تھا۔ شاکر ناجی نے اسے محسوس کرتے ہوئے یہ شعر کہا:

بلندی سن کے ناجیؔ ریختے کی
ہوا ہے پست شہرہ فارسی کا

شاکر ناجی، شرف الدین، مضمون، شاہ حاتم، مصطفیٰ خاں یک رنگ، احسن اللہ خاں احسن، شاہ ولی اللہ اشتیاق، سعادت علی امروہوی، میر محمد سجاد، بیتاب، میر مکھن پاکباز کمترین، عارف الدین خاں عاجز، فضلی اورنگ آبادی اور عبدالوہاب یکرو کے نام آتے ہیں، لیکن ایہام گوئی کے اہم بنیاد گزار شعرا میں ناجی، مضمون، آبرو اور حاتم مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاکر ناجیؔ نے اپنے کلام میں ایہام گوئی کی طرز کو برتنے میں حد درجہ کوشش کی۔ حتیٰ کہ ان کی اس شعوری کوشش کے باعث کلام میں جذبہ واحساس کی کیفیت زائل ہوگئی ہے۔ چند اشعار دیکھئے:

چابک سوار کس کی بجلی ہوئی ہے شاگرد
کچھ صرصری سا سیکھا تھا بے طرح کا کاوا

موتی آکر لگا تھا کان اوس کے
دُر دُر اوس کوں کہے سیں گوش ہوا

ناجیؔ دہن کو دیکھ سخن مختصر کیا
گرچہ سجن کی زلف کا قصہ طویل ہے

اے شوخ رسم زہد کی مینا سے سیکھ لے
ہر سجدے پر کرے ہے ادا چارقل کے تئیں

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی میری زندگانی ہے

زلف کیوں کھولتے ہو دن کوں سجن
منہ دکھاتا ہے تو مت رات کرو

شیخ شرف الدین مضمونؔ دہلی کے اہم شعرائمیں سے تھے وہ بھی ایہام گوئی کی طرز شاعری میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں بلکہ وہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایہام گوئی کے باعث ہی جگ میں شہرت ملی ہے:

ہوا ہے جگ میں مضموںؔ شہرہ تیرا
طرح ایہام کی جب سے نکالی

ہاں یہ ضرور ہے کہ مضموںؔ نے ایہام گوئی کو کل وقتی شعار نہیں بنایا۔ عام طور پر وہ طبیعت کی موزونیت سے ہی اپنے شعر کہا کرتے تھے اسی لیے ان کے اشعار میں جذبہ واحساس کی کیفیت موجود ہے:

ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج ‏ ‏ کرے ہے دار بھی کامل کو سرتاج

غصے سے بھوت ہوگیا لیکن جلا تو ہے ‏ ‏ مضموںؔ شکر کر کہ ترا نام سن رقیب
قالی گر نہیں تو نہیں بوریا تو ہے ‏ ‏ کرنا تھا نقش روئے زمین ہمیں مراد

گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی ‏ ‏ نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کیوں

نہ لاوے ترے حسن کی ماہ تاب ‏ ‏ ترا مکھ ہے سرچشمہ آفتاب

جانتا ہے خوب وہ مضموںؔ کو ‏ ‏ کیا ہوا جو خط مرا بڑھتا نہیں

کروں کیا جو نہیں لگتا مرے ہاتھ ‏ ‏ اگر پاؤں تو مضمون کو رکھوں باندھ

آبروؔ کے معاصرین اور دوستوں میں مصطفیٰ خاں یک رنگؔ کا نام بھی ایہام گوشعرأ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ صاحب دیوان شاعر ہیں، مگر دیوان کے اشعار کی تعداد میں تذکرہ نگاروں کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ پروفیسر خالد محمود نے اس حوالہ سے مونوگراف میں تحریر کیا ہے:

’قائم چاندپوری نے ان کے دیوان کے اشعار کی تعداد پانچ سو قریب بتائی ہے۔ جب گلشن سخن کے مؤلف مردان علی خاں مبتلاؔ کے مطابق یہ تعداد ایک ہزار ہے۔ ڈاکٹر اسیر نگر کی تحقیق سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یکرنگ کے دو دیوان تھے اور دونوں کے اشعار کل ملا کر ایک ہزار سے زائد ہیں۔ آبروؔ نے اپنے دیوان میں یکرنگؔ کا ذکر کیا ہے اور فائزؔ نے یک رنگؔ کے ایک نہایت خوبصورت مصرع پر گرہ لگا کر اپنی پسندیدگی ظاہر کی ہے:

گر تم ملوگے غیر سے دیکھو گے ہم نہیں ‏ ‏ فائزؔ کو بھایا مصرع یکرنگ اے سجن‘

---

[1] مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبروؔ: خالد محمود، ص ۴۸

یک رنگ ایہام گوئی کے نمائندہ شاعر کے طور پر ضرور جانے جاتے ہیں مگر ان کے کلام کی تاثیر میں جاذبیت ہے اس کی اصل وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ انھوں نے ایہام گوئی کو شعوری طور پر سراپا شعار نہیں بنایا بلکہ جو مضمون شعر کے تابع ڈھل کر ایہام گوئی کا پیرایہ اظہار بن گیا، اسی پر قناعت کی ہے۔ ان کے کلام کے سرسری مطالعہ سے یہ بات ادراک میں آتی ہے کہ ان کے یہاں شعر و سخن میں ایہام تو حسن و جمال کے اضافہ کا باعث بنتا ہے، چند اشعار پیش ہیں:

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال　　　یک رنگؔ کا سخن میں خلاف ایک مو نہیں

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن　　　کوئی دشمن بھی ہوگا اپنی جاں کا
پارسائی اور جوانی کیوں کے ہو　　　ایک جاگہ آگ پانی کیوں کے ہو

ڈاکٹر جمیل جالبی نے 'تاریخ ادب اردو' میں یک رنگ کے کلام کے حوالہ سے یہ رائے قائم کی ہے:

> 'یک رنگؔ کے یہاں شعر ایہام کا نہیں بلکہ ایہام شعر کا تابع ہے اسی لیے مضمون کی طرح یک رنگ کے ہاں بھی ایک شگفتگی کا احساس ہوتا ہے۔' [۱]

آبروؔ کے معاصر احسن اللہ احسن نے بھی ایہام گوئی کے عام رجحان کی بحث اپنے کلام میں پیش کی ہے۔ مگر ان کے کلام میں اس حوالہ سے انفرادی خصوصیت نہ پیدا ہوسکی اور نہ ہی وہ آبرو کی روایت میں مزید توسیع کر سکے۔ ہاں یہ ضرور ہے دیگر شعراؔ کی طرح دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ایہام گوئی کی تحریک کو مقبول عام بنانے میں معاون ہوئے۔ احسن اللہ خاں کا کلام اس پر دال ہے:

کھول کر بند قبا ل دل مرا غارت کیا　　　یہ حصار قلب دلبر نے کھلے بندوں کیا

اے میاں کٹ موئے کمر سے ہم　　　کیسی تلوار درمیاں ہے آج

کوئی تسبیح اور زنار کے جھگڑوں میں کیا بولے　　　یہ دونوں ایک ہیں آپس میں ان کے بیچ رشتہ ہے

شاہ ولی اللہ اشتیاق، آبروؔ کے معاصرین میں ذی علم شخصیت تھے وہ درویش منش ہونے کے باوجود محمد شاہی دور کے تہذیبی ماحول میں رنگے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ انھوں نے بھی شراب و ناو نوش کے ساتھ امرد پرستی کے موضوعات کو اپنے کلام میں خوب برتا ہے:

لڑکوں کے پتھروں کی لگے کیوں کہ اس کو چوٹ　　　ہر ایک گرد باد ہے مجنوں کو ڈھول کوٹ

---

[۱] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۲۶۳

دوبالا ہوگی مخموری عبث آنکھوں کو ملتا ہے　　پیالہ اور بھی پی لے سجن یہ دور ملتا ہے

سعادت علی امروہوی کے تعلق سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے۔کہ وہ صاحب دیوان شاعر تھے مگر ان کا دیوان دستیاب نہیں ہے۔مختلف تذکروں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ہاں ایہام گوئی کے حوالہ سے تذکروں میں ان کے اشعار محفوظ ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے 'تاریخ ادب اردو' میں مختصر حوالہ کے ساتھ چند اشعار نقل کیے ہیں:

یار سے جو رقیب لڑتے ہیں　　یہ ہمارے نصیب لرتے ہیں

اہل زر کے سیم تن ہوئے ہیں رام　　صید ہوں ہیں جس جگہ دیکھیں ہیں دام

کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات　　ایک جو شانہ ہے سو وہ تیل میں ڈالے ہے بات

عبدالوہاب یکرؔو کے بارے میں ڈاکٹر جمیل نے لکھا ہے:

'یکرو، آبرو کے شاگرد تھے اور یکرو تخلص بھی آبرو ہی کا دیا ہوا تھا، جس کا اظہار یکرو نے اپنے مخمس کے اس بند میں کیا ہے:

مدت سیں فکر ریختہ میں دل مرا رہا　　اب تک مجھے تخلص نادر ملا نہ تھا

استاد آبرو نیں تخلص مرا کہا　　یکرو ہوا ہے تب سیں مرے رنگ کوں جلا

اس مہر کوں اونھا کی تفضّل کہا کرو [1]

ایہام گوئی کے معاملہ میں آبرؔو کے بیشتر معاصرین نے انھیں کا تتبع کیا ہے۔مگر یکرو کے زبان و بیان میں ایہام گوئی کا طرز ولی کے رنگ میں ہے۔جوان کے کلام میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

رقیباں آگ میں جل کر ہوئے راکھ　　جبھی ٹک گرم ہو عاشق نیں گھورا

کہا اے سیم بر تیرے سوا کوئی یاد آتا ہے　　تمہارے شوق سیتی دل ہے مالا مال عاشق کا

یکرؔو کے یہاں ایہام گوئی کی صنعت کاری حاوی ضرور ہے۔مگر جہاں جذبہ واحساس کی شدت حاوی ہوتی ہے وہاں پر ایہام جزو شاعری بن کر مغلوب ہوجاتا ہے۔اور شعر کی کیفیت میں رنگت پیدا ہوجاتی ہے:

حیف اس گل میں وفاداری کی رنگ و بو نہیں　　خوبصورت ہے ولیکن خوشنما، خوش خو نہیں

اگر وہ گل دریا پہ نہانے بے حجاب آوے　　تعجب نئیں کہ سب پانی سیتی بوئے گلاب آوے

---

[1] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۲۶۹

جب تلک شمع رو ہے محفل میں   میری انکھیاں منیں اجالا ہے

یکرو کی شاعری میں کوئی خاص انفرادیت نہیں ہے۔ ان کے یہاں ولی اور آبرو کی لفظیات اور موضوعات کی تکرار ہے۔ نیز یکرو نے شعری ہیئت میں کئی چیزوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ جن کے تعلق سے ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

> 'یکرؔو نے مثمن، ترجیع بند بھی لکھے ہیں، ترکیب بند مخمس میں چند مرثیے بھی کہے ہیں۔ ولی کی غزل کے علاوہ اپنی غزلوں کا خمسہ بھی کہا ہے لیکن یہاں بھی وہی انداز اور وہی رنگ ہے جو ہمیں اس کی غزلوں میں نظر آتا ہے۔' [۱]

میر محمد سجاد ایہام گو شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے ایہام گوئی کے ردعمل کی تحریک کے زیر اثر تازہ گوئی کو جذب کردیا۔ جس سے کلام میں جذبہ واحساس کی ایسی کیفیت وتازگی پیدا ہوگئی تھی۔ کہ ان کا کلام سودا و میرؔ کے دور میں بھی قارئین کی توجہ مبذول کراتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ تذکرہ نگاروں نے ان کے شعر وسخن کو استادانہ مہارت کا حامل بتایا ہے۔ میر محمد سجاؔد بھی آبرو کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اپنے زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کا ادراک کرلیا تھا۔ شاعری میں انھوں نے ایہام گوئی کے طرز میں ایک نیا طرز سخن خلق کیا۔ جس سے وہ اپنے عہد کے ایک نمائندہ شاعر بن گئے۔ ان کی انفرادیت کے حوالہ سے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحریر قابل توجہ ہے:

> 'سجاد کی شاعری بھی، بدلتے ہوئے حالات میں، اس نئے رنگ سخن سے متاثر ہوئی اور ایہام میں دردمندی کی چاشنی کی وجہ سے اس زمانے میں بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جانے لگی۔ سجاد نئے دور میں قدیم دور کے ایک ایسے نمائندہ تھے جو اپنے بدلے ہوئے ایہام کی وجہ سے اس دور میں بھی قابل قبول ہوگئے تھے۔ اسی تخلیقی عمل سے ان کی شاعرانہ انفرادیت پیدا ہوتی ہے۔' [۲]

میر محمد سجاؔد نے اپنے کمال حسن سے طرز ایہام گوئی میں وہ مثبت رنگ فکر پیدا کیا۔ جس میں ابتذال سے گریز سنجیدگی وشائستگی کے ساتھ معنوی پہلو بھی پیدا ہوگئے۔ مزید کلام میں جذبہ واحساس کی کیفیت بھی ایہام میں شامل ہو گئی۔ ایہام کی دونوں صورتیں کلام میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں:

نہیں ہم سے ہوتا ہم آغوش بھی   محبت کی رکھتا ہے بو سوں کنار

ہمیشہ کم نما رکھ کر یہ اپنا چاند سا مکھڑا   مہینوں تک ہمیں غرا ہی بتلاتے ہیں ملنے سے

زاہد کی گول پگڑی لڑکوں کے پیچ دے ہے   یاروں پڑے ہیں دیکھو ایسے یہ شہر شعلے

---

[۱] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص۲۷۳،   [۲] ایضاً، ص۲۷۶

پھرتے ہو یوں چھپے چھپے ہم سے　　تم کو اے شوخ ہم نے دیکھ لیا

جل بجھا شمع پہ ہر چند تو کیا ہوتا ہے　　عشق کی آگ میں پروانے کے پر جلتے ہیں

کیا کریں پاؤں بھی کہ جنگل میں　　کچھ نہیں آبلوں سے چل سکتا

میر محمد سجاؔد کی شاعری انسانیت سے عشق و محبت کی غماز ہے۔جس کے شعری پیکر میں ارضی حقائق کا بھرپور بیان ملتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی اس سیاق میں رقمطراز ہیں:

’سجاد کی شاعری کا بنیادی جذبہ عشق ہے۔ان کے کلام میں دردمندی کی چاشنی اسی جذبہ سے پیدا ہوئی ہے یہ عشق زندہ انسان کا عشق ہے جس کی جڑیں انسانی زندگی کے رشتوں میں پیوست ہیں۔‘ [1]

ایہام گوئی کی تحریک سے وابستہ دوسرا بڑا نام شیخ ظہورالدین حاتؔم کا ہے۔حاتم اس تحریک کے علم بردار شاعر بھی رہے۔اور اس کی روایت شکنی میں شامل رہے۔ان کی پیدائش ۱۱۱۱ھ ۱۶۹۹ء کو دہلی میں ہوئی۔انھوں نے حیات وزیست کا طویل زمانہ دہلی اور گرد و نواح میں بسر کیا۔حاتؔم کے دو دیوان ’دیوان قدیم‘ اور ’دیوان زادہ‘ ہیں۔دیوان قدیم ۱۷۳۱ء اور دیوان زادہ ۱۷۵۵ء میں ترتیب دیے گئے۔

حاتؔم نے اٹھارہویں صدی کی دلّی کے سیاسی زوال کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔انھوں نے سیاسی زوال کے ساتھ معاشی بدحالی، معاشرتی بے راہ روی، اخلاقی وتہذیبی پستی، حکومتی بحران، خانہ جنگی، امرأ اور مصاحبین کی باہمی رقابتوں کا مشاہدہ بھی کیا۔ایہام گوئی کے تعلق سے دیوان قدیم کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

عشق میں زندگی سے مرگ بھلی　　کہے سب جہاں وصال ہوا

دل دیکھتے ہی اس کو گرفتار ہوگیا　　رسوائے شہر و کوچہ و بازار ہوگیا

زندگی درد سر ہوئی حاتم　　کب ملے گا مجھے پیا میرا

کیوں کر ان کالی بلاؤں سے بچے گا عاشق　　خط سیہ، خال سیہ، چشم سیہ، زلف سیاہ

چشم رہزن، زلف دام، ابرو کماں ہے، چشم تیر　　دل پڑا ہے دام میں مدت سے ان چاروں سیتی

---

[1] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۲۷۹

مجھ ہاتھ سے لبالب پیالہ اگر پیالے　　　　اس داغ سے ہوئے ہیں لالا کے جی کو لالے

شیخ ظہورالدین حاتم کے دیوان قدیم اور دیوان زادہ کے تعلق بڑا گراں قدر تحقیقی کام پروفیسر عبدالحق صاحب نے کیا ہے۔ جنھوں نے نہ صرف اپنی تحقیق کی رو سے حاتم کو شمالی ہند کا اولین صاحب دیوان شاعر ثابت کیا ہے بلکہ ان کے عہد اور کلام کے حوالہ سے مبسوط مقدمہ بھی لکھا ہے۔ حاتم نے جہاں اپنے شروعاتی کلام میں زمانے کے ماحول کے مطابق ایہام گوئی کے طرز کو فروغ دیا۔ لیکن بعد میں زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ایہام گوئی کے شعری اسلوب کو ناپسند بھی کیا۔ اس سیاق میں صاحب کتاب لکھتے ہیں:

’شاہ مبارک آبرو کے کلام میں ایہام گوئی کا رجحان بہت نمایاں ہے۔ مضمون بھی ان کے ہم دوش ہیں۔ ناجی نے بھی اپنی شاعری کے حسن و قبح کو ایہام گوئی سے سنوارا۔ حاتم نے بھی جمہور کی اتباع کی۔ ایہام گوئی کا باقاعدہ رواج یا شعوری کوشش ۱۱۳۲ھ کے آس پاس شروع ہوئی اور تقریباً پچیس سال کے بعد یہ شاعری کھٹکنے لگی۔ اس کے خلاف آواز سنائی دینے لگی۔ پسندیدگی کا معیار بدل گیا۔ عوامی ذہن نے بھی مسترد کرنا شروع کیا۔ ایہام گوئی کے نمائندہ حاتم اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ۱۱۵۸ھ کی غزل کے مقطع سے یہ تبدیلی صاف ظاہر ہے:

کہتا ہے صاف و شستہ سخن بسکہ تلاش　　　　حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

اس عام رویے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایہام گوئی کے خلاف بیزاری شروع ہوگئی ہے۔ میر کے تذکرے نکات الشعرأ میں ایہام گو شاعروں کا جو ذکر ملتا ہے اس سے بھی اس سے گریز کا احساس ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ھ میں لکھا گیا۔ قائم اور گردیزی کے تذکروں میں ناپسندیدگی موجود ہے۔‘ [۱]

تاریخ ادب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بہت سے ایہام گو شعرأ کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ وہ سب تاریخ میں ایہام گوئی کی تحریک کے علم بردار تھے۔ جنھوں نے ایہام گوئی کی تحریک کو استحکام عطا کیا ہے۔ یہ سب شاعر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ مگر ان میں آبرو کا درجہ بلند ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے قابل غور ہے:

’آبرو کو چھوڑ کر یہ سب شعرا جن کا ذکر ہم نے ان صفحات میں کیا ہے دوسرے درجے کے شاعر ہیں، لیکن ان شعرأ نے اس دور میں بڑے شاعر کو بڑا بنانے میں وہی کام کیا جو ہر دور میں دوسرے درجے کے شاعر کرتے ہیں ایہام گوئی شمال میں اردو شاعری کی پہلی تحریک تھی جس نے اپنے عہد کے تقاضوں کو پورا کیا تھا۔ آبرو اس کے سارے امکانات پورے طور پر اپنے تصرف میں لا چکے تھے۔‘ [۲]

ایہام گوئی کے بالا مباحث کی روشنی میں یہ بات عرض کی جاسکتی ہے۔ کہ ہر دور میں ایک بڑا شاعر ہوتا

---

[۱] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۶۸، [۲] تاریخ ادب اردو، حصہ اول، جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۲۸۱

ہے۔ جو اپنے عہد کی تہذیب کے سارے امکانات کو تصرف میں لے لیتا ہے۔ دیگر شعرأ اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ آبرو نے اس دور کی تہذیبی روح کو اپنے کلام میں سمیٹ لیا تھا۔ محمد شاہی دور کے شعرأ نے ریختہ یعنی اردو زبان میں الفاظ کو طرح طرح سے استعمال کر کے اس لائق بنا دیا تھا۔ کہ ریختہ میں احساسات اور جذبات کی ترجمانی مختلف انداز سے کی جا سکے۔ ایہام گو شعرأ نے الفاظ کی جویائی میں پوری زبان کو اس طور سے کھنگالا کہ غیر مستعمل الفاظ کو بھی اپنے کلام میں شامل کر دیا۔ جن کے توسط سے اردو شاعری کا مزاج و آہنگ متعین ہونے لگا۔ ہاں یہ ضرور ہے اردو زبان کے اس تشکیلی دور میں اچھے بُرے خیال کی تمیز کا احساس نہیں رکھا گیا۔ کوئی بھی زبان اپنے تشکیلی دور میں ایسی فطری کمزوریوں سے عاری نہیں ہو سکتی۔ اس کے علی الرغم ماحول کا اثر انداز ہونا بھی فطری امر ہوتا ہے۔ اردو شاعری کے ابتدائی دور میں ان سب باتوں کی گرفت غیر ضروری ہے۔ کیوں کہ اس عہد کے شعرأ کے کلام میں زبان کی سطح پر پختگی نہیں تھی۔ انھیں اپنے جذبات و احساسات کے اظہار میں کتنی مشکلات کا سامنا رہا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انھوں نے اردو شاعری کے لیے راہ ہموار کر دی تھی جسے آئندہ نسل کے شعرأ نے وسعت دینے کے ساتھ وقار بھی عطا کیا۔

آبرو کے عہد میں اردو زبان کی کوئی حیثیت تو کجا یہ بھی کسی کے سان و گمان میں نہ تھا کہ ریختہ آئندہ زمانے میں اردو زبان کی حیثیت سے دنیا میں موسوم ہی نہیں بلکہ اپنی شہرت کی بلندیوں پر پہنچے گا۔ حتیٰ کہ اس عہد میں ریختہ میں اظہار کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ کیوں کہ اس میں علمی گفتگو کے لیے ذخیرۂ الفاظ کی قلت تھی۔ جس کے باعث امرأ و شرفأ میں استناد کا درجہ حاصل نہ ہوا تھا۔ مزید اس عہد میں میں فارسی کی بالادستی قائم تھی۔ مگر عوامی طبقے میں گلی کوچہ سے لے کر بازاروں میں یہ ریختہ یعنی اردو کا میدان روز افزوں وسیع تر ہو رہا تھا۔ اسی باعث معاشرے کی حساس قوم شعرأ کو زبان ریختہ میں اپنے جذبات و احساسات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کی تحریک و تقویت ملی۔ اس کی مقبولیت کے سبب ہر طبقے کے لوگ ضرورتاً اس کی سرپرستی میں مصروف ہو گئے۔ عوام میں مقبولیت اور پسندیدگی کی وجہ سے ایوان شاہی میں بھی ریختہ کی بازگشت کانوں میں سنائی پڑنے لگی۔ اسی سبب سے معاشرے میں اشرافیہ طبقہ بھی اس کی جانب مائل ہونے لگا۔ ولی اورنگ آبادی کے کلام کی دلّی آمد نے شعر و سخن کی محفل میں فکری و عملی انقلاب برپا کر دیا۔ اردو کی مقبولیت نہ صرف دوچند ہوئی بلکہ اسے استحسان کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔ فارسی کی جگہ اردو کا بول بالا ہونے لگا۔ آبرو اور ان کے معاصرین نے زبان کی ایسی پرورش و پرداخت کی۔ کہ اس میں الفاظ و معانی کی بے پناہ توسیع ہوئی۔ اور زبان ریختہ میں اظہار و ابلاغ کے لیے کافی ذخیرۂ الفاظ جمع ہو گیا۔

دراصل آبرو کا عہد سیاسی ابتری، معاشرتی خلفشار اور زبان کی ناہمواری کا تھا۔ جس میں ہزل و زٹل کی

صورت اپنے عروج پر تھی۔ جعفر زٹلی کا کلام ان سب معاملات کی تصویر کشی کرتا ہے۔ زبان کا یہی بھونڈا پن آبرو اوران کے معاصرین کی محنت شاقہ اور قلم کی شعوری تراش خراش سے زبان و بیان کی زینت بن جاتا ہے۔ ولی کا دیوان ۱۱۳۲ھ میں دہلی آیا تو اس وقت آبرو اور حاتم کا غزلیہ کلام موجود تھا۔ حاتم نے اپنا قدیم دیوان ۱۱۴۱ھ میں ترتیب دیا۔ 'مخزن نکات' کے مصنف قائم چاند پوری نے اس میں تقریباً چار ہزار اشعار کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ اس مختصر مدت میں کثیر تعداد اشعار کی موجودگی حاتم کی تخلیقی صلاحیت پر دال ہے۔ ان سب ادبی سرمایوں کے تعلق سے ہمارے محققین نے بازیافت کر کے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جن کو 'دیوان زادہ' کے مقدمے میں پروفیسر عبدالحق نے ان الفاظ میں یاد کیا ہے:

'ہمارے محترم بزرگوں کی جدوجہد سے اس دور کا بہت کچھ ادبی سرمایہ گم نام ذخیروں سے نکل کر ہماری رسائی میں آ گیا ہے۔ اس دولت بیداد کی بازیافت سے ادبی تاریخ کی غیر مربوط کڑیوں اور خلاؤں کو پُر کرنے میں بڑی پیش رفت ہوئی ہے۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے دیوان فائز کی تحقیق واشاعت سے ایک نئے ادبی سفر کا آغاز کیا جو مبارک اور مستحسن ہونے کے ساتھ ایک فال نیک بھی تھا۔ ان کے بعد پروفیسر محمد حسن نے دیوان آبرو کی بازیافت سے ادبی تاریخ کو نئی جہت سے روشناس کرایا۔ اسی طرح دیوان شاکر ناجی و دیوان یکرو و یقین وغیرہ کی اشاعت سے قدیم متون تک رسائی آسان ہوگئی۔' [۱]

ہمارے محققین اور ناقدین نے ریختہ یعنی اردو کے بہت سے قدیم سرمایہ پر تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالی اور اسے محفوظ بھی کیا۔ جس سے ہمیں یہ اطلاع فراہم ہوتی ہے کہ اردو نے کھڑی بولی کے لہجہ میں بہت سی زبانوں کے الفاظ کی آمیزش کو قبول کیا۔ اور اپنی نشو ونما کی ارتقائی منزل طے کرتی رہی۔ یعنی اردو زبان بہت سے نشیب وفراز اور تحریفات سے گزرتے ہوئے خوب سے خوب تر کی طرف مائل رہی۔ اس عبوری دور میں آبرو اوران کے معاصرین کی زبان کا لطیف اور قواعد کی رو سے درست ہونا ممکن نہ تھا۔

اردو ادب کی تاریخ شاہد ہے کہ فارسی زبان وادب کے استفادے سے اردو نے شعر وسخن کی تخلیقی دنیا آباد کی۔ کیوں کہ اس عہد کے ہر شاعر نے فارسی میں اپنے کلام کی نمائندگی ضرور درج کی ہے۔ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ فارسی ہندوستان میں بیرونی زبان تھی۔ وہ ہندوستان کے عوام میں مادرانہ زبان کے طور پر رائج نہ ہو سکی۔ ہاں اس کے زیر سایہ ریختہ قبول عام پا کر فارسی کے مدمقابل اردو زبان کی صورت میں آ کھڑا ہوا۔ اس سیاق میں پروفیسر عبدالحق اظہار خیال کرتے ہیں:

'فارسی ہندوستان میں بہرحال ایک بیرونی زبان تھی اور مادری زبان کا درجہ نہ لے سکی۔ اہل زبان سبک ہندی پر خندہ زن

---

[۱] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۳۲

رہے۔ شیخ علی حزیں اور خان آرزو کا معرکہ، غالب کے استاد عبدالصمد کا فرضی وجود اہل ہند کی فارسی دانی کے احساس کم مائیگی کے نتائج ہیں۔ اس صورت حال میں اردو کا فارسی کے دوش بدوش آنا ایک فطری عمل تھا۔ لسانی خود مختاری کا یہی احساس اردو کو فارسی کا حریف بناتا ہے۔ دوسری طرف عوام میں اردو کو مقبولیت مل رہی تھی۔ خواص کی محفلوں اور قلعہ معلیٰ تک اس کی بازگشت سنائی دینے لگی تھی۔ ولی اور حاتم کا فارسی کو ترک کر کے اردو میں شعر کہنا اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ بقول صاحب طبقات سخن آبرو نے بھی فارسی ترک کر کے اردو میں شاعری شروع کی۔' [۱]

کلام آبرو کا رنگ سخن ہندوستانی گنگا جمنی تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ جس میں ہندوستانی معاشرہ کی تہذیب و ثقافت کے متنوع رنگ بدرجہ اتم موجود ہیں۔ محمد شاہی دور کے مطابق زیادہ تر ان کے کلام میں عوام وخواص کی رومانوی اور عیاشانہ طرز معاشرت کا اظہار ملتا ہے۔ اس عہد میں امرد پرستی، عشق بازی وغیرہ اخلاقی جرم تسلیم نہیں کیے جاتے تھے۔ اسی لیے بزم آرائی، رقص وموسیقی اور شراب وشباب اس دور کے عام وخاص کا مستحسن مشغلہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر وقت لوگ کیف وسرور میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس طرح کے ماحول کے باوجود پند ونصائح اور تصوفانہ طرز فکر کی محفلیں بھی معاشرہ کی اصلاح کے لیے متوازی طور پر رائج تھیں۔ اس سلسلہ میں پروفیسر خالد محمود لکھتے ہیں:

'تہذیب ومعاشرت کے ان رائج الوقت معیارات اور عیش پرستانہ بزم آرائیوں کے پہلو بہ پہلو تصوف کی روایت بھی اس عہد کی ایک مضبوط پناہ گاہ تھی۔' [۲]

آبرو کے عہد میں اردو ارتقائی دور سے گزرتے ہوئے شعر وسخن میں علمی وفکری اظہار کا ذریعہ بھی بننے لگی تھی اور عوام میں مقبولیت کی راہ پا گئی تھی۔ اس سے قبل ولی دکنی کے کلام نے شمالی ہند کے شعرا پر اپنے اثرات مرتب کر دیے تھے۔ مزید یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس عہد میں فارسی کی بالادستی کو ہندوستانی ریختہ گو شاعروں نے چیلنج کر دیا تھا۔ کیونکہ عوام میں ریختہ کی اثر پذیری روز بہ روز فروغ اور مقبولیت پا رہی تھی۔ آبرو نے ریختہ گوئی کے ذریعہ ہی سخنوروں میں نمایاں مقام اور عوام میں مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ آبرو کے کلام پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ ان کا کلام اس عہد کے عوام کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا۔ جو عین فطری تھا۔ آبرو کا کلام عوامی ماحول کے مطابق صرف عشقیہ پیرایۂ اظہار سے مملو ہے۔ مگر زبان وبیان کی نفاست زبردست ابلاغ کی حامل ہے۔ ان کے کلام میں ایک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے باندھا گیا ہے۔ مگر معنی ومفہوم میں یک رخا پن پایا جاتا ہے۔ آبرو کے دیوان کے دستیاب جملہ مخطوطات کی غزلوں، مخمس، مثنوی متفرق اشعار کی تعداد میں کمی بیشی، الفاظ کی تقدیم وتاخیر اور تحریف بھی پائی جاتی ہے۔ جو کاتبین کے قلم کا سہو معلوم

---

[۱] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص۵۲، [۲] مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبرو: خالد محمود، ص:۵۲

ہوتا ہے۔ یہاں اس بحث سے قطع نظر صرف طرز کلام پر توجہ مبذول کرتے ہیں۔ انھوں نے دیوان کے اول شعر میں خدا کی تعریف میں اپنے ہر بال کو زبان عطا کر دی ہے اور وہ ہر آن خدا کی پکار میں مصروف ہیں۔

ہر مو زبان ہوا ہے ہمارا جدا جدا
کہتا ہوں ہر زبان سیتی ہردم خدا خدا

یہ بات حقیقت ہے کہ کوئی زبان اپنے نشو ونما کے شروعاتی دور میں زبان و بیان کی رو سے شعر وسخن میں انتہائی کمال کا مظاہرہ نہیں کر سکتی۔ شاعر کو کسی زبان کے ارتقائی دور میں طرز اظہار کے لیے قدم قدم پر فطری طور پر تشبیہاتی انداز رواں رکھنا پڑتا ہے۔ جب ہم اس تعلق سے دیوان آبرو پر نظر ڈالتے ہیں تو بہت سے تشبیہاتی اشعار جا بہ جا ملتے ہیں۔ ایسے اشعار کی نشان دہی اور ان کے معنی و مفہوم پر اظہار کرنے سے قبل تشبیہ کے حوالے سے گفتگو کرنا مناسب ہے۔

علم البیان میں کلام کی مختلف خوبیوں سے سروکار رکھا جاتا ہے۔ مگر یہ چیزیں شعر وسخن کے لیے ناگزیر نہیں ہوتی ہیں۔ تاہم شعری حسن میں اضافہ کا باعث بن جاتی ہیں۔ اردو زبان وادب میں شعریات کی رو سے ان کا اصطلاحی نام صنائع وبدائع ہے جن میں شعر کے لفظی ومعنوی محاسن سے بحث کی جاتی ہے۔ تشبیہ کے لغوی واصطلاحی معنی کسی شے کو دوسری شے کی خارجی وداخلی خوبیوں کی بنیاد پر براہ راست اس کے مانند ٹھہرانا تشبیہ کہلاتا ہے۔ ماہرین سخن شناس نے تشبیہ کی چھ قسمیں: تشبیہ مرسل، تشبیہ مؤکدہ، تشبیہ مفرد، تشبیہ مرکب، تشبیہ قریب، تشبیہ بعید بیان کی ہیں۔

آبرؔو کا عہد اردو زبان وادب کی تشکیل کا آغازی دور تھا۔ اردو زبان یعنی ریختہ نے اپنے بال و پر سنوار کر اڑان بھرنا شروع کر دیا تھا۔ آبرو نے محبوب کی زلف سے مار کھانے کے خوف کا منظر شعر کے مضمون میں اس طرح باندھا ہے:

دل یوں ڈرے ہے زلف کا مارا پھونک سیں
رسی سیں اژدہے کا ڈرے جیوں ڈسا ہوا

غالبؔ کے عہد تک اردو زبان اپنے گیسو خوب سے خوب تر بنا چکی تھی۔ الفاظ کا ذخیرہ بھی قابل قدر تعداد میں جمع ہو گیا تھا۔ جس کے باعث بالا مضمون کو نئے انداز میں بڑی نفاست کے ساتھ غالب کی عبقری شخصیت نے کچھ اس طرح پیش کیا ہے:

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

آبرؔو نے محبوب کی زلف سے بالواسطہ طور پر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اگر ناگن بھی اس کی طرف دیکھے تو وہ حسد میں کلیجہ ہی الٹ دے گی:

اگر دیکھے تمہاری زلف کے دس
الٹ جاوے کلیجا ناگنی کا

آبرؔو نے دل کی نرمی اور روئی کی ملائمت میں باہم مشابہت تلاش کی ہے۔ شاعر نے اس کی وجہ محبوب کے ملائم گالوں سے دل کی رغبت بتائی ہے۔ شعر پر غور کیجیے:

جب سیں ترے ملائم گالوں کی دل میں دھن ہے
نرمی سوں دل ہوا ہے تب سوں روئی کا گالا

شاعر کے دل میں بہت سی پریشانیوں کا درد والم سوزِ نہانی بنا ہوا ہے۔ مگر وہ جس رات اس کے بیان کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ تو اس کے منہ میں زبان دیے یعنی چراغ کی بتی کی مانند لگتی ہے:

دیے میں جیوں بتی ہو یوں دہکتی ہے زباں مکھ میں
کروں جس رات کے اندر بیاں سوز نہانی کا

شاعر اپنے محبوب کے ہونٹ کی تعریف لعل کی سرخی کے مانند اصلی بتاتا ہے مگر محبوب کو پان نہ کھانے کا مشورہ بڑے ترش انداز میں دیتا ہے:

تمہارے لب کی سرخی لعل کی مانند اصلی ہے
اگر تم پان اے پیارے نہ کھاؤ گے تو کیا ہوگا

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کو عشق ہوتا ہے تو اسے ذہنی اضطراب لاحق ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر محبوب کی لگن میں جان شمع کی طرح جلتی محسوس ہوتی ہے:

ہر رات شمع کے جیوں جلتی ہے جان میری
جب سیں لگی ہے تم سیں دل کی لگن مَمولا

یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ شعلہ خو یعنی تیز مزاج محبوب اپنی نزاکتوں سے عاشق کو گرویدہ بنالیتی ہیں۔ مگر عاشق عشقیہ معاملات میں بہت ہی شعلہ خویاں ہے۔ جس وجہ سے مے کشاں کے مابین اس کا دل کچھ اس طرح تقسیم ہوا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

شعلہ خویاں نیں یوں لیا دل بانٹ
مے کشاں بیچ جیوں کباب آتا

عاشق جب باغ میں سیر کرنے کے لیے جاتا ہے تو حسن اتفاق سے اسے چمن میں وضع قطع سے مزین محبوب مل جاتا ہے۔ وہ بظاہر پھول کی مانند مگر سج دھج کے لحاظ سے خار معلوم ہوتا ہے۔ آبرو نے شعر کے مضمون کی رو سے محبوب میں تشبیہ و تضاد کی حالت، رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے کس خوبصورتی سے بیان کی ہے:

مل گیا تھا باغ میں معشوق اک ٹک دار سا
رنگ رو میں پھول کے مانند سج میں خار سا

شاعر اپنے محبوب کے عشق کی آگ میں جلنے پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ جب کہ عمومی طور پر مادی عشق کی آتش میں جلنے والے عاشقوں کی حالت زار نا گفتہ بہ ہوتی ہے۔ مگر یہاں پر شاعر عاشق کی خوشی کے اظہار کی تشبیہ آگ کی تپش کے ذریعہ بھاڑ میں چنے کے بھن کر کھل جانے سے دیتا ہے:

یوں دل ہمارا عشق کی آتش میں خوش ہوا
بھن کر تمام آگ میں کھلتا ہے جیوں چنا

عاشق اپنی معشوقہ سے اس شدت سے محبت رکھتا ہے کہ اس کے جدا ہو جانے پر اپنی جان سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ شاعر محبوب کی جدائی میں عاشق کے جان دینے کی تشبیہ چوپڑ کے کھیل میں گوٹ کے مر جانے سے دیتا ہے:

یوں جدا ہو تجھ سیں میرے دل نے آخر جی دیا
جیوں جدا ہو جگ سیتی مرتی ہے چوپڑ بیچ گوٹ

یہ عام مشاہدہ ہے کہ انسان عمومی طور پر جہان فانی میں مضطرب و پریشان آخری دم تک رہتا ہے۔ یعنی جب تک وہ موت کی آغوش سے ہم کنار نہ ہو جائے۔ بیشتر انسان حیات فانی میں بے قراری سے دوچار رہتے ہیں۔ ان کے دل کی حالت سیماب کی طرح ہوتی ہے۔ شاعر نے اس تشبیہ کو غزل کے مطلع میں کیا خوب برتا ہے:

تڑپھتا رہتا ہے جب لگ تب لگ مرتا نہیں
دل کے تئیں سیماب کے جیوں بے قراری ہے حیات

یہ عام حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان عمومی طور پر کسی کام میں مصروف کار ہونے کے بعد بہت سی چیزوں سے غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔ شاعر نے اس بات کی طرف توجہ مبذول کی ہے کہ انسان دوران وصل ہجر کی کیفیت کو بھول جاتا ہے کہ جس طرح انسان نشہ کی حالت میں خمار کی صورت سے آشنا نہیں ہوتا:

وصل کے بیچ ہجر چاہے بھول
جیوں نشے میں خمار کی صورت

عاشق معشوق سے کہتا ہے کہ اگر میرے ہاتھ تیرے حنائی ہاتھ سے لگ جائیں تو میرے ہاتھ بھی ٹھیک اسی طرح حنائی رنگ کے ہوجائیں گے۔جس طرح ایک شمع سے دیگر شمع روشن ہوجاتی ہے۔شاعر نے مضمون کو شعری پیکر میں کیا خوب باندھا ہے:

لگے سیں شمع کے ہوتی شمع جیوں روشن
یوں تیرے ہاتھ سیں لاگے تو ہو حنائی ہاتھ

اس غزل کے چار اشعار تشبیہی انداز کے ہیں مطلع میں شاعر نے دنیاوی زندگی کی بے ثباتی پر اظہار کیا ہے۔ یہ دنیا خاص طور سے بنی نوع انسان کے لیے فریب وسراب کی مانند ہے۔جس کے سحر میں خاص وعام مبتلا ہیں:

زندگی ہے سراب کی سی طرح
باد بندی حباب کی سی طرح

اس مضمون کو میرؔ نے معروف غزل کے مطلع میں کمال انتہا کو پہنچا دیا ہے:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

محبوب کے ذریعہ خبر حاصل کرنے کے بعد عاشق کا یہ عالم ہوا ہے کہ:

ٹک خبر لے کر تیرے ہاتھوں سیں
جل رہا ہوں کباب کی سی طرح

ہمیں معلوم ہے کہ شراب ایک نشہ آور مشروب ہے۔جس کے نوش کرنے سے انسان خمار کی گرفت میں آجاتا ہے اوراس کے ہوش وحواس معطل ہوجاتے ہیں۔شاعر نے اس مضمون کو کچھ انوکھے انداز میں باندھا ہے۔جس میں بالواسطہ طور پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ عاشق بے گناہ ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی جرم نہیں ہوتا اورتو نے بہت سے بے گناہ عاشقوں کا قتل کیا ہے۔یعنی تیرے اوپر قتل کرنے کا جنون شراب کے نشہ کی طرح چڑھ رہا ہے:

تجھ اوپر خون بے گناہوں کا
چڑھ رہاہے شراب کی سی طرح

شاعر نے دہلی کے گردونواح کی عورتوں کے ایسے تکیہ کلام کو بڑی خوبصورتی سے شعر میں باندھا ہے۔ جب جوان کنواری لڑکیاں بضد ہوکر اپنی ماؤں یا دیگر عورتوں سے مقابلہ آرائی کرتی ہیں۔تو عورتیں طنز کے طور پر کہتی ہیں۔شعر کے الفاظ پر غور کیجیے:

کون چاہے گا گھر بسی تجھ کوں
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

عاشق کو معاملات عشق میں دل پر قابو نہیں رہتا۔ وہ تو صرف محبوب کے عشق کی ڈور سے بندھ جاتا ہے۔ شاعر نے عاشق کی محبوب سے دلی وابستگی کی لطیف حقیقت کو مادی حقیقت سے کیا خوب تشبیہ دی ہے:

یوں بندھا ہے گل بدن کے قدسیں دل بے اختیار
لال خان لکڑی سیں جیوں کر باندھیے تقصیر وار

عاشق کا لاغر و کمزور جسم عشق کی آگ کے شعلہ میں خس و خاشاک کی طرح بڑی آسانی سے جل جاتا ہے ۔شاعر اس خیال کو الفاظ کے پیکر میں کیا خوب باندھتا ہے:

یوں تن لاغر جلا ہے عشق میں
شعلۂ آتش جیوں جلتا ہے خس

خالق کائنات نے جملہ ذی روح کو مختلف جبلتیں عطا کی ہیں۔ انسان شعوری طور پر جبلتوں کا ارتفاع کر سکتا ہے ۔یعنی ان پر ضبط کا اختیار رکھتا ہے۔ لیکن بعض آدمی جنسی ہوس کا اس قدر عادی ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کسی بھی حسین چہرہ کو دیکھتا ہے ۔تو وہ اس کی طرف ایسے لپکتا ہے جیسے شہد پر مکھی گر پڑتی ہے:

یوں گریں ہیں بوالہوس تجھ مکھ کوں دیکھ
شہد کوں جیوں دیکھ کر ٹوٹے مگس

ابن آدم کی شخصیت میں بہت سی عادتیں خلق ہو جاتی ہیں۔ جن سے اس کی شخصیت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ خاص طور سے موذی صفت انسان رقابت میں زبان سے بچھو کے ڈنک کی مانند کام کرتا ہے:

رہتی نہیں زبان یہ موذی رقیب کی
بچھو کا جس طرح کہ ٹھہرتا نہیں ہے ڈنک

شاعر نے محبوب کی گلی میں پڑے عاشقوں کو باغ میں اوس کے قطروں سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ عاشق کا دل کوچہ جاناں کے تصور میں ہمہ دم محو رہتا ہے۔ تشبیہ پر غور کیجیے:

چمن میں اوس کے قطراں کے مانند
پڑے ہیں تجھ گلی میں جا بجا دل

عاشق محبوب کو غنچہ کی طرح تنگ دامانی سے پرہیز اور پھول کی مانند شگفتگی کو بروئے کار لانے کا مشورہ دیتا ہے۔ شعر کے دونوں مصرعے تشبیہ کا مظہر ہیں:

تنگ رہتا کب تلک غنچے کی طرح
پھول کے مانند ٹک کھل جا سجن

آبرو نے محبوب کی ابرو کے ذریعہ سینہ کے فگار ہونے کا معاملہ بیان کیا ہے۔محبوب کی نہ جانے کون سی ادا ایسی ہو جس کے باعث عاشق کا سینہ زخمی ہو جائے۔محبوب کی ابرو سے عاشق کا سینہ اس طرح زخمی ہوتا ہے۔ جس طرح تختہ کو آرے سے کاٹا جاتا ہے:

سینے کوں ابرواں نے تیرے یوں کیا فگار
تختے اوپر چلاوتے ہیں جیوں کہ آرے کوں

دنیا کے ہر معاشرے میں بہت سے انسان اتنے سادہ رویاں ہوتے ہیں کہ وہ عام فہم سے بھی عاری ہوتے ہیں۔وہ عام بات کو بھی برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہوتے۔آبرو نے ایسے لوگوں کے مزاج کی ترجمانی تشبیہاتی طرز میں اس شعر میں بیان کی ہے:

کسی کی بات کی برداشت نہیں ان سادہ رویاں کوں
اگر دم ماریے تو آئینے کے جیوں مکدر ہوں

ہندوستان کے دیہاتی معاشرے میں عام طور پر بیشتر لوگ صبح سویرا یعنی فجر کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں۔تو اس ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے شاعر نے یہ بات کہی ہے۔کہ جب اس کا محبوب صبح اٹھ کر گلشن میں اپنی آنکھ ملتا ہے۔تو نرگس کی آنکھیں شرم سے مند جاتی ہیں۔کیا خوب تشبیہ ہے:

فجر اٹھ خواب سیں گلشن میں تم نے جب ملی انکھیاں
گئی مند شرم سوں نرگس کے پیارے جیو کلی انکھیاں

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔بعض شخص میں کوئی خوبی بڑی شدت کی کشش رکھتی ہے۔جو دوسرے انسانوں کو اس کی کشش سے شکار کرتی ہے۔ان میں آنکھ کی کشش منفرد مقام رکھتی ہے۔عاشق اپنے محبوب کی آنکھوں کی کشش کے وار کو دل میں کٹار کی طرح محسوس کرتا ہے:

کرتی ہیں ہر نگہ میں وار انکھیاں
لگتی ہیں دل میں جیوں کٹار انکھیاں

دنیا میں ہر ذی روح کی زندگی کی حقیقت موت کے سبب ہے۔اسی طرح وصل کی حقیقت ہجر کے باعث ہے۔شاعر نصیحت کرتا ہے کہ زندگی وموت، وصل وہجر کی بات کو جان کر باہم یاری دوستی نہ کرو:

زندگی کوں مرگ جیسیں وصل کوں لازم ہے ہجر
اس سخن کوں بوجھ کے آپس میں مت یاری کرو

آبرو نے شب چراغ کی طرح گہر کے دل کے جلنے کی نادر تشبیہ دی ہے۔اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شاید وہ محبوب کے کان کی لو سے مس ہوا ہے:

ہر شب چراغ کے جیوں جلتا ہے دل گہر کا
شاید لگی ہے پیارے تجھ کان کی اسے لو

شاعر کے محبوب کی خوبصورتی یعنی اس کی چمک روز بہ روز رفتہ رفتہ کچھ اس طرح بڑھ رہی ہے۔جس طرح سورج آہستہ آہستہ مزید گرم ہوتا ہے،شعر دیکھئے:

بڑھے ہے دن بہ دن تجھ مکھ کی تاب آہستہ آہستہ
کہ جیوں گرم ہو آفتاب آہستہ آہستہ

شاعر محبوب کے قد کی خوبی کو عَلَم سے تشبیہ دیتا ہے۔اور اس بات پر فخر کا اظہار کرتا ہے۔کہ میرے محبوب کے باعث مجھے اچھے قد وقامت والوں کی سرداری حاصل ہوئی ہے:

ترا قد آج خوبی میں علم ہے
مجھے خوش قامتاں کی سروری ہے

یہ حقیقت ہے جب کسی مجازی معشوق کے دو یا زائد عاشق ہوں تو وہ باہم خلش رکھتے ہیں۔مزید شدت تو اس وقت ہوتی ہے کہ وہ باہم رقیب بھی ہوں۔آبرو نے یہ مضمون شعر میں کیا خوب پیش کیا ہے:

رقیب نے جب سیں دیکھا تمن کے اب جان دل ہمارا
تدہاں سیں مانند کرکنے کے انکھیوں میں اس کی کھٹک رہا ہے

شاعر نے غزل کے مطلع میں کیا خوب تشبیہ پیش کی ہے۔نفس مضمون کی نزاکت کا حسن شعر میں دیکھئے:

زبان مجھ دل کی سوزش کے بیان سے جل جاوے
زبان کیا حرف زن جیوں شمع سرتاپا پگھل جاوے

شاعر نے اسی غزل کے ایک دوسرے شعر میں تشبیہ کو کمال ہنر کے ساتھ برتا ہے:

برہ کے پنتھ میں اے گرم رو لغزش سیں ڈرتا رہ
اٹھے ہے برق جیوں گر کر قدم جس کا پھسل جاوے

غزل کے مقطع میں محبوب کے عاشق کی طرف مائل بہ کرم ہونے کی تشبیہ پیاسی ہرنی کے پانی پر ٹوٹ

پڑنے سے دی ہے۔ جو عام روایت سے ہٹ کر ہے۔عموماً شعرا ٔنے عاشق ہی کا محبوب کی طرف حد درجہ التفات رواں رکھا ہے۔مگر یہاں محبوب کی چشم میں عاشق کے لیے تڑپ اور میلان کو پیش کیا گیا ہے:

مائل ہے آبرو پر یوں چشم آج تیری
پیاسی ہو ٹوٹتی ہے پانی پے جیوں کہ ہرنی

شاعر نے غزل کے مطلع میں محبوب کے حوالہ سے یہ عرض کیا ہے کہ ہوا نے پھر کر یعنی بدل کر تیرے گیسوؤں کو پلٹ دیا ہے۔میرے لیے یہ منظر ناگن کے ڈسنے کی طرح ہے۔جس کے باعث میرا اضطراب شدید تر ہو گیا یعنی میرا دل بھی الٹ گیا:

یہ باد کیا پھری کہ تیری لٹ پلٹ گئی
ناگن کی بھانت ڈس کے میرا دل الٹ گئی

بظاہر انسان کا دل گوشت کا لوتھڑا ہے۔جو مادہ ہے۔مگر اس کے ذریعہ غیر مادی لطیف شے فکر و تامل کا صدور بھی ہوتا ہے۔شاعر محبوب کے ذریعہ سینے سے دل نکالنے کی تشبیہ میں سیپی سے موتی نکالنے کی حقیقت کا اطلاق کرتا ہے:

سینے سیں دل ہمارا یوں کاڑھ کر لیا ہے
لیتے ہیں سیپ سیتی جوں کر نکال موتی

انسان کے دل میں جب کسی چیز کے حصول یا نجات کے حوالہ سے اضطرابی کیفیت دوچند ہو جاتی ہے۔عاشق خاص طور پر محبوب کی بے اعتنائی کی وجہ سے ذہنی طور پر انتہائی کشمکش سے دوچار ہوتا ہے۔شاعر عاشق کی ایسی حالت کو مرغِ بسمل سے کیا خوب تشبیہ دیتا ہے:

میاں صاحب مرے بے تاب دل پر سخت مشکل ہے
نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے بعینہ مرغ بسمل ہے

عام طور پر معاشرے میں معاشقانہ روش کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے معاشرے میں عاشق کو عشق مجازی کی راہ سے بچنے کی نصیحت کرنے والے ملتے ہیں۔شاعر نے عاشق کے ناصحوں کے درمیان پھنسنے کی کیا خوب تشبیہ دی ہے۔کہ جیسے دہقانیوں کے بیچ شہری آجاتا ہے:

اس طرح ناصحوں میں آکر پھنسا ہے عاشق
دہقانیوں میں جب سیں واقعہ ہوا ہے شہری

خالق کائنات نے جملہ ذی روح کی حیات کا انحصار کسی نہ کسی مادی شے پر رکھا ہے۔عمومی طور پر مچھلی

کی حیات کا انحصار پانی پر رکھا ہے۔ بنی نوع انسان کو دوسری ذی روح پر تفکر کی فوقیت عطا کی ہے۔ جس میں وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر مبتلا رہتا ہے۔ انسان میں حس جمال ہے۔ وہ محبوب کے جمالی جلوؤں سے اس قدر مانوس ہو جاتا ہے۔ اگر وہ محبوب سے جدا ہوتا ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ اس حالت کا اظہار شاعر شعر میں کیا خوب پیش کرتا ہے:

بچھڑ پانی سیں جو حالت کہ مچھلی پر گزرتی ہے
مرے دل پر جدا ہو تم سیتی اے جان وہ گزری

حکمأ اور اطبأ کے اقوال میں یہ بات ملتی ہے کہ خوبصورت شے، سبزہ زار اور پانی کی روانی کو دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے شاعر محبوب کے جمال کے دیدار کو بینائی کے لیے سودمند بتاتا ہے۔ شاعر نے محبوب کے دہن اور چشم کو پستے بادام جیسے مقوی میوؤں سے تشبیہ دے کر شعر کو دو چند کر دیا ہے:

نظر کوں مقوی ہے اس کا جمال
دہن پستہ و چشم بادام ہے

دنیا کے شعروادب میں صنائع و بدائع کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جس سے کلام کے لفظی و معنوی حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے اگر کوئی صنعت فطری طور پر کلام میں پیدا ہو جاتی ہے تو بہت خوب معلوم ہوتی ہے۔ اگر شعوری طور پر کلام میں برتنے کی سعی کی جاتی ہے۔ تو بیشتر ایسے اشعار جذب و کیف کے فطری آہنگ سے عاری معلوم ہوتے ہیں۔ اردو شاعری میں لف ونشر خاص صنعت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے شعرأ نے اس صنعت کو دانستہ اور غیر دانستہ طور پر خوب استعمال کیا ہے۔ کلام آبرو میں اس صنعت پر توجہ کرنے سے قبل لف ونشر کے لغوی اور اصطلاحی معنی و مفہوم کے تعلق سے وضاحت کرنی مناسب ہے۔ لف ونشر عربی الفاظ ہیں۔ لف کے معنی لپیٹنا اور نشر کے معنی بکھیرنا یا پھیلانا ہے۔ عموماً اس کی دو قسمیں لف ونشر مرتب اور غیر مرتب بیان کی جاتی ہیں۔ شاعر جب شعر کے مصرعہ اولیٰ میں چند چیزوں کو بیان کرتا ہے تو اس کو لف کہتے ہیں۔ پھر مصرعہ ثانی میں اسی مناسبت سے الفاظ کو مجتمع کرنا نشر کہلاتا ہے۔ ہاں اگر دونوں مصرعوں میں الفاظ کی ترتیب باہمی مناسبت کے لحاظ سے صحیح مقام پر ہے تو ایسا شعر لف ونشر مرتب کہلاتا ہے۔ اگر کسی شعر میں یہ ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی تو ایسا شعر لف ونشر غیر مرتب کہلائے گا۔ کلام آبرو میں اس صنعت کی رو سے بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ایسے اشعار کے معنی و مفہوم کو حوالہ قلم کرتے ہیں۔ شاعر محبوب کی ظاہری ساخت کو بیان کرتے ہوئے یہ عرض کرتا ہے کہ میں تمہارے باعث ہی باغ کی سیر کرتا ہوں:

قد سرو، چشم نرگس، رخ گل، دہان غنچہ
کرتا ہوں دیکھ تم کوں سیر چمن ممولا

آبروؔ کو اپنے عہد میں ریختہ گوئی پر کافی قدرت حاصل تھی۔ انھوں نے بارہ اشعار پر مشتمل غزل قلم بند کی ہے۔ جس کے بیشتر اشعار لف ونشر کی صنعت کا علامتی مظہر معلوم ہوتے ہیں۔ چند اشعار پیش ہیں:

ایک بار ہنس کے ہم ساتھ اپنے جی سیں بولو　　اتنی ہی میرے دل میں حسرت ہے میرے صاحب
پھر کب ملاپ چل کر ٹک مسابقوں میں بیٹھو　　کیوں بے مزہ ہے آخر صحبت ہے میرے صاحب
حق نے دیا ہے اس کوں کیوں کر نہ ہو توقع　　صاحب جمال صاحب دولت ہے میرے صاحب

اسلام میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کا مقام بہت بلند ہے۔ چاروں اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے۔ حضرت علیؓ علم کے مجسم پیکر تھے۔ اللہ نے بہادری اور علم اعلیٰ درجہ کا دیا تھا۔ آبرو نے اس مضمون کو لف ونشر کے ساتھ تلمیح بطور باندھا ہے:

علی سیں ہم جانا دین وایمان اور پیغمبر　　پیغمبر علم کا گھر ہے پے اس گھر کا علی ہے در

مجازی محبوب اپنے عاشق کو ذہنی اذیتوں سے دوچار کرتا ہے۔ جب عاشق کے لیے اذیتیں برداشت سے باہر ہو جاتی ہیں۔ تو وہ اس کے بہت سے دشنام رکھ کر ذہنی تناؤ کا اسہال کر لیتا ہے۔ دیکھیے شاعر کس طرح محبوب سے مخاطب ہے:

بے رحم و بے وفا و تنک رنج و تند خو　　تجھ کوں ہزار نانو سجن دھر گئے ہیں ہم

شاعر محبوب کے سراپے کو لف ونشر کے ساتھ گلی جامن کی تشبیہ سے جوڑ کر کیا خوب پیش کرتا ہے:

سراپا آج نمکینی و نرمی وگدازی سیں　　ہوا یہ سانولا گویا نمک میں گلی جامن

شاعر خاک عدم سے نکلنے والے نرگس اور گل کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ یہ سب تمنا کے نظارے کے لیے ہے:

کبھی نرگس کبھی گل ہو میرے خاک عدم سیتی　　نکلتی ہیں انکھیاں ہر فصل تمنا کے نظارے کوں

ابن آدم میں اگر یہ اوصاف جاگزیں ہو جائیں تو وہ دیگر انسانوں کے دل کو لبھالے گا۔ شاعر ایسے اوصاف کا ذکر مطلع میں کیا خوب کرتا ہے۔ یہ لف ونشر کی صنعت کا مظہر بھی ہے:

لبھایا ہے دل تیرے اوصاف نیں　　کرم نیں مروت نیں الطاف نیں

شاعر نے کیا خوب پنج تن کی تلمیح کے ساتھ لف ونشر کی صنعت کو مطلع میں باندھا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان کی دونوں جہاں کی کامیابی کا انحصار حضور ﷺ کے طریقہ میں ہے:

دونوں جہاں میں کافی ہیں ہم کوں یے پنج تن　　محمدؐ اور علیؓ ،فاطمہؓ،حسنؓ وحسینؓ

آبروؔ ریختہ گو شعرا میں احساسات وجذبات کی ترجمانی بہتر انداز میں کرتے تھے۔ ان کی زبان بڑی شستہ تھی۔ وہ اپنے محبوب کی اداؤں کو غزل کی ہیئت میں بڑی خوبصورتی سے ڈھالتے ہیں۔ جملہ اشعار لف ونشر کی

صنعت پر دال معلوم ہوتے ہیں چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

اس زلف جاگزا کوں صنم کی بلا کہو　　افعی کہو سیاہ کہو ازدہا کہو

عاشق کا درد حال چھپانا نہیں درست　　پرگھٹ کہو پکار کہو پر ملا کہو

شاہ نجف کے نام کوں تو آبرو سیں سیکھ　　ہادی کہو امام کہو رہنما کہو

شاعر اپنے محبوب کے چہرہ کا حلیہ بیان کرتا ہے۔ وہ اس کو شعر وسخن کی کارستانی سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ شعر اپنے فطری انداز میں لف ونشر کی صنعت کو خوب بیان کرتا ہے:

اس سیہ چشم اور سیہ خط اور سیہ ابرو کے کام　　ریختے میں تم اگر برتو تو کارستان کہو

انسانی مزاج کا یہ فطری حسن ہے۔ جب اسے کسی سے ہمدردی اور محبت ہو جاتی ہے۔ تو وہ اس کی تعریف وتوصیف خوب کرتا ہے۔ خاص طور سے جب اس کا محبوب حسن و جمال کا پیکر ہو۔ شاعر محبوب کے سراپے کا بیان لف ونشر کے شعر میں کچھ اس طرح کرتا ہے:

زلف سیاہ، ابروئے کج، خط سبز رنگ　　ہر ایک کافری میں نرالا فرنگ ہے

شاعر نے محبوب کے چند اعضا کا ذکر بڑے حسن کمال سے کیا ہے۔ عاشق ہر عضو کو الگ الگ چاہتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا دل ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ غزل کے مطلع میں لف ونشر کی صنعت فطری انداز میں وجود پا گئی ہے:

لب کوں انکھیوں کوں مکھ کوں بر کوں کمر کوں قد کوں
ان سب کوں چاہتا ہے ٹکڑے ہو دل بٹا ہے

عاشق کا محبوب شوخ، بانکہ اور نکٹ بھوں ہی نہیں بلکہ جان کا دشمن یعنی خون کا پیاسا بھی ہے۔ شاعر نے ان سب باتوں کو لف ونشر کی صنعت میں شعری پیرایہ عطا کیا ہے، مطلع دیکھئے:

دشمن جاں ہے تشنۂ خوں ہے　　شوخ ہے بانکہ ہے نکٹ بھوں ہے

معشوق کی لٹک چال نہ صرف عاشق کا دل چھیلتی ہے بلکہ اس کے او پر سحر، ٹوٹکا اور افسوں کا اثر بھی کرتی ہے:

دل کو چھلنے کوں یہ لٹک چلنا　　سحر ہے ٹوٹکا ہے افسوں ہے

بنی نوع انسان کو معاشرتی زندگی میں دوست و دشمن سے سابقہ ضرور پڑتا ہے۔ انسان کے لیے رقابت ذہنی تناؤ کا سبب بن جاتی ہے۔ شاعر رقیب سے درگزر کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ مگر دشمن کی کمیوں کے بیان سے گریز نہیں کرتا ہے:

درگزر کر رقیب سیں اے دل بے حیا ہے رجالا ہے دوں ہے

انسان محبوب کی بہت سی ناز یبا عادتوں اور باتوں کونظر انداز کرتا رہتا ہے۔آبرو بھی یار کی کج اداؤں کے سامنے سرخم تسلیم کرتا ہے:

بے وفا ہے شوخ ہے بے رحم ہے بیزار ہے جو کہو سب کچھ ہے لیکن کیجیے کیا یار ہے

حقیقت یہی ہے کہ انسان دنیا میں مسافر،شکستہ اور گدا کی مانند ہے۔تاہم آدمی بہت سی علتوں سے خود نبرد آزما رہتا ہے۔اور ذہنی انتشار میں پڑ کر بیدلی کا شکار ہو جاتا ہے۔آبرو اس بارے میں مشورہ دیتے ہیں:

عبث بیدل کرو مت آبرو مسافر ہے شکستہ ہے گدا ہے

آبرو نے غزل کے مطلع میں لف ونشر کی صنعت کو کس خوبی سے برتا ہے ملاحظہ کیجیے:

میاں صاحب مرے بےتاب دل پر سخت مشکل ہے نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے بعینہ مرغ بسمل ہے

عاشق اپنے محبوب سے عرض کرتا ہے کہ اے جان تیرے سبب میرا دل پیار،شوق اور محبت کی آماج گاہ بنا ہوا ہے:

جان تیرے سبب مجھے دل ساتھ پیار ہے، شوق ہے، محبت ہے

مخمس کے اول بند میں لف ونشر کی صنعت کو کیا خوب باندھا ہے:

دیوانۂ اسیر سلاسل کہا کرو ریش و فگار و زخمی و بسمل کہا کرو

صید کمند عقدۂ مشکل کہا کرو بیمار اور خستہ و گھایل کہا کرو

اس خانماں خراب کوں مست دل کہا کرو

آبرو نے مثنوی کے شعر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔کہ انسانی شعور کے باعث جملہ فنون اور کاموں میں سگھڑائی یعنی بہتری نظر آتی ہے۔شاعر نے مضمون کو کس خوبی سے شعر میں پیش کیا ہے:

راگ و ناچ و چنگ شعر منتخب ہیں سجن موقوف سگھڑائی پے سب

دنیا کی ہر زبان وادب میں تلمیح کی حقیقت مسلم ہے۔شاعر وادیب تخلیقات میں تلمیح سے استفادہ کرتا ہے۔شعر یا فن پارہ تاریخی واقعہ اور مذہبی روایت کے معنی ومفہوم کا متحمل ہو جاتا ہے۔قاری کو ایسی تخلیقات کی فہم کے لیے تاریخی واقعات اور مذہبی روایات سے واقف ہونا ضروری ہے۔کیوں کہ قاری اپنے علم کی بنیاد پر ہی کسی تخلیق سے مستفید اور لطف اندوز ہو سکتا ہے۔آبرو کے کلام میں تلمیحی اشعار پر توجہ مبذول کرتے ہیں۔شاعر حضرت یوسفؑ کو نور دیدہ کے نام سے یاد کرتا ہے۔مزید ان کے گم ہو جانے کے بعد حضرت یعقوبؑ کے پدرانہ جذبات کے باعث گریہ وزاری زور پکڑتی ہے جسے شاعر قافلہ بتاتا ہے:

نوردیدہ گم ہوا یعقوبؑ کا گریہ کا جاتا ہے خالی قافلا

حضرت عیسیٰؑ کی تلمیح سے شعرأ نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اردو قارئین بھی اس تلمیح سے بخوبی واقف ہیں۔ آبرؔو محبوب سے استفسار کرتا ہے کہ تیرے لعل لب ہا میں حضرت عیسیٰ کا معجزہ کیوں نہیں ہے۔ تاہم ہمارا دل تیرے لب کے شوق میں مرجان ہو گیا ہے:

معجزا عیسیٰ کا نہیں ان لعل لب ہا میں تو کیوں
دل ہمارا شوق میں اس لب کے مرجاں ہوگیا

حضرت عیسیٰؑ کی تلمیح کے توسط سے آبرؔو نے محبوب کو مخاطب کر کے کیا خوب جتلایا ہے۔ کہ تیرے لب کو حق نے جو عیسیٰ کا معجزہ عطا کیا ہے وہ میرے بیمار دل کے باعث ملا ہے۔ شعر ملاحظہ کیجیے:

حق نے تجھ لب کوں دیا معجزۂ عیسیٰ تب جب میری جان مجھے یہ دل بیمار دیا

شاعر نے بطور تلمیح کوہکن، پرویز اور شیریں کا شعری پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔ آبرو کی حسن بیانی شعر میں ملاحظہ کیجیے:

کوہکن پرویز سن کر پھر جئے جان شیریں ہے مگر دل جو میرا

آبرؔو کے عہد میں مردم پرستی یعنی خوبصورت لونڈوں سے عشقیہ معاملات کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ شاعر کا معشوق لونڈا جو حسن و جمال اور انداز و ادا میں یوسف ثانی تو ہے مگر عادت و اطوار میں بے وفائی کا پیکر ہے ۔شاعر کے نزدیک اس کی انتہا کا عالم شعر میں ملاحظہ کیجیے:

کرے گا بے وفائی گو کہ عاشق باپ ہو اس کا
کہ انداز و ادا میں یوسف ثانی ہے وہ لونڈا

شاعر نے برہ کی رات کو ماہ محرم کی تلمیح سے تعبیر کیا ہے۔ اسلامی تاریخ میں خاص طور سے مسلم شیعہ مسلک کے عقیدہ کی رو سے محرم کا مہینہ بہت ہی المناک ہے۔ کیوں کہ اس مہینہ میں ہمارے آقا حضورؐ کے پیارے نواسہ حضرت حسینؓ اور ان کے مصاحبین کو یزیدی فوج نے بہیمانہ روپ سے شہید کر دیا تھا۔ شعر دیکھئے:

ہر قدم ماہ محرم ہے برہ کی راہ میں اس سفر میں کوئی بلا آگیں نہیں الا وفات

شاعر نے محبوب کے بھواں کے مابین خال یعنی تل کو کس تلمیحی طرز پر پیش کیا ہے اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ اہل بیت پر شامی حکومت قائم ہوگئی ہے:

دو مصرع پر بھواں کے خال یہ ظالم جو بیٹھا ہے ملی ہے آج شامی کوں حکومت اہل بیت اوپر

شاعر نے اسلام کے مرکز کعبہ کے طواف کا ذکر کیا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ انسان کو کعبۂ دل کا طواف خاکساری اور نیازمندی سے کرنا چاہیے کیوں کہ اگر تم کو عبادت کرنی ہی اس کے لیے

وضو درکار نہیں بلکہ اس کے بدل تیمّم سے بھی کام چل جاتا ہے:

طواف کعبۂ دل کر نیاز و خاکساری سیں　　　وضو درکار نہیں کچھ اس عبادت میں تیمّم کر

آبروؔ نے حضرت یوسفؑ اور ان کے والد محترم حضرت یعقوبؑ کے حوالہ سے الگ الگ نفس مضمون میں کئی اشعار قلم بند کیے ہیں۔ شاعر اس شعر میں حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کا حال یوسف مصری سے کہنے کی بات کر رہا ہے۔ کہ اے محبوب تیرے بنا میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رودنیل کی مانند جاری ہو گیا ہے:

مجھ انکھیوں کا ماجرا اس یوسف مصری سیں کہہ　　　تجھ بن انکھیاں سیں امنڈ جاری ہوا ہے رودنیل

شاعر نے عام روایت سے ہٹ کر عشق کے مضمون کو باندھا ہے۔ کیوں کہ عشق میں آزاری سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر دل نے اسے راحت میں تبدیل کرایا ہے۔ شاعر نے اس سیاق میں حضرت خلیلؑ کی تلمیح کو بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ کہ جس طرح انھوں نے آگ میں بیٹھ کر اسے گلزار بنا دیا۔ میں نے اسی طرح عشق کی آزاری کو اپنے دل کے ذریعہ راحت بنالیا:

دل نے میرے عشق کے آزار کوں راحت کیا　　　بیٹھ کر آتش کے تئیں گلزار کرتا ہے خلیلؑ

بنی نوع انسان کی دونوں جہاں کی کامیابی حضورؐ کے طریقہ پر عمل کرنے میں ہے۔ ان کی آل سے محبت کرنا ہمارے لیے نیکی کا درجہ رکھتا ہے اس بات کو شاعر نے بڑی خوبی کے ساتھ شعر میں بیان کر دیا ہے:

دو جہاں کے بیچ سرخروئی ہے　　　جس کے دل میں بسی نبیؐ کی آل

اسلامی روایات میں حضرت خضرؑ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں اپنی جانب سے کچھ غیب کا علم عطا کیا تھا۔ جس کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کے سیاق میں بنی نوع انسان پر یہ واضح کر دیا کہ صرف اللہ کی ذات ہی عالم الغیب ہے۔ مزید حضرت خضرؑ کے تعلق سے یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ نے انھیں طویل عمر عطا کی ہے۔ وہ قیامت تک بھولے بھٹکے انسانوں کی سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے رہیں گے۔ شاعر فانی دنیا سے اس قدر مانوس ہو گیا ہے۔ وہ اس کے لیے عمر خضر کا متمنی ہے۔ اس واسطہ سے انتظار کے لیے بیٹھنے پر آمادہ بھی ہے:

ہاتھ آوے اگر جو عمر خضرؑ　　　بیٹھ کر اس کا انتظار کروں

شاعر نے غزل کے مطلع میں حضرت یوسفؑ کی تلمیح کے ساتھ ایہام کی صنعت کو بحسن وخوبی برتا ہے:

وصل کے گھر میں خودی کے ساتھ نہیں پانے کا راہ　　　آپ سیتی اولاً خالی ہو تب یوسف کوں چاہ

اردو ادب میں شعرا نے عشق ومحبت کی علامت کے طور پر شیریں فرہاد کی تلمیح سے زبردست استفادہ

کیا ہے۔شاعر نے اس تلمیح کے سیاق میں انسان کے مادی جسم اور روح کی باہمی حقیقت کی جانب اشارہ کردیا ہے:

اب تلک گرچہ مرگیا فرہاد روح پتھر سیں سر پٹکتی ہے

قرآن میں حضرت یوسفؑ سے زلیخا کے یک طرفہ عشق اور الزام تراشی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔شاعر اس تلمیح میں زلیخا کی عشقیہ تدبیر کو ناقص بتاتا ہے۔مزید یہ بھی بتاتا ہے کہ یوسفؑ کو اپنے دام اسیر میں لانے کے لیے صرف دل کی ایک چاہ سے کام لیا جاسکتا تھا۔شعر پر غور کیجیے:

ناقص تھی عاشقی کی تدبیر میں زلیخا رکھنے کوں یوسفاں کے ایک دل کی چاہ بس ہے

آبرؔو اپنے عہد میں شعروسخن کے حوالہ سے بڑی شخصیت مالک تھے جس کا انھیں احساس بھی تھا۔حتیٰ کہ وہ فرہاد، مجنوں، پروانہ اور بلبل کو بھی اپنے مدمقابل تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں، بند ملاحظہ کیجیے:

فرہاد جائے کوں جاں کنی کرے مجنوں کے دل سیں دشت اگر دشمنی کرے
پروانہ جی جلا کے اگر روشنی کرے بلبل جگر کے خوں سیں اگر گلشنی کرے
تو بھی مت آبرو کے مقابل کہا کرو

اردوشعرا نے کلام میں صنائع معنوی اور لفظی کے ذریعہ دانستہ اور غیر دانستہ طور پر حسن کلام میں اضافہ کیا ہے۔شعروسخن میں صنعت کی بڑی اہمیت ہے۔کیونکہ ایسے کلام کے ذریعہ اساتذہ اور طالب علموں یا قارئین میں ادب فہمی کا ملکہ بروئے کار آجاتا ہے۔قارئین مطالعہ کے باعث مترادف ومتضاد الفاظ سے خوب شناسا ہوجاتے ہیں۔مزید ان کے استعمال سے بھی واقف ہوجاتے ہیں۔اردوشاعری میں صنعتِ تضاد ایک معروف صنعت ہے۔شعرا نے شعر کے دونوں یا ایک ہی مصرع میں متضاد الفاظ کا خوب استعمال کیا ہے۔جب کوئی شاعر کسی شعر میں متضاد الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔تو ادبی اصطلاح میں ایسا شعر صنعت تضاد کا شعر کہلاتا ہے۔آبرو کے کلام میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔شعر میں حقیقی اور مجازی الفاظ کا استعمال مضمون اور آہنگ کے سیاق میں تھوڑے جھول کے ساتھ ملاحظہ کیجیے:

غم حقیقی ہے کیا ہوا ہے مجھے عشق ہے عالم مجازی کا

آبرؔو کے عہد میں اردو زبان کا ذخیرۂ الفاظ محدود تھا۔اسی لیے موقع محل کے تعلق سے صحیح الفاظ کا انتخاب امر محال تھا۔تاہم مضمون میں معنی ومفہوم کا ربط قائم رہتا ہے۔شاعر محبوب سے بچھڑ جانے کے بعد اس بات کو شدت سے محسوس کرتا ہے کہ درحقیقت تیرے ساتھ جو دکھ تھے وہ تو عیش کے مانند تھے:

ساتھ میں تیرے جو دکھ تھا سو پیارے عیش تھا جب سیں تو بچھڑا ہے تب سیں عیش سب غم ہوگیا

شاعر متضاد الفاظ کی جمع کو کس طرح استعمال کرتا ہے غور کیجیے:

کیوں منہ اسی طرف ہے بدگوئی پاجیوں کا　　عاشق مگر خدایا قبلا ہے حاجیوں کا

اردوزبان وادب میں صنائع معنوی کے لحاظ سے تجاہل عارفانہ کی ایک صنعت ہے۔ جب کوئی شاعر شعر میں جان بوجھ کر انجان بنتا ہے۔تو وہ شعر ادبی اصطلاح میں صنعت تجاہل عارفانہ کا شعر کہلاتا ہے۔ اردو شاعری میں یہ صنعت رائج ہے۔شعرأ کے کلام میں جابہ جا اس صنعت کے شعر مل جاتے ہیں۔آبرو کے یہاں بھی چند مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔آبرو معشوق کی زلفوں میں دوسروں کی جان کو جکڑا ہوا دیکھتا ہے۔مگر اس کا دل بھی اسی مشغلہ میں گرفتار ہے۔پھر بھی انجان بن کر کس طرح حیرانی کا اظہار کرتا ہے:

تم نے اوروں کے تئیں زلفاں سیں جان جکڑا　　حیران ہوں میرا حال یہ کیوں گیا ہے پکڑا

آبرو اپنے عہد کا ریختہ گوئی میں بڑا لسان شاعر تھا۔اس کے بہت سے شعر ہنوز زبان زد خلائق ہیں۔ غزل کا یہ معروف مطلع تجاہل عارفانہ کا عکاس ہے:

تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے　　کہاں ہے، کس طرح کی ہے، کدھر ہے

دنیا کی ہر زبان میں محاورے پائے جاتے ہیں۔جن کی معنویت اور کیفیت اہل زبان کے فکر و شعور میں رگ خون کی مانند گردش کرتی ہے۔اردو زبان وادب میں بھی محاوروں کا بھرپور سرمایہ ہے۔محاورے کے لغوی معنی باہم گفتگو کرنے کے ہیں مگر اہل زبان کے یہاں لغوی معنی کے ساتھ اصطلاحی معنی رائج ہوتے ہیں۔محاورہ چند الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی مصدر سے مل کر بنتا ہے۔اہل زبان میں یہ حقیقی معنی کے بجائے مجازی مفہوم میں مستعمل ہوتا ہے۔آبرو کے کلام میں بھی محاوروں کا جابہ جا استعمال ملتا ہے۔شاعر کے محبوب کی شادی کا دن متعین ہوجاتا ہے۔تو شاعر محبوب کے منگیتر کو اپنے خون کا بیڑا اٹھانے والا تسلیم کرتا ہے۔شاعر نے بیڑا اٹھانے کے محاورے کے استعمال سے شعر کی معنویت و کیفیت کو دو چند کر دیا ہے:

بیڑا ہمن کے خوں پے اٹھایا جان کر　　اس شمع رو کے بیاں کی جن نے لگن دھری

عاشق محبوب کی بے التفاتی کے باعث مضطرب و پریشان ہے جس وجہ سے اس کی رات آنکھوں میں امید دید کا منظر لیے ہوئے گزر جاتی ہے۔شاعر نے اس نفس مضمون کو'جی ناک میں آنا' محاورے کے استعمال سے کیا خوب باندھا ہے:

مرا جی ناک میں آیا ہے اس کے کان کوئی ڈالے　　کہ نہیں آرام پیارے رات انکھیوں میں بہاتی ہے

شاعروں کو زاہدوں، صوفیوں اور واعظوں سے خدا واسطے کا بیر رہا ہے جس کے باعث وہ ان پر طنز کے نشتر روا رکھتے ہیں۔آبرو نے غزل کے مطلع میں محاورے کا پردہ ڈال کر زاہد کے گناہ گار ہونے کی کیسی کمزور دلیل پیش کی ہے:

کیوں کر نہ ہو زاہد تر دامنوں سے بدتر لے کر رکھی ہے اپنے سر پر کلاہ ترکی

دنیا کے جملہ مذاہب کے علمأ کو عمومی طور پر عوام عزت واحترام سے دیکھتی ہے۔مگر شاعر کی حس بصارت ایسے حضرات میں بھی ان کے ریا کارانہ فریب کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ جس وجہ سے شاعران پر طعن وتشنیع کا تیر چلاتے ہیں۔ بیشتر شعرأ کے کلام میں کوئی نہ کوئی شعر ان حضرات پر طنز کا ضرور مل جاتا ہے۔آبرو کے یہاں بھی بہت سے اشعار ملتے ہیں:

زاہد کے قد خم کوں مصور نے جب لکھا تب کلک ہاتھ بیچ جو تھا سو عصا ہوا

جب کوئی عاشق مجازی محبوب کے آستانہ کو کعبہ سمجھ کر سجدہ کرتا ہے۔تو زاہد پر عاشق کا یہ عمل شریعت کی رو سے نہ صرف گراں گزرتا ہے بلکہ اس کی مذمت وہجو پر مجبور بھی کرتا ہے۔شاعر زاہد کے ہجو کرنے پر احتجاج کرتا ہے اور کہتا ہے:

ہجو کیوں کرتا ہے زاہد کیوں نہ میں سجدا کروں آستانا یار کا کعبہ ہے اے حاجی مرا

شاعر کا زاہد کی چلاکشی پر مزید لطیف طنز ملاحظہ کیجیے:

گوشہ کے بیچ کھاتا تھا جو کہ شوق دل کا چالیس دن میں چھرا زاہد کا خوب چلکا

دنیا میں دین ومذہب کی اہمیت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔عوام نے اسے بے چوں چرا تسلیم بھی کیا ہے۔علمأ نے مذہب پر اپنی اجارہ داری مسلسل قائم رکھی ہے۔حتیٰ کہ اپنے مفاد کی خاطر فسق ایمان کے مرتکب ہوئے ہیں۔اسی سیاق میں شاعر واعظ کی باتوں پر توجہ دینے سے انکار کرتا ہے۔مزید ان کے دغا وفریب سے پناہ بھی مانگتا ہے:

بات واعظ کی نہ سن دل کوں نہ پھیر بوجھ اس میں کچھ دغا ہے الحفیظ

شاعر عاشق کو واعظ کی بات نہ سننے کا کیوں مشورہ دیتا ہے؟ شعر پر غور فرمائیے:

عشق کے اثبات کے عاشق کوں خواری ہے دلیل تب تو یوں سنتا ہے ان سب واعظوں کے قال وقیل

شاعر شیخ کو مے خانہ میں وعظ نہ کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ملاحظہ کیجیے:

شیخ مے خانہ میں سر خالی عبث کرتا ہے کیوں وعظ کب سنتے ہیں مستان شور ہائے وہومنیں

دنیا کی تاریخ یہ شہادت فراہم کرتی ہے کہ مذہبی علمأ نے خاص طور سے دنیا پرست ملاؤں نے اپنے مفاد کی خاطر بہت سے حضرات کو تہہ تیغ کرایا ہے۔اس بارے میں شاعر جلاد سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔کہ اگر تو ملاؤں کے حکم پر قتل کرے گا۔تو یہ خون تیرے سر پر چڑھے گا:

قتل مت کر کہے سیں ملاّن کے سر چڑھے گا سجن تیرے آ خون

یہ حقیقت ہے کہ ابن آدم پر غیر ضروری چیز کی زیادتی پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔اسی لیے اچھی

باتوں کا بھی معتدل انداز میں ہونا ناگزیر امر ہے۔ ورنہ انسانی نفسیات پر وعظ ونصیحت کی باتیں بھی گراں گزرنے لگتی ہیں۔ واعظ کی ہر گھڑی بغیر ضرورت باتیں شاعر کو یہ کہنے پر مجبور کرتی ہیں:

واعظوں کی عقل شاید ہوگئی ہے باولی　　تب توناحق ہر گھڑی کرتے ہیں ہم سیں بانہہ بانہہ

عالمی ادب کے تاریخی شواہد اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ عشق ومحبت کا معاملہ کسی قوم، مذہب اور ذات کا اسیر نہیں ہوتا ہے۔ یہ تو صرف دل کا اختیار ہے۔ کیوں کہ بہت سے رہبران قوم ومذہب بھی عشق میں گرفتار ہوتے رہے ہیں۔ شیخ وبرہمن بھی عشق میں پھنس کر مذہبی معمولات سے بے نیازی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ بقول آبروؔ:

کیا شیخ کیا برہمن جب عاشقی میں آوے　　تسبیح کرے فراموش زنار بھول جاوے

شاعر شیخ کو دنیا کی حقیقت بتاتے ہوئے یاددھیانی کراتا ہے:

شیخ توں چھوڑ جہاں کوں کہ جہاں فانی ہے　　موڑ دنیا سیں منہ اپنا کہ سلیمانی ہے

بنی نوع انسان کی فطری طور پر یہ عادت بن جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے شوق کی خاطر ضروری چیزوں کو حاصل کرتا ہے۔ ایک صیاد کو بھی دام کی تلاش ہوتی ہے۔ آبروؔ بھی روحانی مطلب برآری کے لیے شیخ کا معتقد ہو جاتا ہے:

صیاد ہے تلاش نہ ہو کیونکے دام کا　　میں معتقد ہوں شیخ یہ ہے اپنے کام کا

شاعر زاہد سے مخاطب ہوکر عرض کرتا ہے کہ تو مجھے بتاں سے ملنے کے لیے منع کرتا ہے لیکن میں نے یہ سنا ہے کہ یہ بھی خدا کی باتیں ہیں:

بتاسیں مجھ کوں تو کرتا ہے منع اے زاہد　　رہا ہوں سن کہ یے بھی خدا کی باتیں ہیں

اردو زبان وادب کے قدیم شعرأ نے غزل اور قصیدہ میں مطلع ومقطع پر خوب توجہ دی ہے۔ جس کے باعث ان کی معنویت وکیفیت دو چند معلوم ہوتی ہے۔ آبرو کے غزلیہ کلام کے چند مطلعوں ومقطعوں پر تاثرات حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ شاعر نے محبوب کی حرکت وادا کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی نفسیاتی کیفیت کا مضمون کمال خوبی کے ساتھ شعر میں پیش کیا ہے:

مشتاق عذر خواہی نہیں آبروؔ تو کیا ہے　　یوں روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

بنی نوع انسان کی حیات وزیست بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ مگر بہت سے انسان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اپنی عزت کی خاطر زندگی قربان کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ آبروؔ نے مندرجہ مقطع میں آبرو لفظ کے استعمال سے ایہام بھی پیدا کر دیا ہے:

آبرو آب زندگی سیں لذیذ　　جان پیتا ہے جام تجھ لب کا

انسانی فطرت میں تعریف اور مبالغہ موجود ہے۔ شاعر کے مزاج میں تعریف اور مبالغہ مزید ہوتا ہے۔ وہ

کلام میں موقع بہ موقع تعلّی سے ضرور کام لیتا ہے۔آبرؔو مقطع میں اپنے اسم مبارک کی کیا خوب توجیہ پیش کرتا ہے:

مبارک نام ترے آبرؔو کا کیوں نہ ہو جگ میں اثر ہے یوں ترے دیدار کی فرخندہ خالی کا

عام طور پر انسان کو عزتِ نفس کا بڑا احساس ہوتا ہے۔شاعر محبوب کو نصیحت کرتا ہے کہ غیروں کے ساتھ مل کر حیا کو برباد مت کر کہیں آبرو خاک میں نہ مل جائے:

حیا کوں غیر سوں مت گرم مل کے دے برباد نہ ہو کہ آبرؔو اس طرح خاک میں مل جا

شاعر محبوب سے قربت حاصل کرنے کے لیے کس طرح فخر و عجز کی باتیں بناتا ہے۔کہ یوں تو ساری دنیا مجھ سے پیار کرتی ہے مگر تم بھی گلے لگاؤ تو کیا ہو جائے گا:

جگت کے لوگ سارے آبرؔو کوں پیار کرتے ہیں اگر تم بھی گلے اس کو لگاؤ گے تو کیا ہوگا

شاعر نے عاشق کے اضطراب کا احوال اور ماہ و سال میں خرابیوں کا معاملہ محبوب کی کالی آنکھوں سے بھی مزید تر جاناہے۔مطلع کے حسن بیان پر غور کیجیے:

پریشان تر ہے تیری زلف سیں احوال عاشق کا سیہ دونا تری انکھیوں سیں ماہ و سال عاشق کا

شاعری فنون ولطیفہ میں اعلیٰ ترین صنف ہے۔اس میں فطری طور پر الہامی کیفیت ہی کشش کا باعث بنتی ہے۔اگر کوئی شاعر سخن میں الہامی کیفیت سے عاری ہے۔تو اس کے کلام میں کشش امر محال ہے۔مزید یہ بھی کہ شاعر کا مطالعہ و مشاہدہ محدود ہے۔تو مضامین میں وسعت اور تنوع پیدا نہیں ہوگا۔اگر کسی شاعر میں مذکورہ باتیں نہیں ہیں۔تو اس کی شاعری تک بندی کے مترادف ہوگی۔آبرؔو کو اس بات کا بخوبی احساس تھا۔ وہ شعر کی قدر مضمون کے سبب تسلیم کرتے تھے۔انھوں نے مقطع میں برملا اعتراف کیا ہے:

شعر کو مضمون سیتی قدر ہو ہے آبرؔو قافیہ سیتی ملایا قافیا تو کیا ہوا

آبرؔو اپنے کلام کی تفہیم کے تعلق سے یہ پیمانہ متعین کرتے ہیں۔کہ اگر کسی شخص کی طبیعت مغز تر کے پانے کی اہل نہیں ہے تو اسے آبرؔو کے حرف سیں بہرہ مندی حاصل نہیں ہو سکتی:

رواں نہیں طبع حسن کی مغز تر کی طرز پانے میں نہیں ہوتا ہے اس کوں آبرؔو کے حرف سیں بہرا

انسان کی طبیعت تجربات و مشاہدات سے احساسات کا مرکز ن جاتی ہے۔وہ انھیں حیطۂ تحریر میں لانے کے لیے الفاظ کی کمی محسوس کرتا ہے۔شاعر بھی محبوب کی معدوم کمر کے تاثراتی احساسات کو بیان کرنے سے عاجز ہے۔مطلع پر غور کیجیے:

گرچہ قائل ہوں سجن تیری کمر معدوم کا لیک مشکل ہے بیاں اس رمز نامعلوم کا

انسان کی فطرت میں یہ چیز بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔کہ وہ اپنی پسندیدہ شخصیت یا چیز سے رغبت ضرور

رکھتا ہے۔ اگر کوئی سنگ دل محبوب عاشق کی بات توجہ سے سن لے، تو عاشق کو انتہائی مسرت ہوتی ہے۔ آبرو محبوب کی نظر عنایت کا مقطع میں کیا خوب اظہار کرتا ہے:

سنگ دل نے آج دل دے کر سنا　　آبروؔ نے شعر کا پایا صلا

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کے جملہ اعضاً بیش قیمت بنائے ہیں۔ انسانی حیات کے لیے ہر عضو کی اہمیت مسلم ہے۔ انسان کی آنکھیں دیکھنے کے علاوہ اظہارِ مقصد بھی بڑے لطیف انداز میں کر دیتی ہیں۔ مرسل الیہ مرسل کی بات کو سمجھ لیتا ہے۔ شاعر یہ عرض کرتا ہے۔ کہ دو نظروں کے باہم ملنے سے ایک عالم وجود میں آجاتا ہے۔ جو کچھ مستقبل قریب میں ہونا ہوتا ہے وہ باہم انکھیوں کے ذریعہ دل و دماغ میں وجود پا جاتا ہے۔ شاعر نے نفس مضمون کو کس خوبصورتی سے مطلع میں بیان کیا ہے:

مل گئیں آپس میں دو نظریں ایک عالم ہو گیا　　جو کہ ہونا تھا سو کچھ انکھیوں میں باہم ہو گیا

بنی نوع انسان نے اپنے شعور سے چیزوں کی قیمت و اہمیت کو سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جوہری انسان کی عزت قیمتی گوہر سے ہوتی ہے۔ شاعر کا اپنا کلام جگ میں اس کی آبرو کے مترادف ہوتا ہے۔ آبروؔ اس بات کو کس خوبصورتی سے مقطع میں ادا کرتا ہے:

عزت ہے جوہری کی جو قیمتی ہو گوہر　　ہے آبرو ہمن کوں جگ میں سخن ہمارا

شاعر اپنے محبوب کے لیے خورشید کا استعارہ استعمال کرتا ہے۔ وہ محبوب کی اس طرف آمد کو خوش آمدید کہتا ہے۔ کیونکہ محبوب کی آمد کے کرم سے عاشق اپنے دن پھرنا یعنی قسمت جاگنا تسلیم کرتا ہے:

خورشید کس طرف سیں ہوا طالع آبروؔ　　کیا دن پھرے کہ آج ادھر کوں کرم ہوا

انسان کو کمال و ہنر حاصل کرنے کے لیے خون جگر تمام کرنا پڑتا ہے۔ جب کہیں جا کر نام ہوتا ہے۔ آبروؔ غم دل کے ذریعہ لہو کو پانی بنا کر آنکھوں سے بہاتا ہے:

دل غم میں کر کے لوہو لوہو سیں کر کے پانی　　انکھیوں سیتی بہایا تب آبرو کہایا

جب انسان محبوب کی فرقت کے باعث ذہنی تناؤ سے دوچار ہوتا ہے تو اس کا جسم لاغر و کمزور ہو جاتا ہے۔ تو اس کا دشمن بھی اس کی یہ حالت دیکھ کر حیرت و استعجاب میں پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ رقیب اس کی حالت کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے۔ تو شاعر اس پر طنز کرتا ہے:

دبلا ہمن کوں دیکھ تعجب میں ہے رقیب　　واقف نہیں گدھا کہ برہ ہم کوں چر گیا

جب کوئی انسان برہ و ہجر کے ذہنی اضطراب میں مبتلا ہونے کے ساتھ زمانہ کے بے درد لوگوں سے جی کا مرم بھی نہ پاتا ہو۔ تو وہ یہ پکار اٹھتا ہے:

کہیں کیا تم سوں بیدردلوگو کسی کے جی کا مرم نہ پایا
کبھی نہ پوچھی پیتا ہماری برہ نے کیسا ہمیں ستایا

شاعر تجربات و مشاہدات کے دوران عجیب وغریب کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ وہ اپنے قارئین وسامعین کو بھی اسی کیفیت سے گزار دیتا ہے۔ وہ عشق کی شدت میں اس قدر بے چین ہوجاتا ہے کہ اسے کسی ناصح کی نصیحت بھی مزید مضطرب کردیتی ہے۔غزل کے مطلع پر توجہ کیجیے:

کرے تھا کام باورچی کا واعظ جب کبھی بکتا   کہ دل جلتا سخن سن سن کے اور جگر پکتا

بنی نوع انسان عام طور پر جوانی میں شادی سے قبل لا ابالی اور آزاد خیالی کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔مگر جب وہ ازدواجی زندگی سے منسلک ہوجاتا ہے۔تو اس پر بہت سی ایسی ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں۔ جو انسان کی آزادی کو سلب اور لاابالی پن پر قدغن لگا دیتی ہیں۔تب دیگر حضرات کے ساتھ دوست واحباب بھی اس پر طعنے مارتے ہیں۔شاعر اس نفس مضمون کو انفرادیت کے ساتھ بڑے خوبصورت انداز میں مقطع میں حوالہ قلم کرتا ہے:

جب آبرو کا بیاہ ہوا بکر فکر سیں   تب شاعروں نے نانو رکھا اس کا بت بنا

آبرو نے اپنے عہد کی ریختہ گوئی یعنی اردو میں انوکھی ترکیبیں پیش کی تھیں جو بعد کے شعرا کے یہاں کم یاب ہیں۔عشاق محبوب کے لب کے میٹھے سے مر رہے ہیں۔شاعر اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ محبوب کے لب مصری کی تیغ ہیں۔شاعر نے تیغ مصری کی کیا خوب ترکیب وضع کی ہے:

تیرے میٹھے سے مر رہے ہیں سب   تیغ مصری ہیں کیا یہ تیرے لب

اردو شاعری میں بسنت رُت پر بہت سے شعرا نے اشعار کہیں ہیں مگر نظیر اکبرآبادی نے جابہ جا اپنے کلام میں خوب اظہار خیال کیا ہے۔جس میں انسان،حیوان اور نباتات کی بہتر ترجمانی کی گئی ہے۔آبرو کے شعر پر غور کیجیے:

کوئل نے آ کے کوک سنائی بسنت رُت   بورائے عام و خاص کی آئی بسنت رُت

خالق کائنات نے زمین کے ہر خطہ میں بہت سی انفرادی خوبیاں پیدا کی ہیں۔ ہندوستان میں بہت سے علاقہ بڑے سبزہ زار ہیں۔آبرو ان سے عشق و محبت رکھتا ہے اسی لیے اس کی قسمت پھل پھول رہی ہے:

ہوا ہوں ہند کے سبزوں کا عاشق   نہ ہوویں آبرو کے کیوں ہرے بخت

دنیاوی حالات کو بہتر بنانے کے لیے انسان بہت سی تدابیر کو بروئے کار لاتا ہے۔اگر انسان دنیاوی حالات کو خوب سے خوب تر بنانے کے لیے صرف ایک تدبیر پر عمل درآمد کرلے تو دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ بنی نوع انسان باہم ایک دوسرے کی صرف خوبیوں پر توجہ دیں تو سب نیک ذات نظر آئیں گے۔اس کی بہتر ترجمانی

آبؔروکی غزل کے مطلع میں ملاحظہ کیجیے:

خوب نہیں کس کوں بُرا کہیے سبھی ہیں نیک ذات　　خوب صورت فی الحقیقت ہیں ہی سارے نیک ذات

آبؔرو یہ عرض کرتے ہیں کہ عاشق کے لیے وصل اور ہجر کی دوئی کا افتراق عشق کی انتہا پر موقوف ہوجاتا ہے۔یعنی وصل اور ہجر دونوں عاشق کے لیے ایک ہوجاتے ہیں۔شاعر اس حقیقت کو مقطع میں کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:

وصل ہو یا ہجر دونوں اس کے حق میں ایک ہے　　آبرو کوں ہوگیا ہے یار سیں اب اتحاد

دنیا میں مجازی محبوب کی بہت سی باتیں عاشق کو تشکیک میں مبتلا کرتی ہیں۔آبؔرو کا محبوب غیر کی صحبت میں حاضری دینے لگتا ہے تو وہ سمجھتا ہے:

غیر صحبت میں اب لگا جانے　　چھوڑ کر اپنے آبؔرو کا پاس

بنی نوع انسان کی حیات وزیست میں سب سے تاثر آمیز شئےعشق ہے۔جو انسانی تفکر کے مثبت پہلو صبر وہوش اور قرار کے اختیار ہی کو معطل کردیتا ہے۔آبرو نے مطلع میں اس بات کو خوب بیان کیا ہے:

عشق ہے اختیار کا دشمن　　صبر و ہوش و قرار کا دشمن

شاعر نے محبوب کے منہ کی تابانی وتپش کا عالم خواب میں بھی ایسا محسوس کیا ہے۔کہ اس پر آفتاب کی تپش کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اسے دھوپ میں بھی نیند آجاتی ہے:

دیکھا ہے ہم نے یار کا منہ جب سیں خواب میں　　آتی ہے نیند تب سیں ہمیں آفتاب میں

آبؔرو نے سر سے پاؤں تلک دل ہوجانے کی عجیب بات کہی ہے۔اور یہ عشق میں کامل ہونے کے سبب ہوا۔مطلع میں غلو کلامی ملاحظہ کیجیے:

سر سوں لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں　　یہاں لگ ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

اردو شعرأ نے معشوق کے ناز وادا پر بہت سے شعر کہیں ہیں۔مگر آبرو نے ایک مطلع میں ایسا مضمون باندھا ہے۔جو ہنوز زبان زدخلائق ہے:

نازنین جب خرام کرتے ہیں　　تب قیامت کا کام کرتے ہیں

آبؔرو کو زبانِ ریختہ کی سخن وری پر ملکہ حاصل تھا۔انھوں نے عشق پیشہ مضامین کو ایک پھول کے مضمون کو حقیقت میں سورنگ سے باندھا ہے۔مزید دیگر مضمون بھی اچھی طرح پیش کیے ہیں۔جس پر آبؔرو کو بھی ناز تھا:

شعر آبؔرو کا رنگین مضمون کے سبب ہے　　سرخی جھلک رہی ہے ریشم کی اس گہر میں

آبؔرو نے سات اشعار کی کیا خوبصورت مسلسل غزل کہی ہے۔جس کا آہنگ اور غنائیت غضب کی ہے۔

اس غزل کوموسیقی کی دھن کے ساتھ گایا جاسکتا ہے۔غزل کے ہر شعر میں محبوب سے تخاطب ہے۔غزل کا مطلع ومقطع نذر قارئین ہے:

کہوتم کس سبب روٹھے ہو پیارے بے گنہ ہم سیں　　　چرانے کیوں لگی ہیں یوں تری انکھیاں نگہ ہم سیں

میں اپنی جان سیں حاضر ہوں لیکن آبرو تورکھ　　　خدا کے واسطے اِیتا بھی تو روکھا نہ رہ ہم سیں

ابن آدم کے وجود میں عناصر اربعہ کی مادی حقیقت کا جملہ مکاتب کے فلسفہ فکر میں اعتراف کیا گیا ہے مگر انسانی ہستی کے نیست ہوجانے کے بارے میں یہ سب ناچار محض ہیں۔آبرو نے اس حقیقت کوشعری پیکر میں خوب نبھانے کی کوشش کی ہے:

گر چہ اس بینا ہستی کے عناصر چار ہیں　　　لیکن اپنے نیست ہوجانے میں سب ناچار ہیں

آبرو نے عاشق کا قتل محبوب کے ذریعہ ہوجانے پر کیا خوب بات کہی ہے۔کہ اگر عاشق کا قتل نہ کیا جاتا تو وہ ہجر کی کلفتوں میں مبتلا رہتا۔مزید دوسری طرف یہ بات بھی رکھ دی ہے۔کہ خدا قیامت کے روز محبوب کو اس کام کی جزا میں اجر وثواب سے نوازے گا۔کیا خوب مقطع ہے:

بچایا آبروکوں قتل کر محنت سے ہجراں کی　　　خدا روز قیامت اس کا دیوے گا ثواب اس کوں

شاعر محبوب سے دیدار کے واسطے چہرہ چھپانے کی ممانعت کر رہا ہے۔اور اس کے لیے یہ دلیل فراہم کرتا ہے۔کہ اس نے محبوب کے چہرہ کو اپنا قبلہ مقرر کرلیا ہے:

کیا قبلہ مقرر آبرو نے　　　چھپا مت اس کی انکھوں سیں تو اب رو

آبروکو شعر وسخن میں مضمون آفرینی پر ناز تھا۔اس کا یہ ناز معاصرین میں بے جا بھی نہ تھا۔اسے مضامین کو برتنے کی طرح خوب آتی تھی۔اسی لیے معاصرین شعرأ کو بہ بانگ دہل چیلنج بھی کرتا ہے:

جن کوں مضمون کا دعویٰ ہے انھیں　　　آبرو سیں کہو دو بات کرو

اردو شعرأ نے ولی دکنی کی سخنوری کو کھلے دل سے قبول وتسلیم کیا ہے۔آبرو نے بھی ولی دکنی کے حسن کلام کا اعتراف کرتے ہوئے مقطع میں کیا خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے:

لگا ہے آبرو مجکوں ولی کا خوب یہ مصرع　　　سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

شاعر اپنے کلام میں انفرادی اوراجتماعی احساسات اور جذبات کی نمائندگی کرتا ہے۔جس کے بین السطور عامۃ الناس اپنی باطنی وظاہری تصویر ضرور دیکھ لیتی ہے۔مگر عام طور پر انسان مجبور محض ہے اور وہ اپنی آرزوؤں کو بروئے کار نہیں لا پاتا۔اوران کی خواہشات دل میں ہی مرجاتی ہیں:

دلوں کی آرزو دل میں مری ہے   تغافل سیں ہمارے داوری ہے

یہ بدیہی حقیقت ہے کہ انسان نے حیات وزیست میں بہت سی چیزوں کے تجربات اور مشاہدات سے گزرنے کے بعد فہم حاصل کی ہے۔ آبرو دنیا کا بوجھ اٹھانا اپنے نقطۂ نظر سے گدھا گیری تسلیم کرتا ہے:

خرد سوں آبرو کی بوجھ یہ بات   اٹھانا بوجھ دنیا کا خری ہے

دنیاوی امور میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ بنی نوع انسان کے ہر شعبہ ہائے زندگی میں وہ شخصیتیں لائق احترام ہوتی ہیں۔ جن کی گفتگو اور تکلمات سے اخلاقی شگفتگی کے پھول جھڑتے ہیں مزید ان کے لبوں سے حکمت ودانائی کی باتیں بھی ظاہر ہوتی ہوں۔ تو ایسے حکیموں کے ذریعہ بہت سے سقیم لوگ شفایابی پاتے ہیں۔ شاعر محبوب کے لب کی مطلع میں کیا خوبی بیان کرتا ہے:

لب ترا جب حکیم ہوتا ہے   شافی ہر سقیم ہوتا ہے

خالق کائنات نے اپنے محبوب دین اسلام کے احیا کے لیے حضرت محمدؐ کو خاتم النبیین کے طور پر مبعوث فرمایا۔ اللہ نے اپنی مشیت سے انھیں یتیم بھی کیا۔ مگر حکمت ودانائی کے ساتھ صادق وامین اور صابر وشاکر بھی بنایا۔ آبرو محمدؐ کی ہستی کو مقطع میں کیا خوب خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے:

بے کسی دل کوں آبرو ہے تمام   قیمتی در یتیم ہوتا ہے

یہ بات تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے ثابت ہے کہ انسان کو جب عشق حقیقی یا مجازی لاحق ہو جاتا ہے تو افلاطون جیسا دانشور شخص بھی دیوانگی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یعنی عشق کے معاملات میں عقل کارگر ثابت نہیں ہوتی:

فلاطوں بھی ہوا لیلیٰ وشاں کوں دیکھ کر مجنوں   دوانی ہوگئی یہاں عقل آکر کے سیانے کی

انسان کی حیات میں طرز معاشرت کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ ذرا سی غفلت سے رشتہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی سبب انسان بہت سے عزیز واقارب میں خاص طور سے محبوب کے لیے دنیاوی امور میں سپر اندازی گوارا کر لیتا ہے۔ انسان اپنائیت کی دہائی دے کر مزید بہت سے کام بھی نکال لیتا ہے۔ آبرو محبوب سے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ نظر کرم کی درخواست کرتا ہے:

نظر کرنا کرم سوں آبرو پر تم کوں لازم ہے   کسی لائق نہیں تو کیا ہوا آخر تمہارا ہے

شاعر غزل کے مطلع میں تجاہل عارفانہ کی طرز کو کس شوخی سے پیش کرتا ہے:

ہم نے سجن سنا ہے اس شوخ کے دہاں ہے   لیکن کبھی نہ دیکھا کیسا ہے اور کہاں ہے

عشق انسان کی فطرت کو توانا اور مضبوط بناتا ہے۔ کیونکہ انسان عشق کی بدولت عمر پیری میں بھی محبوب کے لیے جوانوں کے مانند دل سے کام لیتا ہے۔ آبرو عشق کے سبب پیری میں بھی دل کو آباد رکھتا ہے:

پیری سیں قد کماں ہے ہر چند آبرو کا　　اس نوجواں کی خاطر دل اب تلک بستاں ہے

آبرو نے اپنے عہد میں ریختہ گوئی کے طرز تکلم میں عروج حاصل کرلیا تھا۔ کیونکہ اردو زبان میں کافی نفاست اور شائستگی پیدا ہوگئی تھی۔ دہلی کے گرد نواح میں عوام کے مابین ہنوز آبرو کے عہد کی زبان رائج ہے۔ شاعر نے بڑے تفاخر سے اپنے اشعار کی جو خوبی بیان کی ہے وہ مبنی بر حقیقت ہے۔ جملہ تذکرہ نگاروں نے آبرو کی زبان دانی کا اعتراف کیا ہے۔ مقطع پر غور کیجیے:

اشعار آبرو کے سلک گوہر ہوئے ہیں　　پڑھتے ہیں شعر اس کا موتی سے صاف لڑکے

آبرو کے مندرجہ ذیل ضرب المثل مطلع کو نوجوان آج بھی گنگناتے نظر آتے ہیں:

پھرتے تھے دشت دشت دیوانے کدھر گئے　　وے عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

محمد شاہی عہد کے شعرا نے اپنے کلام میں امرد پرستی کے معاملات کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ آبرو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہے مگر اس غیر فطری عمل سے بیزار بھی ہوئے ہیں جس کا اظہار اس مقطع میں کیا ہے:

کیوں آبرو نہ چھوڑا تیں اشتیاق ان کا　　رسوا کرے گی آخر لڑکوں کی آشنائی

آبرو کا کلام دہلی کے گرد نواح کے عوام کی زبان کا مظہر ہے۔ غالباً تین صدی گزر جانے کے بعد بھی شاعر کی زبان عوام کی بول چال سے ہنوز میل کھاتی ہے۔ جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آبرو اور ان کے معاصرین شعرا کی زبان ہی اردو عوام کی صحیح ترجمان ہے۔ شاعر کو اپنے اشعار کی شائستگی پر احساس تفاخر تھا جو غلط بھی نہیں تھا۔ مقطع کے شعر پر توجہ کیجیے:

سلک اس کی نظم کا کیونکر نہ ہوئے قیمتی　　آبرو کا شعر جو دیکھا سو مروارید ہے

عالمی امور چاہے مادی ہوں یا غیر مادی اہل دانشور طبقہ نے انھیں جلا بخشی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہ ممکن ہے۔ کہ دانشور طبقہ نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر بہت سے امور میں خاص طور سے دینی امور کو عظیم نقصان پہنچایا ہے۔ ہر عہد کے باخبر حضرات نے ایسے علماً اور دانشوران پر انگشت نمائی کی ہے۔ جنھوں نے فسق عمل کے ساتھ فسق ایمان سے بھی گریز نہیں کیا ہے۔ یہ سب علماً کی زمانہ سازی کے سبب ہوا۔ آبرو نے بھی اسی باعث تمام آفاق کو دہریا گردانا ہے:

اب دین ہوا زمانہ سازی　　آفاق تمام دہریا کہے

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کو بہت سے اوصاف ودیعت کیے ہیں۔ مگر انسانوں کے مابین بہت سی خوبیوں میں کمی بیشی بھی رکھی ہے۔ لیکن انسان کی محنت شاقہ پر ان خوبیوں کے فروغ کی سنت کو جلا بخشی ہے۔ یہی وجہ ہے بہت سے آدمی محنت شاقہ اور عمل پیہم کے باعث اپنی جبلی خوبیوں کو فروغ دے کر معاشرے میں صاحب نظر بن جاتے ہیں۔ تو جہان فانی میں بھی انھیں کے جلوے چہار سو نظر آتے ہیں۔ آبرو کہتے ہیں:

جو اہل دید اور صاحب نظر ہے　　اسے جلوا جدھر دیکھو تدھر ہے

شاعر میں عام انسان کے مقابلہ تعلّی کا مادہ مزید تر ہوتا ہے۔آبرو وؔلی دکنی کے کلام کا اعتراف لفظوں کے استعمال کی نزاکت سے اپنی برتری کے ساتھ کرتا ہے مقطع پر غور کیجیے:

آبرو شعر ہے ترا اعجاز　　جو ولؔی کا سخن کرامت ہے

آبرو ریختہ گو شعرائیں میں اپنے عہد کا بڑا معتبر شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔کیوں کہ انہوں نے شمالی ہند میں فارسی کو براہ راست چیلنج کیا۔آبرو کے بعد دیگر شعرائنے بھی اپنے جذبہ واحساس کی ترجمانی کے لیے ریختہ گوئی کو اپنا شعار بنایا۔یہ کارواں بڑھتا گیا اور ہنوز فروغ پا رہا ہے۔کلام آبرو کی عام فضا ہندوستانی مشترکہ تہذیب کی ترجمان ہے۔ان کلام کے موضوعات بھی عام نوعیت کے ہیں۔آبرو کا رنگ سخن محمد شاہی دور کی رنگ رلیوں کا عکاس بھی ہے۔جس میں حسن وعشق، شراب وشباب، کیف وسرور اور رقص وموسیقی کی بزم آرائی کا سماں خوب نظر آتا ہے۔کیوں کہ بادشاہ، امرأ اور عوام الناس یکساں طور پر اس ماحول سے سرشار ہیں۔یہ حضرات امرد پرستی کے قبیح فعل میں شرم وعار تو کجا بلکہ فخریہ اظہار کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں۔آبرو کے کلام کے تعلق سے پروفیسر خالد محمود تحریر کرتے ہیں:

’تہذیب ومعاشرت کے ان رائج الوقت معیارات اور عیش پرستانہ بزم آرائیوں کے پہلو بہ پہلو تصوف کی روایت بھی اس عہد کی ایک مضبوط پناہ گاہ تھی۔دنیا پرستی اور دین پناہی کے دھارے اگر چہ ساتھ ساتھ بہہ رہے تھے مگر بادشاہ کی غفلت شعاری اور روش عیش پرستی سے شہ پا کر ہر قسم کی بے راہ روی نے اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا اور کیا خواص کیا عوام سب اسی راہ پر گامزن ہوگئے تھے۔‘ [۱]

آبرو کا عہد اردو زبان وادب کے فروغ کا ابتدائی دور تھا۔محمد شاہی دور کے ماحول کے مطابق شاعری عمومی طور پر لذت آشنائی، یارانِ محفل کی تفریح طبع کے لیے مخصوص تھی۔مزید یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آبرو نے اپنی ریختہ گوئی کے ذریعہ ایسا ماحول بنا دیا تھا کہ ہم بھی فارسی کے مقابلہ یعنی ریختہ میں یہ مضمون پیش کرسکتے ہیں۔اس عہد کے ریختہ گو شعرا نے عربی فارسی کی تراکیب اور محاوروں کو زبان ریختہ میں مناسب اور موزوں انداز میں ڈھال لیا اور فارسی زبان کا منہ چڑانے لگے۔آبرو نے روایتی قصوں، تلمیحات کو بڑی صفائی کے ساتھ اپنے کلام میں برتا۔پروفیسر محمد ذاکر آبرو کے کلام کی باریکیوں کا ذکر ’انتخاب کلام آبرو‘ میں کرتے ہیں:

’تلمیحاتی اور بصری تمثالی یا امیجری کی سطح پر ایک طرف کے ہاں خضر کی درازی عمر، منصور کی جان سپاری، خلیل اور آگ، یوسف زلیخا، فرہاد وشیریں، لیلیٰ ومجنوں، موسیٰ سامری، سلیمان، جبرئیل، سکندر وآئینہ اور رستم اور عید، بقرعید اور مجلس اور کنار گل اور نرگس کی حیرانی کا ذکر ہے اور دوسری طرف علاوہ ہندوستان کے شہروں اور معاصر فن کاروں کے کشن

---

[۱] مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبرو: خالد محمود، ص ۵۲

(کرشن) کنہیا کے سانولے پن اور کُبجا، اندرسبھا، پدمنی، ستی، ہولی، دیوالی، دھلینڈی، ساون، بسنت، ٹیسو کے پھول اور محبوب کے دست نازنین کو دیکھ کر کنول سے جلنے کا ذکر بھی ہے۔' [۱]

آبؔرو کے کلام کا مجموعی رنگ سخن مجلسی زندگی اور خوش وقتی کا غماز ہے۔ جس میں وصل وفراق کا رنگ غالب ہے۔ مزید نشاط انگیزی اور لطف وانبساط کی محفلوں اور صحبتوں کو رنگین آمیز کرنے کا زبردست ذریعہ ہے۔ پروفیسر خالد محمود اس بارے میں تحریر کرتے ہیں:

'ان کے بیان میں لطافت، بے ساختگی، برجستگی اور وہی بے تکلفی ہے جو بے تکلف دوستوں کی محفلوں میں عموماً روا رکھی جاتی ہے آبرو کے عہد کا پورا معاشرہ اسی بے تکلفی کا عادی اگر ہو چکا تھا۔ اقتدار اعلیٰ کی عملی حوصلہ افزائی نے حسن وعشق اور لذت اندوزی کو عام کر دیا تھا تو آبرو کی شاعری نے اسے زبان زد خاص وعام کر دیا' [۲]

آبؔرو کے کلام میں موضوعات ومضامین کا تنوع بہت محدود ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کے کلام میں نفاست اور سلیقہ مندی ہے۔ یہی وجہ ہے ایک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے باندھتے اور برتنے کا ہنر آبرو کی شاعری میں بدرجہ اتم ملتا ہے۔ ان کے موضوعات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آبؔرو موسیقی کا کافی علم رکھتے تھے جس کے علم و گیان کے حوالہ سے یہ شعر دیکھئے:

سرت کے تاراں جدا یک سرہول کے سب بولے   کہ جس کو گیان ہے اس جان کوں ہر تان ہے گیتا

خالق نے انسان کو عشق ومحبت کا فطری جذبہ ودیعت کیا ہے۔ جب عاشق کو اپنے محبوب کی فرقت کے باعث تنہا رہنا پڑتا ہے۔ تو عاشق پر وہ وقت بڑا ہی گراں گزرتا ہے۔ اور اس کو وقت کی ہر گھڑی سوجُگ کے برابر دکھائی پڑتی ہے:

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے   کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سوجُگ بیتا

ہر معاشرے میں بزرگ شخصیت یا دوست احباب بہت سے حضرات کے دکھ درد اور پریشانی کو دیکھ کر اس کے مداوے کے لیے مشوروں سے نوازتے ہیں۔ مگر عاشق کا درد تو ان سے ٹھیک ہونے کے بجائے مزید تر ہو جاتا ہے۔ شاعر ان لوگوں کو یہ بتاتا ہے کہ جیسے آگ اور روئی اکٹھی کرنا مناسب نہیں۔ اسی طرح میرے دل کی آگ پر مشورے کا پھوہا یعنی روئی رکھنا مناسب نہیں، کیوں کہ عشق کی آگ ان باتوں سے مزید ہو جاتی ہے:

آگ اور روئی اکٹھی کرنی نہیں مناسب   رکھتے ہو داغ دل پر میرے عبث یہ پھوہا

شاعر معشوق کی نگہ میں کیا تاثیر دیکھتا ہے کہ اس کی نگہ سے مے یعنی شراب پانی ہوگئی اور میرے لیے شیشہ کو آبگینہ کہنا صحیح ہو گیا ہے:

---

[۱] انتخاب کلام آبؔرو: مرتب پروفیسر محمد ذاکر، ص:۳۳، [۲] مونوگراف شاہ نجم الدین مبارک آبؔرو: خالد محمود، ص ۵۶

خجلت سوں تجھ نگہ کی مے ہوگئی ہے پانی   کہنا بجا ہوا ہے شیشہ کوں آ بگینا

انسان کے نطق وگویائی میں نرم لہجہ کے ساتھ تبسم بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جب محبوب مسکرا کر اجی کہتا ہے وہ لمحہ عاشق کے لیے بڑا سحر آمیز ہوتا ہے۔ کیونکہ رقیبان عاشق کے جی و جان محو ہو جاتے ہیں۔ آبرو نے اس مفہوم کس خوبصورتی کے ساتھ شعر میں چھپا دیا ہے:

نہ چھوڑے گا پیارے جی کسی کا   تمہارا ہنس کے یہ کہنا اجی کا

شاعر کے نزدیک محبوب کے دل کو تسخیر کرنے کے لیے کچھ اور ہی شکل ہوتی ہے۔ اس کے لیے وہ شیخ کے تعویذوں اور گنڈوں کے نقش کو کارگر تسلیم نہیں کرتا:

وہ اور شکل ہے کرتی ہے دل کوں جو تسخیر   عبث ہے شیخ تیرا نقش یہ لکیروں کا

انسان کی فطرت میں یہ قوی عنصر موجود ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی طبیعت میں کوئی شوق جاگزیں ہے۔ تو اسے ستم کے ذریعہ بھی دور کرنا محال ہے۔ کیونکہ صندل کے پیسنے کے باوجود اس کی بو نہیں جاتی۔ کیا خوب شعر ہے:

ستم سیں شوق میرے دل کا کچھ جانے کا نہیں ہرگز   اگر اے سنگ دل پیسو تو کب صندل سیتی بو جا

آبرو نے محبوب کے ناز و ادا کا بھی خاکہ شعر میں کیا خوب کھینچا ہے:

کیا قہر ہے پیارے منہ کا ترے مٹکنا   پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا

محبوب کے گال اس قدر صفا ہیں کہ جن پر نظر نہیں ٹھہر پاتی مگر اس کے گالوں پر عاشق کا دل اٹک کر رہ جاتا ہے:

جس گال پر صفا سیں نظریں نہیں ٹھہرتی   اس گال پر عجب ہے دل کا اٹکنا

ابن آدم کی ذات میں بعض شخص کے چہرے کی سادگی اور معصومیت میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ عام انسان ایسے شخص کے فریب میں آجاتا ہے۔ شاعر کا محبوب بھی بظاہر بڑی پر کشش شکل و شباہت کا مالک ہے۔ جس کے باعث وہ اسے بڑا شریف سمجھتا ہے۔ لیکن وہ تو ملاقات کے ذریعہ صرف دھوکہ دیتا ہے:

اس شوخ سرو قد کوں ہم جانتے تھے بھولا   مل اوپری طرح سیں کیا دے گیا ہے بالا

یہ فطری حقیقت ہے کہ انسان کو طلب کی شدت مجبور محض بنا دیتی ہے۔ کیوں کہ جب انسان کی طبیعت میں محبوب کی طلب جاگزیں ہو جاتی ہے۔ تو عاشق کے عجز و انکسار کی حالت آبرو کے شعر میں ملاحظہ کیجیے:

تم سوا ہم کوں اور جاگہ نہیں   اے سجن ہم سیں مت لڑو بے جا

آبرو نے آنکھوں کے حوالہ سے یہ بتایا ہے۔ کہ آنسو آنکھوں کے روغن ہیں یہ بات سائنسی نقطۂ نظر سے صحیح ہے کہ آنسو یعنی پانی آنکھوں میں نہ ہو تو بینائی متاثر ہوتی ہے بلکہ خراب ہو جاتی ہے۔ مزید یہ بتاتے ہیں کہ عشق

کی آگ کو پانی کے ذریعہ نہیں بجھایا جاسکتا:

انجھوں انکھیاں کے روغن ہیں ہمارے شعلہ دل کوں   بجھانا عشق کی آتش کوں نہیں ہے کام پانی کا

جب انسان کوئی بھی کام محنت ولگن اور سچائی کے ساتھ کرتا ہے۔تو وہ ضرور اثر کرتا ہے کہ جس طرح آبرو کا رونا سنگ یعنی محبوب کے دل پر اثر کر رہا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید اس نے کوہکن سے یہ ہنر سیکھا ہے:

اثر کرتا ہے نالہ آبرو کا سنگ کے دل میں   ہنر سیکھا ہے شاید کوہکن سوں تیشہ رانی کا

انسانی طرز معاشرت کی رو سے یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے۔کہ کوئی بھی شخص اپنے دشمنوں کی نازیبا حرکتوں سے بدظن اور بدخو ضرور ہوتا ہے۔شاعر بھی رقیبوں کی غلط باتوں سے بدخو ہو جاتا ہے۔ورنہ وہ اپنی اچھی عادت وخصلت کے لیے پوری دنیا میں مشہور تھا۔آبرو نے کمال ہنرمندی سے دو مصرعوں میں یہ بات کہہ دی ہے:

رقیباں کی ہوا ناچیز باتاں سن کے یوں بدخو   وگرنہ جگ میں شہرا تھا صنم کی خوش خصالی کا

دنیا کی جملہ زبانوں کے ادبا وحکماً نے انسان کی ظاہری زیب وزینت کے تعلق سے یہ اظہار کیا ہے۔کہ خوبصورت شخص کو زیب وزینت کے مصنوعی لوازمات سے بننے سنورنے کی حاجت نہیں ہوتی۔آبرو نے بھی شعر میں اس مضمون کو کیا خوب باندھا ہے:

تمہارا قدرتی ہے حسن آرائش کی حاجت نہیں   نہیں محتاج یہ باغ سدا سرسبز مالی

انسان کو محبوب کی تلخ باتیں بھی شیریں لگتی ہیں۔عاشق کے محبوب سے تمام گلہ شکوہ محبت کی شیرنی کے باعث جلد دور ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے عاشق کو محبوب کے ناز نخرے اور دشنام طرازیاں بھی خفا نہیں کرتیں۔وہ تو ان سے مزید لطف اندوز ہوتا ہے۔یہاں تک کہ عمر بھر کی تلخیاں بھی شیریں لگنے لگتی ہیں:

لگی شیریں اس کوں ساری اپنی عمر کی تلخی   مزہ پایا ہے جن عاشق نے تری سن کے گالی کا

یہ حقیقت ہے جس شخص میں صبر وقناعت کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔تو وہ دنیاوی جاہ وجلال اور مال ومتاع کے لالچ کا شکار نہیں ہوتا۔کیونکہ وہ بے نیازی کی دولت سے متصف ہو جاتا ہے۔ایسا شخص آبرو کی نظر میں بڑا محترم ہے:

ہر گدا گوشۂ قناعت میں   شاہ ہے ملک بے نیازی کا

خالق نے ہر انسان کی طبیعت میں نفس کا غیر مادی وجود رکھا ہے۔علماً نے اس کی تین قسمیں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ بیان کی ہیں۔یہ حقیقت ہے جو انسان اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے وہ دونوں جہاں میں سرخروئی کا مجاز ہوتا ہے۔آبرو کے مطابق کافر نفس کو قتل کرنے والا شخص غازی کا رتبہ حاصل کر لیتا ہے:

نفس کافر کوں جو کہ قتل کیا   رتبا ہے اس کسی کوں غازی کا

اسلامی روایات کی رو سے یہ بات مسلمانوں کے عقیدہ میں شامل ہے۔کہ ہر اچھے کام کا آغاز بسم اللہ پڑھ کر کرنے سے اللہ کی برکت شامل حال رہتی ہے۔انسان اشیأ کے مضر اثرات سے محفوظ بھی رہتا ہے، الّا مشیت الٰہی۔اسی واسطہ عام طور پر سبھی مسلمان کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔اس تعلق سے آبرؔو کا کیا عقیدہ ہے؟ شعر میں ملاحظہ کیجیے:

جو کہ بسم اللہ کر کھئے طعام　　　تو ضرر نہیں گو کہ ہووے بس ملا

ہم اپنی حیات زندگی میں دیگر انسانوں کے مابین بہت سی غلطیوں کے باعث پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔لیکن حکمت و دانائی سے تدابیر کے ذریعہ نجات پا لیتے ہیں۔آبرؔو محبوب کو دشمن کے یہاں سے نجات پانے کا کیا خوب مشورہ دیتا ہے:

حکمت کی تیغ سیتی کاٹو رقیب کا سر　　　اٹھ آؤ آبرؔو کے کر خون کا بہانہ

انسان کی طبیعت میں خوشی و غم کا عنصر موجود ہے۔جب انسان پر سوز غم کی شدت ہوتی ہے تو اس کا ازالہ رونے سے نہیں ہوتا اور نہ ہی دل کا انگارا پانی سے بجھ پاتا۔آبرؔو نے اس مضمون کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔شعر پر غور کیجیے:

رونے سیں سوز غم کا گھٹتا نہیں ہے ہرگز　　　پانی سیتی یہ دل کا بجھتا نہیں انگارا

دنیا کے جملہ شعبہ ہائے زندگی میں ہر قسم کے لوگ مل جاتے ہیں۔کچھ آدمی تو ایسے ہوتے ہیں کہ ظاہری وضع قطع کے اعتبار سے بڑے پارسا دکھائی دیتے ہیں۔درحقیقت وہ کچھ اور ہوتے ہیں۔آبرؔو نے ایسے حضرات کے بارے میں کیا خوب اظہار کیا ہے:

آشنا ہو رات میخواروں سیں کی دریا کشی　　　دن کو تسبیح ہاتھ میں لے کر کہائے پارسا

شاعر نے عاشق و معشوق کے مابین بوسہ کے وعدہ کی پاس داری کا معاملہ بڑی تہہ داری کے ساتھ بیان کیا ہے۔کہ معشوق نے بوسہ کے وعدہ مصری چبا کر لباں کا میٹھا دینا بتایا ہے۔کیا خوب معنی خیز شعر ہے:

بوسہ کا کر کے وعدہ مصری چبا کے بخشی　　　کہنے کوں ان لباں کا میٹھا دیا پے جھوٹا

انسان کا دل بھی بڑا عجیب و غریب ہوتا ہے۔کہ وہ فریفتگی کے دوران اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ محض نہیں بلکہ کر بھی دیتا ہے۔عاشق محبوب کے ستم پر اف تک بھی نہیں کرتا۔آبرؔو کا سانولا محبوب اس سے سب کچھ چھین لیتا ہے:

ستم سیں سانولے نے نقد جاں اور دل میرا چھینا　　　متاع اور مال جو کچھ تھا سو لے بیٹھا ہے یہ کالا

انسان کی شخصیت میں مزاج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔اگر کوئی شخص مزاج کے اعتبار سے ترش یا چڑ چڑا

ہوتا ہے۔تو اس کے غصہ اور اکڑ کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔مزید ایسے شخص کی اکڑ کے لیے بڑھاپے کی کمزوری بھی مانع نہیں ہوتی:

ہے ضعف پیچ دونا اب بانکپن ہمارا پیری کمان جیوں مانع نہیں ہووے ہے اکڑ کوں

شاعر نے محبوب کے قد کشیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے، کیا عجیب وغریب مضمون باندھا ہے۔شعر کی نزاکت پر غور کیجیے:

مانند تیغ بتاں میں علم ہوا عالم کوں قتل کر کے تیرا یہ قد کشیدہ

شاعر پوری غزل میں اپنے محبوب یعنی پنّا کو مخاطب کرتا ہے۔اس کا محبوب کس ہنر سے اپنے داؤ کو انجام دیتا ہے اور عاشق کے داؤ سے خود کو بچا لیتا ہے کیوں کہ وہ اپنے کام میں بلا کی مہارت کا ثبوت دیتا ہے:

تو اپنے کام میں بانکیت اور راوت ہے اے پنّا لگا جاتی ہے اپنا داؤ اور میرا بچا جاتی

اللہ نے جس کو حسن ظاہری خوب عطا کیا ہے۔ایسے شخص کے لیے آرائش عیب ہوتی ہے۔کیونکہ اسے گہنے کی سجاوٹ بدنما بنا دیتی ہے۔شعر ملاحظہ کیجیے:

کرے ہے بدنما البتہ حسن ماہ کوں گہنا جسے ہو زیب ذاتی اس کے تئیں ہے عیب آرائش

محبت ایسی حقیقت ہے جو انسان میں بہت سی تکلیف، دکھ اور پریشانی برداشت کرنے کا مادہ پیدا کر دیتی ہے۔ایک عورت دل سے محبوب کے سلامت رہنے کی دعا کرتی ہے۔اور اس کے ساتھ رہنے کے لیے کوئی شرط نہیں رکھتی۔مزید تمام دکھ برداشت کرنے کی رضامندی کا بھی اظہار کرتی ہے:

تمن کوں تس دن دعا کروں گی سہی سلامت رہو خدایا جو دکھ پڑے گا سہا کروں گی جیسے رکھو گے رہا کروں گی

عاشق کا معشوق بے آسرا ہے جو دم بدم اپنی آہیں بھیج رہا ہے اور دل ڈاک کا داروغہ بنا ہوا ہے کیا خوب مضمون ہے:

دل یہ داروغہ ہوا ہے ڈاک کا دم بدم بھیجے ہیں نلوے آہ کے

شاعر اس بات کی شرط لگا رہا ہے۔کہ دنیا میں اسے بنی ہوئی پل کہوں گا جو کھیوا میرے عشق کا پار لگائے گا۔اس اچھوتے مضمون کو شعر میں ملاحظہ کیجیے:

عشق پار جو کرے کھیوا بنی اسی کوں پل کہوں جگ میں

ہم معاشرے میں اس بات کا مشاہدہ بہ آسانی کر سکتے ہیں۔کہ زور آوروں کے طعن وتشنیع سے وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں۔جو ان کے مدمقابل آ کر دو ہاتھ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔دوسری بات اس شعر سے یہ بھی اخذ ہوتی ہے کہ زور آوروں کے طعن وتشنیع سے کوئی مامون نہیں رہتا اگر کوئی ان کے سامنے آتا بھی ہے۔تو انھیں دو ہاتھ

لگا دیے جاتے ہیں:

طعن سیں زور آوروں کے وہ کوئی مامون رہے　　　جو مقابل ان کے آ دو ہاتھ مگدر بھان جا

انسان کو محبوب کے دیدار سے صبر وسکون کبھی حاصل نہیں ہوتا ہے۔حتیٰ کہ دل سوطرح کی قیامت سے دوچار کرتا ہے:

صبر کب دیدار اس کے تئیں فردا تلک　　　سو قیامت جان پر کرتا ہے دل آج ہے سرا

آبرؔو نے محبوب کے حسن و جمال کے مدنظر شیریں ادا کے نام سے پکارتے ہوئے اس کے گالوں میں برقی طوفان بتایا ہے اور جلوہ بھی شرم سیں ان کے مقابل ہو جاتا ہے۔کیا خوب مضمون باندھا ہے شعر پر توجہ کیجیے:

تیرے گالوں میں اے شیریں ادا طوفان ہے برقی　　　مقابل جن کے آگے شرم سیں ہوتا ہے جلوا

ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں۔انسان کو لاحق عشق حقیقی ہو یا مجازی اسے آغاز میں حرکت و اضطراب سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے۔آبرؔو کا عشق مجازی ہے۔عاشق پر مجازی محبوب کے نہ ملنے سے غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے۔یہ درد وغم کا پہاڑ اگر کوئی دوسرا سہے تو دل گردے کی بات ہوگی۔اس مضمون کو شاعر نے کچھ اس طرح سے ادا کیا ہے:

نہ ملنے سیں تمہارے جو کہ ہم پر غم گزرتا ہے　　　سہے جو اور کوئی پیارے تو جانو اس کا دل گردا

عاشق محبوب کی بے التفاتی کے باعث غم خوردگی میں مبتلا ہے۔مزید لوگوں کے طعنہ بھی سنتا ہے۔عاشق کا شکایتی انداز کیا خوب ہے، شعر میں ملاحظہ کیجیے:

ہمیں سب لوگ کہتے ہیں کہ تجھ کوں پیار نہیں کرتا　　　نہیں تو آشنا کوں کون یوں رکھتا ہے غم خوردا

آبرو کو معاصرین میں ریختہ گوئی پر کمال کا ملکہ حاصل تھا۔وہ اپنے عہد کے عام ماحول یعنی حسن پرستی کے موضوع و مضمون کئی طرح سے باندھتے ہیں۔ایک غزل کی ردیف 'ہے وہ لونڈا' ہے یہ گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔غزل کے جملہ اشعار امرد پرستی کی بین دلیل ہیں۔چند اشعار پیش ہیں:

مذاق شوق کوں دے ہے مٹھاس اس کی مزے داری　　　تمام عالم کے خوباں بیچ خوبانی ہے وہ لونڈا

کری ہے عام ان نے نعمت دیدار کی اپنے　　　جو بھوکا ہو درس کا تس کوں مہمانی ہے وہ لونڈا

غلط دھرتے ہیں سارے مل کے اس کا نانو رمضانی　　　کیا ہے ذبح سب کوں عید قربانی ہے وہ لونڈا

دنیا کے ہر خطہ میں ابن آدم نے تحقیق و جستجو سے بہت سی بیماریوں کے نسخہ تجویز کرر کھے ہیں۔ان کے استعمال سے انسان کو بہت سی بیماریوں سے شفایابی نصیب ہوتی ہے۔آبرؔو نے دق کی بیماری کے لیے کیا خوب طبی نسخہ شعر کے پیکر میں پیش کیا ہے:

خدا کے واسطے میں تجھ کوں ایک دارو بتاتا ہوں　　اگر آزار ہے دق کا تو پی انگور کا کاڑھا

خالق آدم نے انسان کی طبیعت میں بہت سی چیزوں کو جذب کرنے کا مادہ رکھا ہے۔ ہر انسان معاشرے کے ماحول کے مطابق زندگی بسر کرنے میں عافیت محسوس کرتا ہے۔ مگر اسی معاشرے میں بہت سے انسان مذہب کے بہروپ میں سادہ انسانوں کو اپنے مکروفریب کا شکار بناتے ہیں۔ آبروؔ دل پر ایسے لوگوں کی مکر کی تسبیح کا ہر دانہ سومن کا محسوس کرتا ہے:

گراں ہے شرم کی آدم کوں رکھنی مکر کی تسبیح　　ہر ایک دانا ہوا ہے آبرو کے دل پر سومن کا

جس انسان کے مزاج میں بخل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی دولت نہ خود کے لیے اور نہ ہی دوسروں کے لیے سود مند ہوتی ہے۔ وہ کسی غریب کی ایک پیسہ سے مدد کرنا بھی گوارا نہیں کرتا ہے۔ مزید فقیروں کی صدا بھی اس پر گراں گزرتی ہے۔ شاعر نے بخیل کا شعر میں کیا خوب خاکہ پیش کیا ہے:

ہو ہے بخیل دشمن درویش کی صدا کا　　لگتا ہے اس کے سر پر گویا قدم گدا کا

آبروؔ نے محبوب کے مکھ کو خوب روئی کی کتاب اور خال و خط کو معشوق کا باب بتا کر انوکھا مضمون پیش کیا ہے۔ شعر کے مفہوم پر غور کیجیے:

مکھ ہے تیرا خوب روئی کی کتاب　　خال و خط ہے ایک معشوق کا باب

خالق نے کرۂ ارض پر مختلف خطوں میں موسم کے اعتبار سے بڑا تنوع رکھا ہے۔ دلّی کے گردونواح کا بسنت رُت بڑا ہی خوشگوار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس موسم میں انسان کی طبیعت میں فطری طور پر تازگی و توانائی پیدا ہوتی ہے۔ جانوروں میں بھی فربہی فروغ پاتی ہے اور نباتات میں سرسبز و شادابی آجاتی ہے۔ چاروں طرف بہتر ماحول اور بہار کا سماں ہوتا ہے۔ غزل کے دو شعر پیش ہیں:

کویل نے آ کے کوک سنائی بسنت رُت　　بورائے عام و خاص کہ آئی بسنت رُت

گائے ہنڈول آج کلاونت ہلس ہلس　　ہر تان پیچ لیا کے چھلائی بسنت رُت

انسان کا محبوب اس کے دل و دماغ ہمہ دم گردش کرتا ہے۔ اگر عاشق کی محبوب کے گھر آمدورفت غیر رسمی ہو تو بقول آبروؔ:

رہتے ہیں جی میں مصرع دلچسپ کی طرح　　گھر بار ہو ہے سرو قداں کا برائے بیت

خالق آدم نے یوں تو جملہ انسانوں کی صورت میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور رکھا ہے۔ مگر خوبصورتی کے اعتبار سے ایک سے بڑھ کر ایک بنایا ہے۔ لیکن عاشق کا محبوب ایک جداگانہ خوبصورتی کا مالک ہوتا ہے۔ عاشق کو اس کی شبیہ کا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا:

کوئی گل رو نہیں تمہاری شکل ہم نے دیکھی ہزار کی صورت

اس نفس مضمون کی انتہا ناسخ کے شعر میں محسوس کیجیے:

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت ہم جہاں میں تری تصویر لیے پھرتے ہیں

ہر عہد اور ہر معاشرے میں کم وبیش اچھے برے انسان رہے ہیں۔ مگر بزرگوں کو خاص طور سے اپنے زمانہ کے عوام یا نئی نسل سے شکایت رہی ہے۔ عام طور پر روزگار کی صورت حال بھی اطمینان بخش نہیں رہی ہے۔ مگر اخلاقی صورت حال کا خراب ہو جانا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جس سے معاشرے میں بے راہ روی بڑھ جاتی ہے اور روزگار کے امکانات بھی کم ہو جاتے ہیں۔ آبروؔ بھی اپنے زمانہ کے حالات سے آسودہ نظر نہیں آتا:

اب زمانہ سبھی طرح بگڑا کیا بنے روزگار کی صورت

انسان عام طور پر مفاد سے واسطہ رکھتا ہے۔ یہ انسان کے لیے ضروری بھی ہے۔ مگر بہت سی شخصیت مفاد پرستی کو اپنا شعار بنا لیتی ہیں۔ انہیں دوستی نہیں صرف مفاد عزیز ہوتا ہے۔ اسی سبب انسان کا انسان سے کافی حد تک اعتبار اٹھ گیا ہے۔ آبروؔ کا زمانہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے:

اس زمانے کی دوستی کے تئیں کچھ نہیں اعتبار کی صورت

ہمارے قدیم شاعر عام طور سے عربی، فارسی زبان سے خاصی شد بد رکھتے تھے۔ اسی لیے اردو شاعری نے عربی فارسی کے ادبی سرمایۂ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اردو شاعروں نے اپنی استعداد کے مطابق عربی فارسی تراکیب کا خوب استعمال کیا ہے آبرو کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

لب بند ہو گئے ہیں کہو کیوں اس کی بات لونڈا نہیں مزے کا یہ ہے حبۃ البنات

آبروؔ نے ایک غزل میں 'سیں الغیاث' کی ردیف باندھی ہے۔ الغیاث لفظ خالص عربی آمیز ہے۔ مطلع پیش ہے:

پار نہیں ہوتا ہے ہم سیں الغیاث مر گئے اس درد و غم سیں الغیاث

ہندوستانی عام طور پر کسی بھی مریض کو اپنے آزمائے ہوئے یا سنے ہوئے نسخہ تجویز کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ آبروؔ بھی ایک مرض کے حوالہ سے کیا نسخہ تجویز کرتے ہیں:

مرا اطریفل صغیر میں آرام کیوں کے ہو ایسے مرض کا خوب کلاں ہے تیرا علاج

انسان اپنی خصلت کی رو سے فریب دیتا ہے اور سادگی کے سبب کھاتا بھی ہے۔ بڑے سے بڑا دانا انسان بھی پیار کے طفیل میں دھوکہ کھا جاتا ہے اور بعد میں اس کے تعلق سے قیاس آرائی کرتا ہے جیسا کہ آبروؔ کہتے ہیں:

جو تمہارے پیار میں اول کے یوں کھائے دغا فن تمہارے حیف ہم پہلے نہ جانے اس طرح

زبان وادب میں الفاظ کا استعمال بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اسی طرح مخطوطہ کی قرأت میں یہ بات

لاگو ہوتی ہے کہ موقع محل کے مطابق لفظ کی قرأت صحیح ہوئی یا نہیں۔مندرجہ ذیل شعر پر غور فرمائیے:

آغوش میں سجن کے ہم کوں کیا کنار　　　ماروں گا اس رقیب کوں چھڑیوں سیں گود گود

اس شعر میں پروفیسر محمد حسن نے چھریوں کو چھڑیوں پڑھا ہے۔مگر انسان چھڑیوں سے گودتا نہیں بلکہ مارتا ہے۔ کیونکہ زبان کے صحیح استعمال کی رو سے چھری اور چاقو سے گودا جاتا ہے۔

اللہ نے کلام مجید میں فرمایا ہے: کہ جملہ پیڑ پودوں کو قلم اور سمندروں کو سیاہی بنالیا جائے تو ہماری بڑائی مکمل طور پر لکھنے سے قاصر رہیں گے۔لیکن آبروؔ نے خود اپنے لیے یہ مضمون باندھا ہے۔اگر زمین کے دریا سیاہی اور آسمانوں کو کاغذ بنالیا جائے تو اپنے حال کا بستار رقم کرنے لیے کم ہے۔شعر ملاحظہ کیجیے:

ہمارے حال کا بستار ہرگز نہیں سمانے کا　　　اگر سب ارض کے دریا سیاہی ہوں سما کاغذ

آبروؔ جانتا ہے کہ محبوب اتنا سنگ دل ہے کہ اس کی طرف کوئی قدم رکھنے کی جرأت نہیں رکھتا۔مگر ہم نے دل کا شیشہ اس کی گلی کے بیچ توڑا ہے:

کوئی قدم رکھتا نہیں اس سنگ دل کی اور کوں　　　دل کا شیشہ اس گلی کے بیچ توڑا ہے مگر

اگر کوئی شخص طبیعت ومزاج کے اعتبار سے صالح اور قناعت پسند ہوتا ہے تو وہ عموماً دنیاوی معاملات میں دیگر انسانوں کے احسانات لینے سے خوف کھاتا اور گریز بھی کرتا ہے۔آبروؔ منت اور احسان کے خوف سے کانپتا ہے:

منت اٹھاونے میں ہے خوف دل کوں میرے　　　آسماں اوپر نہیں اے ماہ تارے اس قدر

دنیاوی نکتہ کی رو سے یہ بدیہی حقیقت ہے کہ جو بندہ علم وہنر سیکھنے یا اسے حاصل کرنے میں عار رکھتا ہے وہ علم وہنر سے عاری، جاہل محض رہتا ہے۔آبرو نے یہ بات کس خوبصورتی کے ساتھ دو مصرعوں میں پیش کردی ہے:

وہی رہتا ہے علم سوں عاری　　　جو کہ رکھتا ہے سیکھنے میں عار

انسان کی معاشرتی زندگی میں خوشامد کی بڑی اہمیت ہے۔آدمی اس کے ذریعہ دوسرے انسان سے بڑی آسانی سے اپنا مقصد پورا کرلیتا ہے جو برا بھی نہیں ہے۔مگر وہاں پر افسوس ہوتا ہے کہ جب کوئی انسان چاپلوسی کے مکر وفریب سے کام نکالتا ہے۔اور محسن کو نہ صرف نظر انداز کردیتا ہے بلکہ موقع کی مناسبت اور مفاد کی خاطر حربہ داری رواں رکھتے ہوئے آنکھ بھی دکھاتا ہے۔ہر شعبہ ہائے زندگی میں شریف انسان ایسے آدمی کے دجل کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔آبروؔ اپنے محبوب سے اسی بات کا شکوہ کرتے ہیں:

ظاہر میں جو تمہاری خوشامد کرے اسے　　　تم اپنا دوست دار سمجھتے ہو بے شمار

انسان کی فطرت میں عشق ومحبت کا جذبہ محبوب کے تئیں عجز وانکسار پیدا کردیتا ہے اور محبوب کی دوست داری اور مہربانی کے لیے امیدوار بن کر درخواست گزار بنا رہتا ہے:

مدت ہوئی کہ تیرے تغافل میں مرگئے　　　اب مہربان کب تو غریبوں کا ہوگا یار

خالق آدم نے انسان کی فطرت میں محبت ونفرت کا جذبہ رکھا ہے۔انسان کی زندگی میں ضرورت اور مفاد کی خاطر دوست دشمن بنتے رہتے ہیں۔مزید معاشرتی زندگی میں نفسیاتی برتری کی خاطر باہم انسان کے مابین معاصرانہ چشمک بھی رواں رہتی ہے۔آبروبھی انسان ہونے کے باعث اس سے مستثنیٰ نہیں رہے اور اپنے معاصرین پر کس طرح طعن تشنیع کرتے ہیں:

جھوٹ کرتا ہے عبث مردی کا دعویٰ بے ہنر　　　کام کچھ پیدا کرے مردانگی کا تب ہونر

احمقی ہے بے خرد کوں زر کے اوپر افتخار　　　پر کہاں سمجھے کہ کیوں ہر بار ہوہے مفتخر

آبؔروِ محبوب کے حسن و جمال کی تعریف میں کس قدر غلو سے کام لیتا ہے۔شعر پر توجہ دیجیے:

سراپا جھلجھلاتا، سج کے جب خورشید رو نکلے　　　بچھڑ جا اس جھلک کوں دیکھ کر خورنا تواں خاور

آبؔرو کا محبوب بڑا ہی عیار اور چالاک ہے۔وہ عاشق پر توجہ تو کجا بلکہ جان بوجھ کر نظرانداز کرتا ہے۔تو عاشق کس طرح محبوب سے التماس کرتا ہے:

بلبلیں روتی ہیں تیرے غم سیں اور گل زار زار　　　حیف کیوں ہوتا نہیں تو ہم سیں اے عیار یار

عالم ناسوت میں کائنات قدرت پر غور کرنے سے یہ منکشف ہوتا ہے۔کہ قدرت نے شوق وجستجو میں طاقت اور بہت سے راز پنہاں رکھے ہیں۔کسی بیج کے انکور میں شوق کا نشاں پایا جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ غم سے گداز پیدا ہوتا ہے:

عقدۂ انکور میں شوق کا اس کے نشاں　　　مست کب ہے جس کا دل نہیں آگ سیں غم کے گداز

ابن آدم کی بہت سی ایجادات میں عدد وشمار کی ایجاد میں صفر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔تنہا صفر اپنی اہمیت نہیں رکھتی مگر اعداد سے جڑ کر کسی عدد کو دس گنا کر دیتی ہے۔آبؔرو نے دل کے حوالہ سے یہ بات کہی ہے کہ اگر میں دل کو غم سے خالی کروں تو مجھے یہ پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ وہ صفر بن کر میرے غم کو دس گنا کر دیتی ہے۔اپنی نوعیت کا یہ انوکھا مضمون ہے۔اس پر غور کیجیے:

ایک غم سیں دل اگر خالی کروں　　　صفر ہو کر اک سیں کرتا ہے دس

خالق نے کائنات میں کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی ہے۔ہر چیز فائدہ ونقصان کی حامل ہوتی ہے۔اس کا استعمال مثبت ومنفی اثرات مرتب کرتا ہے۔آگ کے فوائد اور نقصانات سے ہم واقف ہیں۔شاعر نے غم کی آگ جو عاشق کو لاحق ہوتی ہے۔اس سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ غم کی آگ سے عاشق کا رنگ نکل آیا ہے یعنی وہ اجلا ہوگیا ہے کہ جس طرح آگ سونے کی آلائش دور کر دیتی ہے اسی طرح غم کی آگ نے عاشق کی رنگت کو بہتر کر دیا ہے:

گلایا جب سیں غم نیں تب سیں نکلا رنگ عاشق کا　　　　ہوئی دور آگ کے جلنے سیتی سونے کی آلائش

انسان کی زندگی میں اخلاص کی بڑی اہمیت ہوتی ہے یعنی ایسے شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔ یہ بڑی معروف کہاوت ہے کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا۔ اگر کسی کا شوق اخلاص پر مبنی ہے تو وہ ضرور خود بخود منظر عام پر آجاتا ہے:

شوق چھپتا نہیں چھپائیں سیں　　　　ہوتا ہے آخر آشکار اخلاص

نوع بشر نے حیات و زندگی کے تجربات اور مشاہدات سے یہ بات تسلیم کی ہے کہ اگر عاشق و معشوق اپنی محبت میں اخلاص کا پیکر ہیں تو ان کے لیے وصل اور ہجر دونوں یکساں اہمیت کے حامل ہو جاتے ہیں۔ آبرو نے یہ بات کس خوبصورتی سے شعر میں کہہ دی ہے:

وصل اور ہجر ہر دو یکساں ہیں　　　　جب ہو آپس کے بیچ پیار اخلاص

دنیا کی ہر زبان کی شاعری میں قافیہ کی اہمیت مسلم ہے۔ ہاں اردو اور فارسی میں قافیہ کے ساتھ مزید ردیف کی ایجاد نے شعری غنائیت اور اس کی کیفیت کو دو چند کر دیا ہے:

پر و حسن و عشق موزوں ہے　　　　خوش لگے قافیے کے ساتھ ردیف

آبرو نے حسن و عشق کی وضاحت دو مصرعوں میں کی ہے جو بڑی معنی خیز ہے:

جیوں ادا و ناز خوبی کوں کہتے ہیں مل کے حسن　　　　یو ہزاروں آرزوؤں کا رکھا ہے نام عشق

انسانی معاشرے میں ہر مرد و زن فطری طور پر عشق و محبت کے جذبہ سے کم و بیش معمور ہے۔ عشق کی انتہا اور اس کی ناکامی نوع بشر کے لیے عام طور پر معاشرے میں بدنامی و رسوائی کا باعث بنتی ہے:

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئی مجنوں سیں کم　　　　مرد ہو یا زن کرے ہے سب کوں یہ بدنام عشق

اردو شاعری میں اقبال نے عشق کی اہمیت کو بڑی خوبی کے ساتھ آشکار کیا ہے۔ کیونکہ عشق کی بدولت ہی انسان نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ عشق کی اہم خوبی یہ ہے کہ وہ فکر و عمل اور اضطراب کا باعث بنتا ہے۔ دنیا میں حسن و جمال سے وہ کام نہ ہو سکے جو عشق کی بدولت انجام پائے۔ آبرو نے بھی عشق کی حقیقت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے عشق کو حسن پر فوقیت دی ہے:

دل بڑا ہے مہر کا لیکن تڑپ ذرے کی نہیں　　　　حسن سیں کب ہو سکے کرتا ہے جو جو کام عشق

انسانی احساسات اور جذبات کو مکمل طور پر الفاظ کے پیکر میں ڈھالنا مشکل کے ساتھ ناممکن بھی ہے۔ تاہم ادبأ اور شعرأ نے یہ مشکل کام انجام دینے کی سعی کی ہے۔ آبرو اپنے محبوب کے تاثرات کو شعر میں اس طرح پیش کرتا ہے:

تجھ زلف نے جگت کے لہرائے تمام دل　　　مزرع میں آج حسن کے تیرے پھلی ہے بال

شاعر کے تجربات اور مشاہدات کے تاثرات عجیب وغریب نوعیت کے ہوتے ہیں۔آبرو محبوب کی آنکھوں میں کاجل دیکھ کرسیاہی کوروشنی کا نام دیتا ہے۔شعر ملاحظہ کیجیے:

سیاہی کا ہوا ہے روشنی نام　　　لگایا جب سیں تو انکھیاں میں کاجل

عاشق کو معشوق کی ہر چیز عزیز ہوتی ہے۔وہ کوچۂ دلدار کے شوق میں خوب روتا ہے۔جس سے اس کا دل آنسوؤں کی شکل میں بہہ کر آنکھوں کے ذریعہ نکل جاتا ہے۔کیا خوب شعر ہے:

شوق میں کوچۂ دلدار کے جب روتا ہوں ناں　　　اشک کی شکل ہو انکھیاں میں نکل جاتا ہے دل

ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ عشق کے درد والم کا مداوا کسی طبی نسخہ میں نہیں ہے۔شاعر نے عاشق کے اضطراب والم کا علاج محبوب کی مہربانی میں پایا ہے۔عاشق محبوب کو خدا کا واسطہ دے کر مہربانی کی درخواست پیش کرتا ہے۔جس میں اس کے درد والم کے دور ہونے کی دوا موجود ہے:

خدا کے واسطے اس طرح مہربانی کر　　　کہ میرے جیو سے جاتا رہے تمام الم

آبرو کے کلام کے مطالعہ سے یہ قیاس قوی ہوتا ہے کہ انہیں عربی وفارسی میں کماحقہ درک نہ سہی مگر اوسط درجہ کی واقفیت ضرور تھی کیونکہ انہوں نے اپنے کلام میں عربی کی بہت سی تراکیب استعمال کی ہیں۔اس تعلق سے پروفیسر خالد محمود نے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کے مقدمہ'انتخاب کلام آبرو' میں پیش کردہ تین شعر نقل کیے ہیں۔شعر مندرجہ ذیل ہیں:

زاہداں کے تئیں اگر ہوتا جو اک مقدار علم　　　چھوڑ کر شملے کو کیوں ہوتے وے اصحاب الشمال

کرتا ہوں اس کی عقل پر افسوس ہاتھ مل　　　جو برگ گل کہے تری انکھیوں کو فی المثل

عشق کی آتش میں بے شک معجزہ عیسیٰ کا ہے　　　زندہ اس کے دم سے ہور ہے شمع جوں عظم رجیم

بالا اشعار میں تیسرے شعر میں عربی ترکیب کی ردیف قابل توجہ ہے۔دیوان آبرو مرتبہ پروفیسر محمد حسن کے پیش کردہ شعر میں اس ترکیب پر بھی غور کیجیے:

عشق کے آتش میں بے شک معجزا عیسیٰ کا ہے　　　زندہ اس کے دم سے ہور ہے جوں عظیم رمیم

مذکورہ شعر کے متن کی رو سے عربی ترکیب عظم رجیم اور عظیم رمیم ظاہر ہوتی ہے۔ہم یہ جانتے ہیں نقل درنقل متن میں تبدیلی کا امکان رہتا ہے۔جب ہم شعر کے معنی ومفہوم کے سیاق میں اول لفظی ترکیب کے املا کی صورت پر غور کرتے ہیں تو شعر کے معنی ومفہوم غلط برآمد ہوں گے۔جس کی رو سے یہ ترکیب غلط ہو جاتی ہے۔دوم لفظی ترکیب عظیم رمیم ہے اس میں عظم کی جگہ عظیم ہے اور رجیم کی جگہ رمیم ہے اس ترکیب میں لفظی متن 'عظیم' شعری

مفہوم کے سیاق میں غلط ہے۔ میری ذاتی رائے قرأت اور شعری مفہوم کے سیاق میں یہ ہے کہ ایک ترکیب میں رجیم اور دوسری میں عظیم متن کی رو سے غلط ہیں۔ دراصل یہ عربی ترکیب عظم رمیم ہے۔ عظم کے معنی ہڈّی، استخواں اور رمیم کے معنی گلی، سڑی، بوسیدہ، پرانا وغیرہ ہیں۔ اسلام اور قرآن کے حوالہ سے ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزا عطا کیا تھا۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ آبرو کو قرآن کی معروف سورہ یٰسین کی آیت ۷۸ کے الفاظ و مفہوم ذہن میں ہوں اور یہ ترکیب وضع کی ہو۔

انسان کے دل و دماغ کو براہ راست متاثر کرنے کے لیے آنکھ اور کان سب سے بہتر ذریعہ ہیں۔ آبرو کسی پیکرِ حسن و جمال کو دیکھ دل سے گرفتار ہو جاتے ہیں اور اپنی چشم کو دل کا دشمن قرار دیتے ہیں کیونکہ آنکھوں کی اطلاع کے وسیلہ سے کسی جان کے گرفتار ہوئے ہیں:

دشمن ہوئی یہ دل کی میرے خواہ مخواہ چشم　　پھر دیکھتے ہی جان گرفتار ہو گیا

انسانی جسم میں آنکھیں حرکات و سکنات اور ناز ادا کی بڑی علامت ہیں۔ انسان کی آنکھوں میں غصہ اور رضامندی کے اثرات بڑے نمایاں ہوتے ہیں۔ عاشق اپنے محبوب کی آنکھوں کے اشارے کا غلام ہوتا ہے۔ انسان کے باہم دل دینے یا لینے کا معاملہ اکثر آنکھوں کے ذریعہ ہی ممکن ہوتا ہے اردو زبان میں آنکھوں کے تعلق سے کثیر تعداد محاوروں کی موجود ہے۔ آبرو نے انکھیاں ردیف میں چار غزلیں کہی ہیں۔ ان میں مضمون کی ادائیگی بہت خوب ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

تیری زور آوری میں آج رستم ہیں بلی انکھیاں　　پکڑ مژگاں کے پنجے سوں مروڑایوں میرے دل کوں

....

روپتے ہیں بنا کے جال انکھیاں　　صید کرنے کوں دل کے مژگاں سیں

....

یار سیں جب ہوئیں دوچار انکھیاں　　دل کی تب آرزو کا منہ دیکھا

....

ہر چند سعی کر کر یاقوت و لعل مرجاں　　علاج ان کا ہے پیارے عاشقوں کے رنگ کی ہلدی

دنیا میں بعض شخصیت بہت سی خوبیوں کے باعث خاص و عام میں مقبول ہو جاتی ہیں۔ عوام کی زبان ایسے حضرات کی تعریف میں رطب اللسان رہتی ہیں۔ ان کے دیدار کے لیے سبھی مضطرب بھی رہتے ہیں۔ لوگ موقع غنیمت جان کر ان کے دیدار کے لیے بے تحاشہ دوڑتے ہیں۔ شاعر نے مردوں کا کفن پھاڑ کر دوڑنے کا محاورہ شعر میں خوب باندھا ہے:

اٹھ کے دیدار کوں دوڑے ہیں گویا پھاڑ کفن　　مر گئے تھے تیری سن کے سجن تعریفیں

غزل اور محبوب کا بڑا مضبوط باہمی رشتہ ہے۔شاعر عاشق بن کر محبوب سے واردات قلبیہ کا اظہار بڑے والہانہ انداز میں صنف غزل کے حوالہ کرتا ہے۔آبرو کی یہ غزل غنائیت سے بھر پور محبوب سے تخاطب کا طرز اختیار کیے ہوئے ہے۔غزل کا مطلع اور چند شعر پیش ہیں:

کہو تم کس سبب روٹھے ہو پیارے بے گنہ ہم سیں   چرانے کیوں لگی ہیں یوں تری انکھیاں نگہ ہم سیں

تغافل چھوڑ ظالم بے تکلف ہو ستم مت کر   کپٹ کی آشنائی یہ، نہیں سکتی نبہ ہم سیں

لگے ہیں غیر فرزیں کی طرح مل کجروی کرنے   ہمیشہ جو کہ کھاتے تھے سب باتوں میں سہ ہم سیں

شاعر کا محبوب بڑا ظالم اور ہرجائی ہے۔عاشق مرغِ بسمل کی مانند تڑپ رہا ہے اور محبوب عاشق کو نظر انداز کر دوسروں میں مشغول ہو گیا ہے۔یعنی محبوب نے عاشق کو درخور اعتنا نہیں سمجھا مزید طرفہ یہ کہ محبوب دوسروں پر نظر عنایت بھی کر رہا ہے۔عاشق آتش حسرت سے بھن کر کباب ہو گیا:

تڑپتا چھوڑ بسمل کوں ہوا مشغول اوروں سیں   کیا ہے آتش حسرت سیں ظالم نے کباب اس کوں

آبرو شعر میں انوکھے مضمون باندھنے میں کمال رکھتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ ظالم سادہ رو ہے مگر ان پر ستم نے انصاف کیا ہے:

یہی سادہ رو ہے وہ پیدا دگر   کیا ہے ستم ہم پے انصاف نیں

عالم اسلام کی تاریخ میں حضرت علیؓ کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں ہی ایمان قبول کر لیا تھا۔انہوں نے اسلام کی خدمات میں نمایاں کام کیے۔انہیں شیر خدا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ان کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔جس سے انہوں نے کفر کے جنگل کو کاٹ کر دین کے گلشن میں تبدیل کر دیا۔آبرو کہتے ہیں:

علی ہے شیر خدا جن نیں ذوالفقار سے کاٹ   جنگل کوں کفر کے سب دین کر دیا گلشن

آبرو محبوب سے فقیروں پر کرم کی نگاہ کا خواہشمند ہے۔شاعر محبوب کو صاحب کے کلمہ سے مخاطب کرتے ہوئے یہ عرض کرتا ہے۔کہ تمہاری کرم کی نگاہیں نصاب حسن کی زکاتیں ہیں:

کرو کرم کی نگاہاں طرف فقیروں کی   نصاب حسن کی صاحب یہی زکاتیں ہیں

آبرو محبوب کو بڑے طنزیہ انداز میں صد آفریں کہتا ہے شعر ملاحظہ کیجیے:

برداشت کر رہے ہو اِتے عاشقاں کا بوجھ   صد آفریں ہے جان تمہارے سماؤں کوں

آبرو کی مضمون آفرینی بہت خوب ہے۔ وہ محبوب کو خواب میں دیکھتا ہے۔ مگر عاشق خواب میں محبوب کے حسن و جمال کی تابانی اتنی تیز محسوس کرتا ہے کہ ہنوز آنکھ کھولنے کی توانائی مفلوج ہے:

دکھائی خواب میں دی تھی ٹک ایک منہ کی جھلک ہم کوں   نہیں طاقت انکھیوں کے کھولنے کی اب تلک ہم کوں

دنیا میں کسی شخص و محبوب کی تمنا کے بھروسے پر دل پھنسانا بے سود ہے۔ شاعر کے نزدیک شرط انصاف یہ ہے۔ کہ محبوب کو خوب یاد کرنا چاہیے:

جن نے تمنا کے بھروسے پے پھنسایا ہے دل   شرط انصاف کی یوں ہے کہ اسے یاد کرو

انسانی فطرت میں یہ لطیف حقیقت پوشیدہ ہے۔ کہ جب تک انسان کی طبیعت میں تازگی و آسودگی نہ ہو تو دل و دماغ میں شادمانی و مسرت پیدا نہیں ہو سکتی۔ عاشق کے لیے ساری بہاریں اور خوشیاں اسی وقت ممکن ہیں۔ جب دلی مسرت کے ساتھ محبوب میں حسن کی نمو ہو:

غنچہ دل کا نہیں کھلتا تو نہیں ہوتی بہار   حسن جب اپچے ترا جب جی مرا خورسند ہو

دنیاوی مفاد کی خاطر بعض شخص ریاکاری کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ فقر کا بہروپ بنا کر خودنمائی بھی کرتے ہیں۔ درحقیقت ایسے شخص اپنی زندگی ہی میں ضرور کیفر کردار تک پہنچتے ہیں۔ اور زمانہ میں رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے:

خودنمائی کے تیئں جو فقر کا کر کے لباس   خلق میں رسوا ہے وہ اس کے تیئں عریاں کہو

ابن آدم زمانہ کے حالات میں مجبور محض ہو جاتا ہے۔ انسان باہمی طور پر عموماً ایک دوسرے کے لیے رسمی مروت رواں رکھتا ہے۔ اسی باعث دنیا میں حقیقی دوستی کا بیج یعنی اخلاص ناپید ہے۔ شاعر کو دوستی میں محبت کی ذرا سی بو تک محسوس نہیں ہوتی:

گیا ہے دوستی کا بیج مارا   محبت کی نہیں آتی کہیں بو

عاشق ذات کا قبلہ و کعبہ اس کا محبوب ہوتا ہے۔ مگر عاشق اس سب کے باوجود محبوب کے التفات و مہربانی کے لیے خاص توجہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی لیے دوستوں سے یہ گزارش کرتا ہے۔ کہ آپ محبوب سے میرا حال کچھ اس طرح بیان کرو کہ وہ مجھ پر مہربان ہو جائے:

یارو ہمارا حال سجن سیں بیاں کرو   ایسی طرح کرو کہ اسے مہرباں کرو

آبروؔ کا محبوب سراپا حسن و جمال کا پیکر ہے۔ جسم کی حسن لطافت ایسی ہے کہ اس پر چشم بصارت کا ٹھہرنا محال ہے۔ شاعر کے تخیل پرواز پر ذرا غور کیجیے کہ وہ محبوب کے طوفانِ حسن میں کشتی کی تباہی کا مشاہدہ کر رہا ہے:

ٹھہرتی نہیں کہیں تیرے بدن پے چشم سرتاپا   ہوئی ہے حسن کے طوفاں میں کشتی کی تباہی یہ

دنیا کی معاشرتی زندگی میں ابن آدم کے لیے بادشاہی کا مقام سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ انسان کو اپنا حکم عزیز تر ہوتا ہے۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں محکوم کو وہ خوشی یا عقیدت نہیں ہوتی۔ جو محبوب پری رو کے حکم کی تعمیل میں ہوتی ہے اسی لیے تمام عاشق دیوانہ وار حکم بجالانے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ بقول شاعر ایسی بادشاہی تو حضرت سلیمانؑ کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیا خوب تشبیہ اور مبالغہ ہے شعر ملاحظہ کیجیے:

بگھولے سے دیوانے حکم میں ہیں اس پری رو کے　　　سلیمان نے کہاں پائی تھی یارو بادشاہی یہ

خالق نے انسان کے احساسات میں عشق وجنوں کا مادہ رکھا ہے۔ عشق کی تفہیم عقل سے ماوٗرا ہے۔ شاعر کا عندیہ ہے کہ افلاطون جیسا دانشور بھی عشق کے معاملات سمجھ نہیں سکتا:

عشق کوں مجنوں کے افلاطوں سمجھ سکتا نہیں　　　گو کہ سمجھاوے لے سمجھے گا نہیں عاقل ہے یہ

معاشرہ میں بعض شخص طبیعت سے ایسے بخیل ہوتے ہیں۔ کہ وہ دولت کو ضرورت میں بھی خرچ نہیں کر پاتے۔ دراصل ایسا شخص شیطان کا حلیف ہوتا ہے۔ شیطان ایک دوسرے انسان کے ذریعہ باہم نقصان پہنچانے کے درپہ ہوتا ہے۔ شاعر بخیل شخص کو خناس اور کناس جیسے لقب سے یاد کرتا ہے:

فی الحقیقت یہ بخیل انسان نہیں خناس کہہ　　　آدمی کی شکل ہے ظاہر میں تو کناس کہہ

آبؔرو محبوب کی چرب زبانی اور تیز طرار صفت کو شعر میں کیا خوب انداز سے پیش کرتے ہیں:

اب تلک مکتب میں مشغول الف باتا ہے وہ　　　پر سبھوں سیتی سبق باتوں میں لے جاتا ہے وہ

شراب کے حوالہ سے یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ وہ جتنی پرانی ہوتی ہے اتنی ہی نشہ آور ہوتی ہے۔ شاعر دختر رز کو بہت شوخ دیدہ بتاتا ہے۔ شعر میں نفس مضمون کی نزاکت پر غور کیجیے:

دیکھو یہ دختر رز کتّی ہے شوخ دیدہ　　　دونی چڑھی سر او پر جیوں جیوں ہوئی رسیدہ

انسان طبیعت کے اعتبار سے نرم وسخت ہوتا ہے۔ مگر سنگ دل انسان کی طبیعت میں رحم کا مادہ نہیں ہوتا۔ چاہے احوال کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بقول آبؔرو:

گو کہ اس سیں بھی سخت ہو احوال　　　سنگ دل کب رحیم ہوتا ہے

انسان ایک دوسرے پر موقع محل کے مطابق فقرے بازی کرتا ہے۔ ان میں طنز پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس تعلق سے آبؔرو کے دو شعر دیکھئے:

کلنکی کے برابر عیب ہو ہے خوب کوں گہنا　　　ترے گالوں کوں کہیے چاند تو گویا کہ گالی ہے

تیرے حتی رخساروں آگے ٹھکرا سا لگتا ہے　　　اگرچہ آئینہ نے مصقلا کر کے صفالی ہے

آبؔرو اپنے محبوب کی نگاہ کو تیر کی پیکان بتاتے ہیں مزید عاشق کو زخم بھال سے لگاتے ہیں:

تیری نگاہ تیر کی پیکان ہے صنم　　تم دیکھ دیکھ زخم لگاتے ہو بھال کے

آبرو اپنا بیاہ انگور کی بیٹی یعنی شراب سے کرنے کے لیے سہرا بھی انگور کی بیل کے پتوں کا باندھتے ہیں، عربی ترکیب بھی کیا خوب وضع کی ہے:

باندھا ہے برگ تاک کا کیوں سر پے سہرا　　کیا آبرو کا بیاہ ہے بنت العنب سیتی

زبان ریختہ یعنی اردو میں آبرو کو وہ کمال و ہنر حاصل ہو گیا تھا کہ اس نے عشق و محبت کے مضامین کو بڑی خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ برتا ہے۔ انسان کے حواس خمسہ میں آنکھیں مقدم مقام رکھتی ہیں کیونکہ انسان کائنات قدرت کے حسن و جمال کا نظارہ براہ راست آنکھوں کے ذریعہ ہی کرتا ہے انہیں کی اطلاع کے مطابق دل و دماغ اثر قبول کرتے ہیں۔ آبرو کا دیدار کی شرابیں چشم کے ذریعہ پینا کہنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہر بینا شخص کرتا ہے:

دیدار کی شرابیں پیتے ہیں چشم سیتی　　مستوں کا ہے درس کے یاروایاغ اور ہی

ابن آدم میں ردعمل کا فطری جذبہ ہوتا ہے۔ انسان بساط بھر دوسروں کی باتوں کا جواب ضرور دیتا ہے۔ آبرو اپنے مدمقابل سے صاف کہتا ہے کہ جتنا تم مجھے کہو گے میں اس سے بڑھ کر کہوں گا:

جو کچھ کہو گے تس سیں بڑھ آبرو کہے گا　　پیارے اٹھاوتے ہیں تیرا دماغ اور ہی

آبرو نے صاحب رائے کی ردیف میں دس اشعار کی غزل کہی ہے جو اپنی سادگی میں بڑی پرکاری رکھتی ہے کیونکہ یہ غزل کیفیت سے بھرپور ہے۔ اس کے چند اشعار نظر کے لیے نذر قارئین ہیں:

بول کیں ایک تان صاحب رائے　　جان تم کاڑھ جان صاحب رائے
تیری بھولی طرح لگے پیاری　　جان تم ہوا جان صاحب رائے
آبرو اب کہو غلام حسن　　کہ ہوا مسلمان صاحب رائے

انسان کی طبیعت و مزاج میں محبت کی بڑی طاقتور فکر ہے جو انسان کو ذہنی اضطراب اور تحریک و عمل سے دوچار کرتی ہے۔ جس کی شدت انسان کو دونوں جہاں سے بے خبر کر دیتی ہے۔ اس کے اثر کے تعلق سے شاعر تعجب کا اظہار کرتا ہے:

کیا ہے بے خبر دونو جہاں سیں　　محبت کے نشے میں کیا اثر ہے

انسان کا حسن و جمال کی کیفیت سے سرشار ہونا فطری جذبہ ہوتا ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ آبرو نے اپنے محبوب کو دل رباؤں کا دل ربا کہا ہے۔ شاعر کے محبوب کو دیکھ لیلیٰ کا بھی مجنوں ہو جانا بڑی بات ہے۔ آبرو نے یہ کمال شعری پیکر میں کر دکھایا:

تجھ کوں لیلیٰ بھی دیکھ مجنوں ہے　　　دل رباؤں کا دل ربا توں ہے

خالق نے انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب دیا ہے۔ خدا نے اپنی مشیت کی رو سے انسانوں کو مختلف خوبیوں سے نوازا ہے۔ شاعر اپنے مادی محبوب کی صفات کی وجہ سے خدا کا بندہ ہونا اس لیے تسلیم کرتا ہے۔ کہ خالق حقیقی نے اس کے محبوب کو خاص طور سے سنوارا ہے۔ جس کے باعث وہ محبوب کی اطاعت کو اپنا دین و مذہب بتاتا ہے:

ہمارا دین و مذہب اے سجن تیری اطاعت ہے　　　خدا کا کیوں نہ ہو بندہ کہ جن تجھ کوں سنوارا ہے

آبرو کا کمال تخیل دیکھیے کہ اس کے آنسوؤں کی جھڑ سے شرمندہ ہو کر ابر پانی ہو گیا ہے۔ اور دل کی تڑپ دیکھ کر برق بھی شکست کھا گئی ہے۔ شاعر شعر میں کس طرح ابر اور برق پر اپنا تفوق قائم کرتا ہے:

خجل ہو کر مری انجھواں کی جھڑ سیں ابر پانی ہو　　　تڑپنا دیکھ کر دل کا ہمارا برق ہارا ہے

عاشق و معشوق باہم خلش رکھتے ہیں۔ معشوق عاشق کا کام تمام کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس نے اپنے لبوں کو پان سے رنگ کر خون آمیز بنا لیا ہے۔ شاعر معشوق کے اس طرز عمل میں عاشق کے مارنے کی منصوبہ بندی کا مشاہدہ کرتا ہے کیا خوب شعر ہے:

خونخوار ہیں لباں کوں پان سوں کیا ہے رنگین　　　عاشق کے مارنے کی بنیاد یوں دھری ہے

ہر انسان کی شخصیت میں عیاری کے جراثیم کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ عاشق محبوب سے دل لگی کے لیے بہت سے عیارانہ حیلہ بناتا ہے۔ شاعر کو محبوب کی شوخی عزیز ہے۔ وہ محبوب کو بظاہر ناراضگی دکھا کر اندرونی طور پر خوشی محسوس کرتا ہے۔ شاعر اس بات کا اقرار شعر میں کرتا ہے:

ظاہر رہا ہوں روٹھ ولیکن نپٹ لگے　　　شوخی اس اچپلے کی پیاری دلوں مجھے

ہم معاشرتی زندگی میں اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ انسان کو عام طور پر مخالفین اور رقیبان سنگ دل کی باتیں کوہ گراں معلوم ہوتی ہیں۔ آبرو نے انسانی نفسیات کا شعر میں کیا خوب اظہار کیا ہے:

اس رقیب سنگ دل کی سخت بات　　　کوہ سیتی دل پہ بھاری ہے مجھے

عشق کے راز و نیاز کی کیفیت بڑی ژولیدہ ہوتی ہے۔ شاعر یہ اعتراف کرتا ہے کہ اگر میں عشق کی راہ میں گم ہو گیا تو کوئی عجب بات نہیں کیونکہ مجنوں اور کوہکن جیسے عاشق بھی نہ جانے کدھر چلے گئے۔ شعر پر غور کیجیے:

میں گم ہوا جو عشق کی رہ میں تو کیا عجب　　　مجنوں و کوہ کن سے نہ جانے کدھر گئے

ہم یہ بات جانتے ہیں کہ انسان کے حسن و جمال اور فعل و عمل کو کبھی کبھی نظر لگ جاتی ہے۔ شاعر کے محبوب کو بھی کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ وہ ابتدا میں عاشق سے خوب آنکھیں ملاتا تھا۔ مگر اس کو نہ جانے پھر کیا ہوا۔ کہ

اس نے عاشق سے بے رخی اختیار کر لی۔شاعر نوسٹلجیائی کیفیت میں محبوب سے استفسار کرتا ہے:

پیارے تیرے پیار کوں کس کی نظر لگی　　　انکھیوں میں وے انکھیوں کے ملانے کدھر گئے

عشق ومحبت کا رشتہ بڑا لطیف ونازک ہوتا ہے۔عاشق کو عشق میں غیر کی شرکت برداشت نہیں ہوتی ہے۔ جب کوئی معشوق غیر کو درمیان میں لاتا ہے۔تو عاشق کے عشق ومحبت کی ڈور غیر کے مانجھے سے کٹ جاتی ہے آبرو نے یہ مضمون شعر میں کچھ اس طرح باندھا ہے:

نادان تو نیں غیر کوں کیوں درمیاں دیا　　　الفت تری کی ڈور اسی مانجھے سے کٹ گئی

آبرو نے انسانی نفسیات کے نقطۂ نظر سے یہ اظہار کیا ہے۔کہ عشق اور خودی باہم متغائر ہیں یعنی ایک دوسرے کی دشمن ہیں۔کیونکہ عشق عجز وانکسار کو فروغ اور خودی انانیت کو تقویت فراہم کرتی ہے۔شعر دیکھئے:

عشق اور خودی میں باہم ہے دشمنی اے بھائی　　　پانی ہے اس اگن کے حق میں منی و مائی

آبرو بڑے ہنر مند شخص وشاعر تھے انہیں بات کہنے کا ڈھنگ اور نکتہ پیدا کرنے کا شعار خوب آتا تھا۔ انھوں نے رمضان اور عید کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے شیخ پر کیا خوب طنزیہ شعر کہا ہے:

عید کے دن روتا ہے ہجر سیں رمضان کے　　　بے نصیب اس شیخ کی دیکھو عجب فہمید ہے

آبرو نے معنویت اور کیفیت سے بھر پور طویل غزل کہی ہے۔جس میں عجز وانکسار کے ساتھ زیر لب شکایتی انداز اختیار کیا گیا ہے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

تمہارا دل اگر ہم سیں پھرا ہے　　　تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے

کسو سے مت ملو معشوق ہوکر　　　غلط ہے ہم نے تم سیں کب کہا ہے

فقط اخلاص میں اپنا اکڑنا　　　ستم گر بے وفا یہ کیا ادا ہے

تمہارے ساتھ میں قدموں لگا ہوں　　　مجھے یوں ٹال دینا کب بجا ہے

عبث بیدل کرو مت آبرو　　　مسافر ہے شکستہ ہے گدا ہے

عاشق کی عشق پرستی کی انتہا ظلم وستم کی کسوٹی پر ہوئی ہے۔آبرو نے کیا خوب اظہار کیا ہے:

دویم یہ عرض ہے جو کچھ تمہارے دل منیں آوے　　　ستم اور ظلم سب کر لیے ہمیں برداشت کامل ہے

انسان کی زندگی بڑی نازک یعنی پانی کے بلبلہ کی مانند ہے۔ جو روح کے ساتھ نفس کی آمد ورفت کی تکرار سے قائم رہتی ہے۔ اگر انسان فلسفۂ زندگی کی گرہ کو سمجھ لے تو اسے زندگی بڑی ہیچ معلوم ہو:

زندگی مثل حباب اس جگ میں دم کا ہیچ ہے　　یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے

خدائے سخن میرؔ نے اس مضمون کو مزید لطافت کے ساتھ باندھا ہے:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے　　یہ نمائش سراب کی سی ہے

معاشرتی زندگی میں بہت سے آدمی مے کشی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ عمومی طور پر ایسے انسان مے کشی کے دوران باہم لحاظ بھی نہیں رکھتے۔ شاعر مے کشوں کی حالت کے مد نظر باہم شکوہ شکایت کو ٹھیک نہیں مانتا۔ کیونکہ ان پر بے خودی کا عالم طاری ہوتا۔ آبروؔ کے نزدیک ایسے وقت میں خدا کا عرش ہلتا ہے، شعر دیکھئے:

آپس کے بیچ شکوا بے جا ہے مے کشوں کا　　کہ ایسے وقت میں یارو خدا کا عرش ہلتا ہے

آبروؔ کی مضمون آفرینی دیکھئے کہ اگر ان کی تربت پر شمع روشن کی جاتی ہے۔ کہ آگ کی حسرت میں ان کا جی جلتا ہے۔ تو وہ اپنی قبر پر شمع رکھنے کی ممانعت کرتے ہیں:

نہیں درکار تربت پر میری کچھ شمع کا رکھنا　　ہنوز آتش میں حسرت کی ہمارا جیو جلتا ہے

خالق کائنات نے ابن آدم کو نسل کے فروغ کا فطری جذبہ ودیعت کیا ہے۔ انسانی معاشرے میں یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ خاندان میں گھر کی رونق کا دارومدار بچوں پر منحصر ہے۔ اگر ہم مادی اشیا سے گھر کی زیب وزینت اور چمک دمک رکھتے ہیں۔ تو وہ گھر کا حقیقی اجالا نہیں ہوتا کیونکہ اصل اجالا تو بچوں کی چہل پہل سے ہی ممکن ہے:

بغیر اولاد قلعی سیں نہیں ہوتا ہے گھر روشن　　اجالا جان اس گھر کوں کہ جس گھر بیچ پوتا ہے

ابن آدم کے جسمانی اعضاء میں دل ایسا عضو ہے جس پر انسان کے فکری وعملی تفاعل کا انحصار ہے اور دل تو جب کسی محبوب کے ظاہری و باطنی حسن و جمال کا اسیر ہو جاتا ہے تو اس سے جدائی کی تدبیر کارگر نہیں ہو پاتی:

جدائی کی کرے تدبیر اب کون　　یہ دل تھا سواسی سیں مل رہا ہے

آبروؔ نے چند معاصر شعرا کا ذکر اپنے کلام میں کیا ہے۔ ناجیؔ کے تعلق سے یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

آبروؔ ناجیؔ کے اس مصرے کا ہے اسلوب خوب　　اپنے چھب تختی دکھاتے ہو یہ کیا ترکیب ہے

انسان اپنے مطلب کے لیے دوسرے کی تعریف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔ شاعر محبوب کی ظاہری ہیئت کے حوالہ سے انتہائی تعریف کرتا ہے۔ وہ محبوب کی کمر کو عدیم المثال بتاتا ہے:

ایسا کوئی نہ یار ہے نازک نہ مال ہے　　تیری کمر میاں یو عدیم المثال ہے

یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ اگر کسی شخص سے ہمدردی اور لگاؤ ہو جاتا ہے تو اس کی دشنام طرازیاں بھی دل لگی میں اچھی لگتی ہیں آبرو محبوب سے مخاطب ہے:

ایک بار پھر کے دے لے مڑ مسکرا کے گالی　　　پیارے لگے ہے پیاری تیری ادا کی گالی

آبرو محبوب سے کہتا ہے کہ تیرے مسکرانے اور ہنسنے سے لوگوں کے دل اسیر ہو جاتے ہیں۔ شعر دیکھئے:

رکھتے ہو مسکرا کے لوگاں کے دل کوں گھیر　　　پیارے تیرے یہ پیار کی ہانسی حصار ہے

کرۂ ارض پر بہت سے شہر اور بعض خطہ خاص وجوہات کی بنا پر اتنے پرکشش ہوتے ہیں۔ کہ انسان وہاں سے بے حد مانوس ہو جاتا ہے۔ دیگر مقامات اسے لائق بود و باش تو کیا اچھے بھی نہیں لگتے۔ آبرو کو دلی کتنی عزیز ہے:

سیاح سب جہاں کے تئیں دیکھتے پھرے　　　آخر کوں دل میں ریجھ کے دلی میں آ گرے

اگر کسی شخص کی طبیعت اور مزاج میں خاکساری پیدا ہو جائے تو وہ شخص اپنے معاشرے میں ہر دلعزیز ہو جاتا ہے۔ آبرو عجز اور غریبی کو انسان کی بڑی دولت تسلیم کرتے ہیں۔ اور خاکساری کو اپنے حق میں کیمیا سمجھتے ہیں:

ہے عجز اور غریبی دولت بڑی ہماری　　　مجھ حق میں کیمیا ہے جیتی ہے خاکساری

آبرو بڑے رنگین مزاج شخص تھے۔ ان کا محبوب سے انداز تخاطب مخمس کے بند میں ملاحظہ کیجیے:

غم تیرے ہجر کا ہم جان نہیں سہ سکتے　　　آب ہیں بے تیرے کوچے سیں نہیں بہہ سکتے

دیکھنے بن تیرے ایک دم بھی نہیں رہ سکتے　　　اس قدر چاہتے ہیں تجھ کوں کہ نہیں کہہ سکتے

آؤ ٹک رحم کر اے یار کہاں جاتا ہے

شاعر محبوب سے کیا خوب شکوہ کرتا ہے۔ اسے شک ہے کہ میرے محبوب کی خفگی اور بے اعتنائی دوسروں کے سکھانے کی وجہ سے ہے۔ بند پر غور کیجیے:

بات کہتا ہوں تو دیتا نہیں تو منہ سیں جواب　　　دل کیا ہے میرا آتش سیں تغافل کے کباب

کن بد آموز نے سکھلا کے کیا تجھ کوں خراب　　　کس سیتی مل کے تو پیتا ہے شرارت کی شراب

کیوں اتا مست ہے سرشار کہاں جاتا ہے

عاشق کے عشق کے تعلق سے کیا خوب باتیں آبرو نے بند میں پیش کی ہیں۔ جس کی طرز ادا اور معنی آفرینی قابل ستائش ہے:

حسرت و غم ہے جگت بیچ نشان عاشق کا　　　سود ہے عشق کے سودے میں زیاں عاشق کا

جیونا بوجھتا ہے مرگ کوں جان عاشق کا　　　غم کے دریا کا ہے منجھدار مکان عاشق کا

فرار کیونکر کے رہے پار کہاں جاتا ہے

ولؔی دکنی کا شمار اردو کے بنیاد گزار شعرائ میں کیا جاتا ہے۔ دلی میں ان کی اور ان کے کلام کی آمد کا تہہ دل سے استقبال کیا گیا۔ اس کے بعد ریختہ گوئی میں دلی کے شعرائ نے اپنے سخن کے جوہر دکھائے۔ حتیٰ کہ فارسی کو چیلنج کر دیا۔ آبرؔو ان میں سرفہرست تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آبرؔو نے ولی دکنی کی استادی کا اعتراف کیا ہے:

ولی ریختے بیچ استاد ہے   کہے آبرو کیونکے اس کا جواب

دنیا میں انسان کی کاوشیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ انسان کو دیر سویر اس کا حق بھی ملتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ اس کی محنت کا صلہ یا معاوضہ دوسرے ادا کرتے ہیں۔ انسان کو طمع کی ذہنی بیماری سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ طمع انسان کو حرص و ہوس کا شکار بنا دیتا ہے۔ انسان کو محنت و قسمت پر بھروسہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ آبرؔو ابن آدم کو شعر کے ذریعہ مشورہ دے رہے ہیں:

تو طمع مت کر جو کچھ قسمت میں ہے   مل رہے گا سو ملے بن کب رہے

مسلمانوں میں حضورؐ کی آل کے تئیں حسن عقیدت کا جذبہ موجزن رہا ہے۔ اردو زبان و ادب میں مرثیہ کی معروف صنف شروع ہی سے وضع ہو گئی تھی۔ اس صنف سخن کو میر انیس اور مرزا دبیر نے بام عروج پر پہنچا دیا۔ بعد ازاں کوئی شاعر مرثیہ میں دونوں حضرات کا حریف نہ ہو سکا۔ دونوں تخلیق کاروں نے مرثیہ کی جملہ باریکیوں کا خاتمہ کر دیا۔ ن کی تخلیقی رفعت پر کلام کہنا مشکل نظر آتا ہے۔ آبرؔو تو اردو زبان کے ابتدائی شعرا میں سے ہیں۔ ان کے کلام کی سخنورانہ باریکیوں اور خوبیوں سے قطع نظر قدامت اہم ہے۔ وہ شمالی ہند کے صاحب دیوان اوّلین شعرائ میں ہے۔ انھوں نے مخمس کی ہیئت میں حضرت امام حسینؓ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ مرثیہ ۵۵ بندوں پر مشتمل ہے۔ آبرؔو نے کربلا کے واقعات کا پس منظر بیان کیا ہے۔ کوفہ والوں نے حضورؐ کے نواسے حضرت امام حسینؓ کو مکر و فریب سے بلایا۔ وہ اپنے احباب و رفقاً کے ساتھ کوفہ پہنچے تو یزید کی فوج نے انھیں شہید کر دیا۔ اس سانحہ سے امت مسلمہ میں سراسیمگی پھیل گئی۔ خالق کی مشیت پہ کوئی دلالت کام نہیں آتی۔ لیکن انسان فطری طور پر جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ آبرؔو کی عقیدت مندی تخیلات کی دنیا میں زمین کربلا کا منظر کچھ اس طرح دیکھتی ہے۔ بند ملاحظہ کیجیے:

گردوں سیتی ستم منیں دونی تھی وہ زمیں   انسان و وحش و طیر سے سونی تھی وہ زمیں
اس سے مرگ جان کے ہونی تھی وہ زمیں   دستی تھی لال لال کہ شونی تھی وہ زمیں
برپا کیے حرم کے جہاں خیمہا کے تئیں

حضرت عباسؓ جب فرات ندی پر پانی لینے کے لیے پہنچتے ہیں۔ تو ان پر دشمن کی نظر پڑتی ہے۔ تو دشمن کا ارادہ شاعر کے الفاظ میں محسوس کیجیے:

گھوڑے سیتی اتر کے بھری مشک آب سیں　　خیمے کی طرف لے کے چلے اضطراب سیں
تب سعد بن زیاد پکارا عتاب سیں　　لشکر کے تئیں دوڑ کے پہنچو شتاب سیں
جانے نہ دو حرم تلک اس باوفا کے تئیں

شاعر نے کربلا کے منحوس سانحہ کو نظم کر کے آل نبیؐ کے تئیں حسن عقیدت کا اظہار کیا ہے۔اس مرثیہ کا آخری بند ملاحظہ کیجیے:

وارد ہوا تھا نبیؐ پر عجب مقام　　بسمل پڑے تھے حاک میں سب صاحب احترام
حسرت سے روتے تھے سب اہل حرم تمام　　احوال دیکھ کر کے تحیر میں تھے امامؑ
کس واسطے نزول ہوا اس بلا کے تئیں

لسانی خصوصیات

آبرو کے کلام میں لسانی اہمیت کے مدنظر چند معروضات پیش ہیں۔ان کا عہد ریختہ یعنی اردو کا تشکیلی دور تھا۔اردو زبان اپنے وجود کے ساتھ فروغ کی راہ پر گامزن تھی۔فارسی کے اثرات کم ہونے لگے تھے۔خواص بھی اردو کو منہ لگانے لگے تھے۔دکن میں ولؔی نے ریختہ گوئی میں اپنا سکہ جمادیا تھا اور دلی آمد سے دہلی کے ادبأ اور شعرأ نے ان کے کلام کو خوش آمدید کہا۔اور اس کے تتبع کو غنیمت جان کر فارسی کو چیلنج کر دیا۔آبؔرو، حاتؔم اور ناجؔی وغیرہ نے ریختہ گوئی میں اپنے مافی الضمیر کا بھرپور اظہار کیا اور خوب کیا۔ان حضرات کے کلام کے سرسری مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔کسی بھی زبان میں جملوں کی ساخت بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔اردو زبان کے جملوں کی ساخت کھڑی بولی کے طرز پر ہے۔جو دلی کے گرد ونواح کے عوام کے مزاج کے عین مطابق ہے۔اسی فضا و ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے آبؔرو نے فارسی سے انحراف کرتے ہوئے یہ اعلان کیا:

وقت جن کا ریختے کی شاعری میں صرف ہے　　ان سیتی کہتا ہوں بوجھو صرف میرا زرف (ظرف) ہے
جو کہ لاوے ریختے میں فارسی کے فعل و حرف　　لغو میں افعال اس کے ریختے میں حرف ہے

شاہ مبارک آبؔرو کا یہ اعلان عوام کے لب ولہجہ کا لسانی اعتراف تھا۔اس عہد کی عوامی زبان سے شغف رکھنے والے شعرأ نے فطری تقاضے کے باعث آبؔرو کو اپنے ہم خیال پایا۔انہوں نے آبؔرو کی حمایت کے ساتھ اردو کو فارسی کے مقابل لانے کی شعوری کوشش بھی کی۔یہ لسانی رجحان ریختہ یعنی اردو کے وجود اور فروغ میں بے حد مفید ثابت ہوا۔اردو زبان عربی، فارسی اور علاقائی لفظیات کو اپنے مزاج کے مطابق تشکیل دے رہی تھی۔مزید اس کی لطافت اور شیرنی بھی دو چند ہو رہی تھی۔اس کی کشش نے اشرافیہ طبقہ کو بھی اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔جس کے باعث شعر و سخن میں انقلاب آفریں ماحول بن گیا اور تمام طبقات کے عوام و خواص سے سخنور پیدا ہونے لگے۔

انہوں نے تخلیقی ادب کو حد درجہ فروغ بخشا۔ اردو زبان میں تھوڑے عرصہ میں ہی بڑے فنکار یعنی سخن ور پیدا ہوئے یہ اردو زبان کے لیے بڑا اعجاز تھا۔ بقول عبدالحق:

'دیکھتے دیکھتے شاعری میں انقلاب پیدا ہو گیا ہر طبقے اور ہر پیشے سے اہل فن پیدا ہونے لگے۔ پہلے ہی دور میں شعرا کی کہکشاں کا ظہور ہوا۔ انہوں نے اردو کے تخلیقی ادب کو مہمیز کیا اور توانائی بخشی۔ تھوڑے ہی عرصے میں یعنی نصف صدی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ شاعری کے عہد زریں کا وجود و نمود حیرت فزائی کا سبب بنا زبان کے آغاز اور عہد زریں میں زمانے کا بہت کم فاصلہ ہے۔ مگر شہ پاروں کی وقعت و کثرت ایک عجوبہ سے کم نہیں ہے۔ کم و بیش صرف نصف صدی میں ایک گرتی پڑتی زبان کا یہ عروج اور استعداد حاصل کرنا شاید دنیا کی ادبی تاریخ میں تنہا مثال ہو۔ اردو فارسی کے روبرو کھڑی ہوگئی۔'

وؔلی دکنی کا دیوان دہلی پہنچا تو دہلی کے عوام اور سخنوروں نے اسے آسمانی صحیفہ سمجھ کر استقبال کیا۔ جس کے باعث دہلی کے ہر طبقہ و پیشہ سے تعلق رکھنے والے شعرأ پیش پیش نظر آنے لگے۔ شاہ مبارک آبرو، حاتم، شرف الدین مضمون، مرزا مظہر جان جاناں، شیخ احسن اللہ بیاں، میر شاکر ناجی اور یک رنگ وغیرہ نے عوامی زبان و بیان میں ریختہ کو فروغ بخشا۔ پروفیسر عبدالحق اس عہد کی عوامی زبان کے تعلق سے لکھتے ہیں:

'عوامی بول چال کو معیار مقرر کیا گیا۔ یہی زبان کا فطری بہاؤ صحیح میلان اور اصولی تقاضا تھا۔ الفاظ کے مرقع بول چال کے صوتی نظام سے مربوط تھے۔ عوام کی زبان خراد یا ٹکسالی تھی۔ اس خراد پر الفاظ بنتے اور ڈھلتے تھے۔ پھر قبول عام میں چلن پا کر درجۂ استناد کو پہنچتے تھے۔ یہی زبان اور تلفظ شاعری میں تخلیقی عمل کا فطری جز قرار پایا۔' [۲]

ہر عہد کے عوام کے جذبات و احساسات کی ترجمانی شاعر و فنکار کرتے رہے ہیں۔ وہ اس عہد کی زبان ولسان سے فطری طور پر واقف ہوتے ہیں۔ آبرو، حاتم، شرف الدین مضمون وغیرہ کا کلام زبان کی ابتدائی صورت حال کے ساتھ اردو زبان کے لسانیاتی ارتقا کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آبرو صاحب دیوان شاعر ہیں انہیں عوامی زبان اور اس کے متعلقات سے بڑی واقفیت تھی۔ شاہ مبارک آبرو اور حاتم کا دور ایک ہی ہے دونوں سخنور اپنے عہد اور اردو ادبی تاریخ کے بڑے معتبر نام ہیں۔ پروفیسر عبدالحق حاتم کے حوالہ سے زبان و بیان کے بارے میں لکھتے ہیں جس کا اطلاق ہم آبرو کے کلام میں مستعمل الفاظ پر بھی کر سکتے ہیں۔ عوام کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے تحریر کیا ہے:

'یہی جمہوریت کی متابعت تھی جس نے ابتدائی کلام کو جمہور کی ترجمانی کے لیے مجبور کیا تھا۔ وہ جمہور جو ابھی صوتیات کی تراش خراش کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی بلکہ وہ تلفظ اور تحریر میں کسی فرق کی روادار نہ تھی۔ حاتم کے یہاں ایسے الفاظ کا بڑا

---

[۱] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۵۳، [۲] ایضاً ص ۵۴

ذخیرہ موجود ہے۔ وو، اوس، اوتر، اوپر اوٹھ اوسے اوجالا اوتار اونے اوڑے اوٹھوں جیسے الفاظ زائد وا کے ساتھ مستعمل تھے۔ بعد کی اصلاحات نے اسے حذف کرکے پیش کی آواز برقرار رکھی اور یہ متروک سمجھے گئے۔ سیں سوں کوں چوں، توں، جیوں تیں، تیئں، سیتی، کبھو، کسو، ٹک، کن، لگن، کتے، آگیں، مجے، مج، منے، کثرت استعمال سے زبان کا جز بن چکے تھے۔ اس دور کی شاعری میں یہ متروکات کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں۔' [1]

بالا اقتباس میں مذکورہ باتوں کے متعلق یہ عرض کرنا برمحل ہے کہ الفاظ کی املائی صورت یعنی رسم الخط، اہل سخن اور پڑھے لکھے حضرات نے تحریر وگفتگو میں متروک کر دیا ہے۔ جس سے اردو زبان کا معیار متعین ہوتا ہے۔ مگر یہ الفاظ ہنوز دہلی اور اس کے گردونواح کے عوام کی بول چال میں فطری طور پر رواں دواں ہیں۔ جن کے اثرات سے ان علاقوں کے پڑھے لکھے حضرات بھی بے تکلف گفتگو میں ان الفاظ کی ادائیگی میں بولی کے فطری لہجے کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور زبان داں طبقہ اہل زبان کے فطری لہجہ یعنی اردو زبان کے خاص مجہول لہجے کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ مزید طرفہ تو یہ ہے لسانی جہالت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے ان پر استہزا بھی کرتا ہے۔ مزید بہت سے الفاظ کو انفیانے یعنی ناک میں صوت کی گردش ہونا نہ صرف اس عہد میں رائج تھا بلکہ دہلی کے قرب وجوار میں آج بھی عوام میں رائج ہے۔ اس انفیانے کے میلان کے بارے میں پروفیسر عبدالحق رقم طراز ہیں:

'لفظوں کی دوسری صورت بھی دیکھنے میں آتی ہے جن میں بعض آوازیں زاید تھیں اور ان کا عام تلفظ بھی صوتیات سے ہم آہنگ تھا۔ تھنبا، چونبا، کونچے، گانو، ماناں، ناں، آناں، نانوں، سنتیں، اپناں، میں بھی انفیانے کا میلان موجود ہے اور بعد میں کچھ صورتوں میں یہ آواز م سے تبدیل ہوگئی یا نون حذف ہوگیا۔' [2]

دراصل لسانیات کا یہ فطری روپ سے عملی دستور ہوتا ہے۔ کہ کسی زبان میں لسانیاتی سطح پر عوامی بول چال کے ذریعہ تبدیلی اور ارتقا کے ساتھ لفظ اپنی ساخت اور تلفظ کی نوتشکیل سے گزرتے رہتے ہیں۔ جس سے انکار ممکن نہیں اور بہت سے الفاظ صدی درصدی بھی عوام میں اپنی صوتی یعنی آواز کی اصل کو برقرار رکھتے ہیں پھر بھی وہ لغت کا حصہ نہیں بنتے یا بنائے نہیں جاتے۔ ہمارے اردو کے ابتدائی معتبر شعرأ کے یہاں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں بلکہ ان کی شاعری میں اپنے صوتی لب ولہجہ میں ہی اچھے لگتے ہیں مگر وہ متروک ہیں۔ مگر عوام کے لسانی لہجے میں تین صدی کا طویل عرصہ گزرنے کے بعد آج بھی بدستور رائج ہیں۔ پروفیسر عبدالحق ایسے لب ولہجہ کو فن میں فطری سادگی کا مرقع تسلیم کرتے ہیں:

'بول چال کی یہ زبان لب ولہجے میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کا تعلق لغت سے کم تھا۔ یہی لب ولہجہ شاعری میں بھی رائج تھا جس کی وجہ سے فن میں فطری سادگی و پرکاری کے مرقعے دکھائی دیتے ہیں۔ صوتیات میں آواز ہی اصل ہے باقی

---

[1] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۵۵، [2] ایضاً ص ۵۵

فروعات ہیں اور آواز وہ جو استعمال عام میں ہے۔ اسی آواز سے زبان کی تشکیل ہوتی ہے۔ حاتم نے ایسے الفاظ کے تلفظ کو اصل املا سے مطابقت دی ہے۔ گویا تقریر و تحریر کا فرق بے بنیاد دکھائی دیتا ہے، یہ اس دور کی لسانی خوبی ہے اور ولی، آبرو وغیرہ کے یہاں عام ہے مصطفا، مرتضا، مجتبا، کسائی، چمپلی، تسمی وغیرہ۔' [1]

آبرو اور ان کے عہد کے شعرا میں زبان کے تعلق سے بڑی بیداری تھی۔ انھوں نے دیگر زبان کے الفاظ کے املے اور تلفظ میں تصرف رواں رکھا، جو دہلی اور گردونواح کے فطری لہجے کے مطابق تھا۔ مگر بعد میں زبان دانوں کی تحریک کے باعث ایسے الفاظ اصلاح کی خاطر کالعدم قرار دیے گئے اور اہل زبان علما نے بھی اسے لبیک کہا مگر عوام کی صورت حال آج بھی جوں کی توں دکھائی دیتی ہے۔ اس بحث سے قطع نظر آبرو اور حاتم کا عہد ایک ہی ہے اور زبان کے تعلق سے دونوں کا لسانی مزاج یکساں ہیں۔ تو ان کے یہاں الفاظ و حروف کا استعمال بھی عین فطری یکسانیت رکھتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے اپنے مطالعہ اور علم و دانش کی رو سے حاتم کے کلام میں استعمال کیے گئے الفاظ پر طویل بحث کی ہے جو آبرو کے کلام پر بھی صادق آتی ہے۔ طویل اقتباس پیش ہے:

'حاتم کے یہاں ہائے مختفی کی صورت کہیں کہیں الف میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہائے مختفی کی الگ اور انفرادی صورت نہیں ہوتی بلکہ ماقبل کے حرف کی حرکت کو سہارا دیتی ہے۔ چونکہ گفتگو میں ہائے مختفی کی آواز میں فرق مشکل سے دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے الف کا بے تکلف استعمال ہوتا رہا ہے۔ جیسے رستا، من مردا، آزردا، غنچا، شکستا، خستا، قضیا یہاں ہائے مختفی حرف علت کا کام دے رہی ہے لیکن اس استعمال میں ضرورتِ شعری بھی کارفرما ہے اور قافیہ کی رعایت کا بھی التزام ہے۔ ان خطی نسخوں میں ہائے مختفی کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے خوردہ وغیرہ۔ ہائے مختفی کا الف میں تبدیل ہونا اردو کے مزاج میں داخل ہو چکا تھا اور غیریت ختم ہو چکی تھی۔ حاتم نو محلا استعمال کرتے ہیں۔ ایکلا، چہلا، اندھلا بھی ملتا ہے۔ پہلی غزل میں نظارا، نقارا، پارا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ لالہ کی جگہ لالا تازہ کی جگہ تازا ملتا ہے۔ ایک دوسری صورت بھی بڑی دلچسپ ہے۔ کتابت اور قرأت کا فرق عام ہے۔ مخطوطہ میں کثرت سے مثالیں موجود ہیں۔ جیسے سیتی کی املائی صورت میں یائے معروف کے نقطوں کا اہتمام تقریباً ہر جگہ کیا گیا ہے۔ مگر پڑھنے میں یہ آواز ساکت ہے۔ صرف زیر سے کام لیا جاتا ہے۔ یعنی ستی۔ دیکھا لکھا ہے۔ مگر پڑھنے میں دکھا یا دیکھو کو دکھو پڑھنا پڑے گا۔ زیادہ لکھ کر زادہ، اوپر کو اُپر، کہاں کو کاں پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے بہت الفاظ ہیں جن کے لکھنے اور پڑھنے میں فرق قائم کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ اس دور کی روش عام تھی۔' [2]

قدیم و جدید زبان سب بنی نوع انسان کی بول چال سے وجود میں آئی ہیں اور سب زبانوں نے کم و بیش اپنے قریب کی زبانوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک دوسری زبان نے ایک دوسری

---

[1] دیوان زادہ، مرتبہ: عبدالحق، ص ۵۵،   [2] ایضاً، ص ۵۶

زبان کے الفاظ میں املائی، تلفظی اور معنی کے اعتبار سے فطری طور پر تصرف کرلیا ہے۔ اردو زبان نے براہِ راست فارسی اور عربی کے ذخیرۂ الفاظ سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔مگران الفاظ کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کا بڑا کام ہمارے شعرأ واد بانے کیا ہے۔اسی طرح دیگر زبانوں میں ترکی، پنجابی، سنسکرت کے الفاظ بھی اپنے خمیر کے مطابق تبدیل کیے ہیں۔ اردو زبان دیگر زبانوں کے باہمی رشتہ اوران کے الفاظ کی آمیزش سے تشکیل پائی۔ آبرواوران کے معاصرین نے اردوزبان کی نشو ونما میں بڑی توجہ صرف کی۔ آبرو کے کلام میں ہندوستانی یعنی دہلی وگردونواح کا فضائی ماحول اورعوام کالب ولہجہ اچھی طرح منتقل ہوگیا جواردو کا خاص اسلوب بھی ہے۔ آبرو کے کلام میں اردو زبان کا فطری حسن اپنی دلکشی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ جس میں خاص طور سے اسلامی اور ہندوستانی تہذیبوں کی آمیزش بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔اسی امتزاج سے اردو کی بنیاد ہموار ہوئی۔ آبرواوران کے معاصرین کے کلام میں ہندوستانیت کا رچاؤ بساؤ اپنے لطیف حسن کا غماز ہے۔ وہ الفاظ اہل زبان کوآج بھی نہ گراں گزرتے ہیں اورنہ ہی غیر مانوس محسوس ہوتے ہیں۔مندرجہ ذیل الفاظ جوزبان داں طبقہ کے ذریعہ متروک قرار پائے اوراہل زبان اشرافیہ طبقہ نے انہیں قبول کیا۔ یہ الفاظ عوام کے فطری جذبہ میں آج بھی رچے بسے ہیں۔الفاظ کا مطالعہ کیجیے:

آؤنا، آلا، اڑسنا، انمناہٹ، امول، اچرج، اناڑی، انوٹھا، اگن، اتیت، اکھیاں، اوپھنتا، اندھیاری، اجان، اہیر، الیس، بان، برن، بالم، برہ بر، بچن، بیوڑا، بس ملا، برکا، برہمن، بڑمارنا، باؤلی، بھاؤنا، بھانت، بھال، بھسم، بجھالے، بھونچال، بیڑے، پھوہا، پھپھولا، پھندیت، پچھڑنا، پریاں، پنھ، پن، تسی، تماکو، تاڑنا، تجا، ٹھاٹھ، ٹھٹھک، ٹھکرا، ٹھاڑا، ٹھاڑی، ٹگ، جھمکی، جنگلا، جی کھپانا، چپتا، چنچل، چلبلا، چھتیوی، چاؤں، چھٹکی، درس، دیوڑا، دیہہ، دوالی کا دیا، دوش دینا، دبدبا، دھمال، دھس کر، دنگل، دھڑی، ڈھنڈال، راوت، رسیا، رکھاوٹ، رکت، رجھانا، دسرت، سوہا، سنمکھ، سدھ، سگھڑ، سٹکنا، سبدھی، سادھنا، سرجن، سمرن، سبارش، سوہنے، سناہنا، کنچنی، کنڈل مارنا، کال، کاڈھ، کش، کنٹھا، کاڑھا، کوڑی، کھیوا، کٹار، کدو، کھویا، کاجر، کپٹ، کالک، گیان، گیتا، گھنڈی، گٹکنا، گورائی، گپ چپ، گودنا، گور، گھٹا، مکھ، مگن، مورکھ، نام دھروانا، نگر، نکٹ، نیاری، نراشی، ہاٹ، ہٹ دھرم وغیرہ۔

آبرو کے دور میں اسمأ کی جمع بنانے میں وں کے علاوہ اں کا استعمال رائج تھا اورافعال کے استعمال میں کافی فرق تھا۔اس تعلق سے بہت سے اشعار نذر ناظرین ہیں:

بوسا لباں سیں دینے کہا کہہ کے پھر گیا پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا

سب عاشقاں میں ہم کوں مژدا ہے آبرو کا ہے قصد اگر تمہارے دل بیچ امتحاں کا

رقیباں کی ہوا ناچیز باتاں سن کے یوں بدخو	وگرنہ جگ میں شہرا تھا صنم کی خوش خصالی کا

خوباں میں سب جگت کے تو خوب زور ہے ممولا	سارے جہاں میں تیرا اب شور ہے ممولا

ہے نام اس کا بزم حریفاں میں آبرو	جو سرکوں بیچ عشق کی پیٹھ سیں لے اٹھا

خوش یوں قد خم شیخ کا ہے معتقداں کوں	جیوں کشاں کوں کب جا لگے کوب پیارا

تم نے اوروں کے تئیں زلفاں سیں جان جکڑا	حیران ہوں میرا دل یہ کیوں گیا ہے پکڑا

عاشق کے دل کوں جب تم نے توتیا لگایا	چاک سیہ میں تب سیں انجھواں کے جوں رُلایا

انکھیاں کی سج ہوئی ہے مژگاں بھواں سیں دونی	لگتے ہیں یہ سیاہی ترکش کماں سیں کیا خوب

شوق بڑھتا ہے میرے جی کا دل افگاراں کے بیچ	جوش کرتا ہے جنوں مجنوں کا گلزاراں کے بیچ

آبرو غم کے بھنور میں دل خدا سیتی لگا	ناخدا کچھ کام نہیں آتا ہے منجھداراں کے بیچ

چمن میں اوس کے قطراں کے مانند	پڑے ہیں تجھ گلی میں جابجا دل

تان چوگاں تھی و دل تھا گیند	راگ میں صوفیاں کے دیکھا حال

زاہداں کے تئیں اگر ہوتا ہے جو ایک مقدار علم	چھوڑ کر شملے کو کیوں ہوئے والے اصحاب الشمال

طفلاں کے سنگ در ہیں دوانے کوں آبرو	دل مست کے بغل میں ہے شیشے بھرے کے جیوں

تمہارے لعل لب نے سبزۂ خط میں نہاں ہوکر　　دلاں پر خوں کیا ہے رشک سیتی بیڑۂ پاں کوں

ستاتے ہیں بتاں دونے جو دین داری میں آتے ہیں　　گلے میں ڈال کر تسبیح کافر سج بناتے ہیں

آن ہے درد کے ضعیفاں پر　　آہ دل کی الف ہے قد نوں ہے

ناقص تھی عاشقی کی تدبیر میں زلیخا　　رکھنے کوں یوسفاں کے ایک دل کی چاہ بس ہے

رقیباں کی نہیں فوجاں کا وسواس　　ادھر سیں عاشقان کا بھی دھڑا ہے

وار اور پار کے شہراں کو ڈوباوے گا سب　　گریہ کی آبرو کوں آج بہر آئی ہے
دشمناں کو طعنے نے زخمی کیا　　بات ان سب کی کٹاری ہے

خوباں، بھواں کی تیغ لے جس پر نہیں تلے　　زخماں سیں اس کے دل کے کواڑے نہیں کھلے

بونداں عرق کی تیرے رخسار پر ڈسیں ہیں　　گویا کہ لا رکھے ہیں دوبھر کے تھال موتی

نہ ہو تیرے غلاماں سیں سو کیوں کر آبرو جگ میں　　کہ اس کے حال پر تیرا کرم ہر وقت شامل ہے

سودائیاں ہیں کردگان چاکری کے پیچ　　وحشی کوں رام دیکھتا ہوں دلبر کے پیچ

○○

غزلیات اور فردیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ردیف الف)

ہر مو زبان ہوا ہے ہمارا جدا جدا   کہتا ہوں ہر زبان سیتی ہردم[1] خدا خدا

(1)

آیا ہے صبح نید سوں اوٹھ رسمسا ہوا   جاما گلے میں رات کے پھولوں بسا ہوا

کم مت گنوں یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد   سونا وہی جو ہووے کسوٹی کساہوا

اندازے سیں زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں   جو خال حد سیں زیادہ بڑھا سومسّا ہوا

قامت کا سب جگت منیں بالا ہوا ہے نام   قد اس قدر بلند تمہارا رسا ہوا

زاہد کے قد خم کوں مصور نے جب لکھا   تب کلک ہاتھ بیچ جو تھا سو عصا ہوا

دل یوں ڈرے ہے زلف کا مارا[2] پھونک سیں   رسی سیں اژدہے کا ڈرے جیوں ڈسا ہوا

اے آبرو اول سیں سمجھ پیچ عشق کا
پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

(2)

پلنگ کوں چھوڑ خالی گود سے جب اٹھ گئے میتا   چترکاری لگی کھانے ہمن کوں گھر ہوا چیتا

بنائی بے نوائی کی طرح سب سین چھڑے ہم نے   تجھ اوروں کوں لیا ہے ہاتھ[3] اپنے ایک تمھیں میتا

سُرت کے تاراں خدا یک سرہومل کے سب بولے   کہ جس کوں گیان ہے اس جان کوں ہرتان ہے گیتا

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے   کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سوجُگ بیتا

مقرر جب کہ جانبازوں میں اس کا ہو چکا مرنا   ہوا تب اس قدر خوش دل گویا عاشق نے جگ جیتا

لگا دل یار سیں تب اس کوں کیا کام آبرو ہم سیں[4]   کہ زخمی عشق کا پھر مانگ کر پانی نہیں پیتا

(3)

بوسا[5] لباں سیں دینے کہا کہہ کے پھر گیا   پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا

مشکل ہے تیغ بھوں کے اشارے کوں[6] بوجھنا   پایا یہ بھید تب کہ جب عاشق کا سرگیا

پوچھا کہ پاس آؤں مجھے چاہتا ہے توں   ہم نے کہا کہ آرے سجن تب تو چڑ گیا

---

1 سیں نس دن، 2 مار اوہ، 3 ساتھ، 4 آبرو سیتی، 5 بوساں، 6 کا

دل چھوڑ کر کے زلف کوں تیری چلا تھا بھاگ   دورے میں خط کے آن پڑا پھیر گھر گیا
قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤں گا اس گلی
ہو کرکے بے قرار دیکھو آج پھر گیا

(4)

چہرے نے سرخ تیرے سارے جگت کو موہا   اے لال سر پے تیرے یہ آج خوب سوہا
جب سیں مڑوڑ کھائی بل تب سیں پھر نہ نکلا   تیغ بھواں کا تیری تھا کس طرح کا لوہا
آگ اور روئی اکٹھی کرنی نہیں مناسب   رکھتے ہو داغ دل پر میرے عبث یہ پھوہا
سینے سیں آبرو کے ہردم کے ساتھ آنجھو   نکلا ہے یوں کوئی سیں جو نکر بھرا بروہا

(5)

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یہ پسینا   یا لال پے جڑا ہے الماس کا نگینا
خجلت سوں تجھ نگہہ کی مے ہوگئی ہے پانی   کہنا بجا ہوا ہے شیشہ کوں آبگینا

(6)

نہ چھوڑے گا پیارے جی کسی کا   تمہارا ہنس کے یہ کہنا اجی کا
اگر دیکھے تمہاری زلف کے دس[1]   الٹ جاوے کلیجا ناگنی کا
عجب کچھ[2] بان رکھتا ہے کسی کی   کسوٹی کی برن یہ کنچنی کا
خجالت سیں ترے لب کے ہوئی غرق   لقب پایا ہے شکر نے تری کا
رہے ہے تیں دن مژگاں کے سنمکھ   کلیجا آہنی ہے آرسی کا
رجالے بھی لگے اب مرد ہونے   پچماروں نے کسب پکڑا نری کا
ٹھگت[3] ہو دیر میں پتھر ہوئے بت   سخن سن کر تری کافر دلی کا
تری صورت کا جب سیں نقش دیکھا   گیا رتبا نظر سیں گر پری کا
محبت دیکھ شاہ بو الحسن کی   ہوا ہے غیر ہم کوں خارجی کا
سخن کے سروراں میں آبرو آج
نہیں شیریں زبان شاکر سری کا

---

[1] اک، [2] کسیلی، [3] ٹھٹھک

(7)

کمان ہوا ہے قد ابرو کے گوشہ گیروں کا — لٹا ہے حال تری زلف کے اسیروں کا
ڈھلے ہے جس پہ یہ دل تس کا کیا ہے ظاہر اسم — وہی ہے وہ کہ جو مرجع ہے ان ضمیروں کا
ہر ایک سبز ہے ہندوستاں کا معشوق — بجا ہے نام کہ بالم رکھا ہے کھیروں کا
مرید پیٹ کے کیوں نعرہ زن نہ ہو ان کا — بُرا ہے حال کہ لاگا ہے زخم تیروں[1] کا
برہ کی راہ میں کوئی گرا سو پھر نہ اٹھا — قدم پھرا نہیں یہاں آ کے دست گیروں کا
وہ اور شکل ہے کرتی ہے دل کوں جو تسخیر — عبث ہے شیخ تیر ا نقش یہ لکیروں کا
سیلی میں جوں کہ ہو منکا اے آبرو یوں دل — سجن کے زلف نے لٹکا لیا فقیروں کا

(8)

تعجب نہیں اگر نامرد خسّی[2] مرد پھر ہوجا — مگر جو عادتی ہو اس کے اچرج ہے اگر خوجا
وہ گل رو ماہ کے جیوں جب کبھی اس راہ ہو نکلے — دکھا کر جوت اپنی پیچ دل میں مہر کا بوجا
ہوئے ہیں اہل زر خواہان دولت خواب غفلت میں — جسے سونا ہو یارو فرش بے مخمل کے آ سوجا
ہمیں ہیں جو تغافل سیں سدا کے شاد رہتے ہیں — اگر یک دم نہ پاوے منہ تو پیارے بو الہوس روجا
ستم سیں شوق میرے دل کا کچھ جانے کا نہیں ہرگز — اگر اے سنگ دل پیسو تو کب صندل سیتی بو جا
چلا ہے غیر کے جو ساتھ کھانے چھوڑ کر ہم کوں — تو پھر پانے کا نہیں کہ آبرو سیں ہاتھ کوں دھوجا

(9)

کیا قہر ہے پیارے منہ کا ترے مٹکنا — پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا
جس گال پر صفا سیں نظریں نہیں ٹھہرتیں — اس گال پر عجب ہے دل کا مرا[3] اٹکنا
ابرو غلیل تس میں تل کا رکھا غلولا — مشکل ہے بو الہوس کوں یہاں آ کے اب پھٹکنا
اسپند کرکے تجھ پر ملاں کے تئیں جلئے — کیوں مارتا ہے پیارے رخسار پر چٹکنا
دامن کے چاک دونوں کرتے ہیں بے قراری — عاشق کے ہاتھ سیتی زور آوری جھٹکنا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے
یوں روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

---

[1] پیروں، [2] خصی، [3] مرے

(10)

جلتے ہیں اور ہم سیں جب مانگتے ہو پیالا
ہوتے ہیں داغ دل میں جیوں جیوں کہتے ہولا لا

نک ہے تمام ظالم تجھ چشم کا دنبالا
لاگا ہے اس کے دل میں دیکھا ہے جنے[1] بھالا

اس شوخ سروقد کوں ہم جانتے تھے بھولا
مل اوپری طرح سیں کیا دے گیا ہے بالا

اے سرد مہر تجھ سیں خوباں جہاں کے کانپے
خورشید تھرتھرایا اور ماہ دیکھ ہالا

جب سیں ترے ملایم گالوں کی دل میں دھن ہے
نرمی سوں دل ہوا ہے تب سوں روئی کا گالا

فوجاں سوں بڑھ چلے جیوں یکا کوئی سپاہی
یوں خال چھوٹ خط سیں مکھ پر رہے نرالا

کیوں کر پڑے نہ میرے گریے کا شور جگ میں
اڈا ہے مجھ نین سوں انجھواں کے ساتھ نالا

جوگی ہوا پے ناتا لالچ کا چھوڑتا ناہیں
کہتا ہے سب کوں بابا جپتا پھرے ہے مالا

جھمکی دکھا نگہ کی دل چھین لے چلی ہیں
یہ کس نے تری[2] انکھیوں کوں سکھلا دیا چھنالا

اشعار آبرو کے بے رشک گہر ہوئے ہیں
داغ سخن ہیں اس کے لولو ہوا لالا[3]

(11)

ہے ہمن کا پیام[4] کوئی لے جا
کہ مجھے آ کے ٹک درس دے جا

بو الہوس کوں ہوا ہے تب سیں مغز
جب سیں تم نے اسے بلا بھیجا

تم سوا ہم کوں اور جاگہ نہیں
اے سجن ہم سیں مت لڑو بے جا

آبرو چاہتا ہے توں مت[5] آو
بو الہوس اس گلی سیں سن بے جا

(12)

مست ہے دل مدام تجھ لب کا
جام صہبا ہے نام تجھ لب کا

دل کے غنچہ کوں[6] کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا

مُہر لب ہا ہوا حلاوت سوں
حرف گویاں کوں نام تجھ لب کا

آبرو آب زندگی سیں لذیذ
جان پیتا ہے جام تجھ لب کا

---

[1] جن میں، [2] کس تری، [3] ہوا ہے لالا، [4] شام، [5] تومت اڑ، [6] دل کوں غنچہ کے

(13)

یہ رسم ظالمی کی دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جاں کا

ہر یک نگہ میں ہم سیں کرنے لگی ہیں نوکیں
کچھ تو تری انکھیوں نے پکڑا ہے طور بانکا

تجھ راہ میں ہوا ہے اب تو رقیب کتا
بو پائے کر ہمن کی آباندھتا ہے نانکا

خنڈوں کے طور گویا دیوار تھقہا ہے
پھر کر پھرے نہ لڑکا جو اس طرف کوں جھانکا

رستم دہل کے دل میں ڈالے[1] انکھیوں سیں آنجھوں
دیکھے اگر بھواں کی تلوار[2] کا جھمانکا

فاسق کے دل پے ڈالی جب نفس بدنے برکی
رجواڑے[3] کی گلی کا تب جا غبار پھانکا

سب عاشقاں میں ہم کوں مژدا ہے آبرو کا
ہے قصد اگر تمہارے دل بیچ امتحاں کا

(14)

ہوا ہوں دل سیتی بندا پیا کی مہربانی کا
فدا کرتا ہوں ہردم جی کوں اپنے یار جانی کا

دیے میں جیوں بتی ہو یوں دہکتی ہے زباں مکھ میں
کروں جس رات کے اندر بیاں سوز نہانی کا

انجھو انکھیاں کے روغن ہیں ہمارے شعلۂ دل کوں
بجھانا عشق کی آتش کوں نہیں ہے کام پانی کا

اثر کرتا ہے نالہ آبرو کا سنگ کے دل میں
ہنر سیکھا ہے شاید کوہکن سوں تیشہ رانی کا

(15)

رہتا ہے ابرواں پر ہاتھ اکثر لاوبالی کا
ہنر سیکھا ہے اس شمشیر زن نے بیدمالی کا

ہر ایک جو عضو ہے ہرسو مصرع دلچسپ ہے موزوں
مگر دیوان ہے یہ حسن سرتاپا جمالی کا

نگیں کی طرح داغ رشک سوں کالا ہوا لالا
لیا جب نام گلشن میں تمہارے لب کی لالی کا

رقیباں کی ہوا ناچیز باتاں سن کے یوں بدخو
وگرنہ جگ میں شہرا تھا صنم کی خوش خصالی کا

ہمارے حق میں نادانی سوں کہتا غیر ماناں
گلہ اب کیا کروں اس شوخ کی میں خورد سالی کا

یہی چرچا ہے مجلس میں سجن کی ہر زباں اوپر
میرا قصہ گویا مضمون ہوا ہے شعر حالی کا

تمہارا قدرتی ہے حسن آرائش کی حاجت نہیں[4]
نہیں محتاج یہ باغ سدا سرسبز مالی کا

لگی شیریں اس کوں ساری اپنی عمر کی تلخی
مزا[5] پایا ہے جن عاشق نے تری سن کے گالی کا

مبارک نام ترے آبرو کا کیوں نہ ہو جگ میں
اثر ہے یوں ترے دیدار کی فرخندہ خالی[6] کا

---

۱ ڈھالے، ۲ تروار، ۳ رجوارے، ۴ کیاحاجت، ۵ مزہ، ۶ فانی

(16)

خدا کے واسطے اے یار ہم سیں آ مل جا — دلوں کی کھول گھنڈی غنچے کی طرح کھل جا
جگر میں چشم کے ہو تیاں ہیں داغ نت[1] پتلیاں — نظر سیں اوٹ تیرا گال جب کہ ایک تل جا
جنوں کے جام کوں لے شیشۂ شراب کوں توڑ — جزو[2] گلی سے تری بیکراں[3] کے بیدل جا
انکھیوں سیں جان بچاتا نظر تب آتا ہے — نگہ سیں عاشق بے دل کے[4] جب کہ قاتل جا
حیا کوں غیر سوں مت گرم مل کے دے برباد
نہ ہو کہ آبرو اس طرح خاک میں مل جا

(17)

اگر انکھیوں سیں انکھیوں کوں ملاؤ گے تو کیا ہوگا — نظر کر لطف کی ہم کوں جلاؤ گے تو کیا ہوگا
تمہارے لب کی سرخی لعل کی مانند اصلی ہے — اگر تم پان اے پیارے نہ کھاؤ گے تو کیا ہوگا
محبت سیں کہتا ہوں طور بدنامی کا بہتر نہیں — اگر خندوں کی صحبت میں نہ جاؤ گے تو کیا ہوگا
تمہارے شوق میں ہوں جاں بلب ایک عمر گزری ہے — اگر یک دم کوں آ کر مکھ دکھاؤ گے تو کیا ہوگا
میرا دل میں رہا ہے تم سوں پیارے باطنی ملنا — اگر ہم پاس ظاہر میں نہ آؤ گے تو کیا ہوگا
جگت کے لوگ سارے آبرو کوں پیار کرتے ہیں
اگر تم بھی گلے اس کو لگاؤ گے تو کیا ہوگا

(18)

پریشاں تر ہے تیری زلف سیں احوال عاشق کا — سیہ دونا تری انکھیوں سیں ماہ و سال عاشق کا
ترے رخسارۂ سیمیں پے مارا زلف نے کنڈل — لیا ہے اژدہا نے چھین یارو مال عاشق کا
بھرے انکھیوں میں جب پانی اٹھے تب دل سیتی نالا — جبھی ڈوبے گھڑی باجے تبھی گھڑیال عاشق کا
خدا سیں ڈراتا ہے مت نہ دے سُرماں تغافل کا — سیہ چشمی سیں ہوجاتا ہے ظالم کال عاشق کا
ٹھٹھا ہے مکھ نے تیرے ٹھاٹھ دل کے صید کرنے کوں — زمیں ہے گال دانا خال و خط ہے جال عاشق کا
کرے کیا شہر کوں جو چھوڑ کے جنگل نہ جا پکڑے — سماتا نہیں ہے گھر میں شوق ڈھنڈھو[5] کال عاشق کا
مگر اے آبرو سیتی میں دل بسمل کیا اپنا
نکلتا ہے انجھو کچھ تو انکھیوں سیں لال عاشق کا

---

۱ تب، ۲ خرد، ۳ پری پیکراں، ۴ تڑپھ میں چھوڑ کے بسمل کو، ۵ ڈھونڈو

(19)

یاد خدا کی کر بندے یوں ناحق عمر کوں کھونا کیا　　حق چاہا سوئے کچھ ہوگا ان لوگوں سیتی ہونا کیا
کوئی شاہ کوئی گدا کہا وے جیسا جس کا بنا نصیبا[1]　　جو کچھ ہوا تسی پر خوش رہ اب تو آنسو رونا[2] کیا
سیر سفر کر دیکھ تماشا قدرت کا سب عالم میں[3]　　گھر کوں جھوک بھاڑ کے بھیتر عاشق ہو کر کونا کیا
جان ممولا جگت پیارا جن دیکھا سو ٹھگت[4] رہا　　چنچل نپٹ اچپلے نیناں تن کے آگیں مرگ چھونا کیا
داغ کی ہیکل انجھو کی مالا زینت عشق ہے غانے[5]　　پھریں مست جو برہ کے تن کوں موتی لال پرونا کیا
آج آبرو دل کوں ہمارے شوق نے اس کے مست کیا[6]
جاگ اناڑی دیکھ تماشا عشق لگا تب سونا کیا

(20)

کیا شوخ اچپلے ہیں تیرے نین ممولا　　جن کو نر کہہ[7] چلے ہیں سب من ہرن ممولا
بریں خیال کے بھی کیوں کر کے اس کے دل میں　　نازک ہے جان سیتی تیرا بدن ممولا
جو یک نگہ کرو تم کرتے ہو کام سو تم　　سیکھے کہاں سیں ہو تم اے[8] مکر و فن ممولا
آزاد سب جگت کے آکر غلام ہوویں　　جب بودلی بنا دے اپنا برن ممولا
قدسرو، چشم نرگس، رخ گل، دہان غنچہ　　کرتا ہوں دیکھ تم کوں سیر چمن ممولا
ہر رات شمع کے جیوں جلتی ہے جان میری　　[9] جب سیں لگی ہے تم سیں دل کی لگن ممولا

(21)

تو کیوں گیا کہ عیش چمن کا بگڑ گیا　　غنچا دلوں میں تنگ ہوا پھول جھڑ گیا
تنہا خنجر کی دھار کا منہ پھر گیا نہیں　　[11] کانپا ہے[10] تیرے شرم سیں مژگاں کی گڑ گیا

(22)

فرہاد[12] دل کوہ کوں مے کا بھرا پیالا ہوا　　مستی سیں اس کے شوق کی ہر سنگ متوالا ہوا
تم یوں سیاہ چشم اے سجن مکھڑے کے جھمکوں سیں ہوئے　　خورشید نے گرمی کری تب تو ہرن کالا ہوا

(23)

خوباں میں سب جگت کے تو خوب زور ہے ممولا　　سارے جہاں میں تیرا اب شور ہے ممولا

---

۱ نصیب، ۲ ناں (ان) لوگوں سیں ہونا، ۳ کا، ۴ ٹھٹھک، ۵ عشق کی یہی نشانی، ۶ مگن کیا ہے، ۷ نرکھ جلے،
۸ یہ، ۹ ...، ۱۰ کانٹا بھی، ۱۱ .....، ۱۲ فرہاد کا

میٹھے بچن سناوے طوطی کوں تب لجاوے   جب ناچنے میں آوے تب مور ہے ممولا
جاوے فلک پر تو بھی تجھ حکم کا بندھا ہے   دل ہے پتنگ میرا توں ڈور ہے مموملا
اس خاک پر قدم رکھ تجھ کوں ثواب ہوگا   کہتے[1] ہیں آبرو کے یہاں گور ہے ممولا

(24)

کون یہ سلطنت مآب آتا   حشم[2] خوبی کا جس رکاب آتا
یوں چلا آوتا ہے خوباں بیچ   فوج کے بیچ جیوں نواب آتا
جاں بلب انتظار کرتا ہوں   خوب تھا یار اگر شتاب آتا
شعلہ خویاں نے یوں لیا دل بانٹ   مے کشاں بیچ جیوں کباب آتا
مسکرا کر کہا کہ تیری طرف   کیوں کے دیکھوں مجھے حجاب آتا
بت ہو عاشقاں کے دست بدست   مثل پیمانہ شراب آتا[3]

آبرو حال دل کا کیوں کے کہے
تیرے آگیں کسے جواب آتا

(25)

شمشیر کھینچ جب کہ لگائی ننگی اٹھا   سرکٹ گیا پے دل میں نئے سرسوں[4] جی اٹھا
جاڑے کی رات او لیٹ[5] کے گرمی کا دن کیا[6]   مکھڑے سیں زلف جب کہ سجن تم نے دی اٹھا
عاشق کی اور بھر کے نظر دیکھنے لگے   اس قدر شرم تم نے دی یکبارگی اٹھا
گلزار سیں بہشت کے بیٹھوں کوں اے سجن   سرسیں بلاوتی ہے تمہاری گلی اٹھا
دل مر گیا تھا شمع کی مانند دن دیے   شب کوں برہ کی آگ لگی پھر کے جی اٹھا
دل کے اوپر بہار میں احوال سخت دیکھ   دے مارتی ہے باغ میں سرکوں کلی اٹھا

ہے نام اس کا بزم حریفاں میں آبرو
جو سرکوں بیچ عشق کی پیٹھ سیں لے[7] اٹھا

(26)

بچا دنیا کے غم سیں آپ کوں جن اس سیتی کا ڈھا   نکلتا ہے علاج اس درد کا ظالم نہ لے کاڑھا[8]
حریفاں[9] پر میں اپنی راستی سیں چرب آیا ہوں   ہنر دیکھو کہ سیدھی انگلیوں سیں ہم نے گھی[10] کاڑھا

---

۱ کہیں، ۲ چیشم، ۳ یہ شعر اضافی ہے، ۴ سیں، ۵ الٹ، ۶ کٹا، ۷ کی بھٹی سیں پی اٹھا، ۸ ردیف کاڑہا،
۹ حریفوں، ۱۰ گھیو

نزاکت سیں نکل سکتی نہیں تصویر تجھ تن کی   مصور نے سجن ہر چند مرمر اپنا جی کاڈھا

(27)

بیتابیٔ دل آج میں دلبر سیں کہوں گا   ذرے کی طپش مہر منور سوں کہوں گا[1]
جو رام ہوا تس کی نہ کر جان پے سختی   یوں اس بت سنگیں دل کافر سیں کہوں گا

(28)

لگے تیغ جفا سوں زخم جو مارا[2] زمانے کا   سو ایک اور ہی دہن ہو دل کوں خون غم کے کھانے کا
ترے مژگانِ ابرو کے مقابل حال مجھ دل کا   وہی ہے جو کماں اور تیر آگیں ہو نشانے کا
برستے ہیں انکھیاں سیں لال اور موتی تماشا کر   کھلا ہے آج دروازہ ترے غم کے خزانے کا
کلی ہے رنگ و بو لبریز باغ میرزائی کی   تصور جب سوں آیا دل میں تیرے پان کھانے کا
تیری جو بات ہے اے حکمتی سو فن سوں خالی نہیں   جگت میں بوعلی ہے نام آج تو علم بہانے کا
ہوا ہے گوش گل لبریز رنگ اے گلشن خوبی   چمن میں جب سیتی مژدا سنا ہے تیرے آنے کا
غزالاں آبرو کر چاک دل مدت سوں نکلا ہے   کہوں[3] کیا حال ہے دشت جنوں میں اس دیوانے کا

(29)

رفتار بیچ جب کہ اداسیں لٹک گیا   بے اختیار تب سیں مرا دل اٹک گیا
شاید ہمارے جیو کی کشش نے اثر کیا   جاتا تھا جلد دیکھ کے ہم کوں ٹھٹھک گیا
شیریں لباں کی سخت دلی کا نہیں علاج   فرہاد بھی سر اپنا پتھر سیں پٹک گیا
عاشق کا کیا گیا جو کیا بو الہوس نے شوق   دن چار تجھ گلی منے آکر بھٹک گیا[4]
دل نے وصال چھوڑ کیا ہجر کوں قبول   امرت کوں چھوڑ زہر کا پیالا گٹک گیا

شمشیر کھینچ جب کہ چلا بو الہوس کی اور
تب چھوڑ آبرو کوں گلی سیں بھٹک[5] گیا

(30)

ظالم نگہ کا تیر ستم[6] کام کر گیا   سینے کوں صاف توڑ جگر سیں گزر گیا
پوچھے[7] اگر جو آبرو کے حال کی خبر   کہتا[8] تمہارے درد سوں ہجراں کے مر گیا

---

۱ یہ شعر اضافی ہے، ۲ تازہ، ۳ کہو، ۴ یہ شعر اضافی ہے، ۵ سٹک، ۶ تیر نگہ، ۷ بوجھے، ۸ کہنا

(31)

چھوڑ دے دنیا کے تیئں حاصل کیا تو کیا ہوا   ساتھ کچھ جانے کا نہیں سب کچھ لیا تو کیا ہوا
شعر تیرے چرخ مارے تو فلک کہنے کا نہیں[1]   سر[2] پھرا یا کر گیا جیوں آسیا تو کیا ہوا
زیست ہے اس کی کہ اپنے جان پیارے سیں ملا   جی سیتی غافل رہا جگ جیا تو کیا ہوا
دل کسی کا ہاتھ میں زاہد تو لے سکتا نہیں   نفس کے تیئں توڑ قبضے میں کیا تو کیا ہوا
دل جلے تب عاشقی کا بھید روشن ہو تجھے   گھر جلا کر کے اجالا کر دیا تو کیا ہوا
غم سیں اہل بیت کے جی تو ترا کڑھتا نہیں   یوں عبث پڑھتا پھرا جو مرثیا تو کیا ہوا

شعر کوں مضمون سیتی قدر ہو ہے آبرو
قافیہ سیتی ملایا قافیا تو کیا ہوا

(32)

ہر چند تغافل میں ہے محبوب پیارا[3]   پر لطف کی حالت میں لگے خوب پیارا
خوش یوں قد خم شیخ کا ہے معتقداں کوں   جیوں کشن کوں کبجا لگے کوب پیارا

(33)

عشق میں ہندو ترک کا کچھ نہیں ہو بیوڑا   یہاں منڈائیں[4] سدھ کیا خواہ آزاد ہو خواہ سیوڑا
کیونکہ اب رم کر سکوگے ہم سیں تم اے من ہرن   اب تو ہم نے تم سیتی باندھا ہے اپنا جیوڑا
آس من کی پوجتا ہے خال ابرو میں بیٹھ   اس سیہ کافر نے مسجد کوں کیا ہے ڈیوڑا
تجھ گلی کوں لے چلی ہے اشک انکھیاں سیں نگاہ   جس طرح نلوے کوں لے جاتا ہے کوئی میوڑا
آبرو جب وصف تیرے خلق خوبی سیں[5] لکھے   تب صفا برگ سمن ہو جا قلم ہو کیوڑا

(34)

جو کہ مجرم[6] ہے عشق بازی کا   دل سیں عاشق ہے جاں گدازی کا
ہر گدا گوشۂ قناعت میں   شاہ ہے ملک بے نیازی کا
نفس کافر کوں جو کہ قتل کیا[7]   رتبا ہے اس کسی کوں غازی کا
دل جھکا ہے تیری بھوں کو دیکھ   رو ہے قبلہ طرف نمازی کا
غم حقیقی ہے کیا ہوا ہے مجھے   عشق ہے عالم مجازی کا

---

۱ سعی تیری چرخ بازی تو فلک گننے کا نہیں، ۲ سر پھرا کر کے کیا، ۳ ہمارا، ۴ مونڈائیں، ۵ کے، ۶ محرم، ۷ قتل جو کہ کیا

آبرو شعر کے کمال میں ہے معتقد حافظ شیرازی کا

(35)

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا — دوانا نہیں کہ اب گھر میں رہوں چھوڑ کر صحرا
اندھیری رات میں مجنوں کوں جنگل بیچ کیا ڈر ہے — پپہا[1] کو گلا کیوں مل کے دے ہیں ہر گھڑی پہرا
گیا تھا رات جھڑ بدلی میں ظالم کس طرف کوں توں[2] — تڑپ سیں دل میرا بجلی کی جیوں اب لگ نہیں ٹھہرا
وہ کاکل اس طرح کے ہیں بلا کالے کہ جو دیکھے — تو مرجا ناگ اس کا آب ہو جا خوف سیں زہرا
ایسی کہانی بکٹ ہے عشق کے کافر[3] کہ جو دیکھیں — تو روویں نہ فلک اور چشم ہوجا ان کے پونہرا[4]
رواں نہیں طبع جس کی مغز ترکی طرز پانے میں — نہیں ہوتا ہے اس کوں آبرو کے حرف سیں بہرا

(36)

نین سیں نین جب ملائے گیا — دل کے اندر مرے سمائے گیا
نگہ گرم سوں مرے دل کوں — خوش نین آگ سی لگائے گیا
تیرے چلنے کی سن خبر عاشق — یہی کہتا موا[5] کہ ہائے گیا
سہو گر بولتا تھا ہمنا سیں — پوچھ[6] کر بات کوں چبائے گیا

آبرو ہجر بیچ مرنا[7] تھا
مکھ دکھا کر مجھے جلائے گیا

(37)

دل جہیں ہوئیں تہیں پہونچ کے لیتی ہیں پھنسا — باندھ لاویں نہ سو کیوں زلف تمہاری ہیں رسا
خواب میں دیکھ تری زلف کون لہرایا ہے — آبرو کوں مگر اس رات کے سپنے نے ڈسا

(38)

گرچہ قائل ہوں سجن تیری کمر معدوم کا — لیک مشکل ہے بیاں اس رمز نامعلوم کا
ناز کرنا پاک معشوقوں کا پیارا کیوں نہ ہو — ہر کسی کوں خوب لاگے چوچلا معصوم کا
کیوں تری تھوڑی سی گرمی سیں پگھل جاوے اے جان — کیا تو نے سمجھا ہے عاشق اس قدر بھی موم کا
اور کیا دیوے گا جو بے مہر دیتا نہیں جواب — نام مت لو صبح کوں آگیں مرے اس سوم[8] کا
ہو کے دیوانا گریباں چاک سب کرتا ہے شہر — وہ پری پیکر سجے جس وقت جاماں گھوم کا

---

۱ پپیہا، ۲ تو، ۳ عشق کافر، ۴ نونہرا، ۵ ہوا، ۶ بوجھ، ۷ مرتا، ۸ شوم

لال رخسارہ پے تیرے زلف لپٹی نہیں سیاہ شام کے لشکر نے آکر ملک گھیرا روم کا
کیوں نہ آکر اس کے سننے کوں کریں سب یار بھیڑ آبرو یہ ریختا توں نے کہا ہے دھوم کا

(39)

کیوں کہ کیجیے اس کی شوخی کا گلا بات سنتا ہی نہیں وہ چلبلا
ہوگئے ہیں پیر سارے طفل اشک گریہ کا جاری ہے اب لگ سلسلا
چشم یوں دل لے گئی سینے سیں کاڈھ ڈوب کر مچھی کوں جوں کر کلکلا[1]
نور دیدہ گم ہوا یعقوب کا گریہ کا جاتا ہے خالی قافلا
مر کے[2] پھر کر جیونا برحق ہے[3] پھر گیا تھا جان ہم سیں پھر ملا
جو کہ بسم اللہ کر کھئے طعام تو ضرر نہیں گو کہ ہووے بس ملا
سنگ دل نے آج دل دے کر سنا آبرو نے شعر کا پایا صلا

(40)

مل گئیں آپس میں دو نظریں ایک عالم ہوگیا جو کہ ہونا تھا سو کچھ انکھیوں میں باہم ہوگیا
جس توجہ پہ نظر کر جان دیتا تھا جہاں سو توجہ ہائے[4] ان انکھیوں سیں کیوں کم ہوگیا
ساتھ میں تیرے جو دکھ تھا سو پیارے عیش تھا جب سیں تو بچھڑا ہے تب سیں عیش سب غم ہوگیا
خوبصورت راگ کی نے[5] کوچ کا ڈنکا بجا جب گلا مطرب کا یارو زیر سیں بم ہوگیا

(41)

شیخ خامی سیتی نپٹ بکیا اس کی باتوں سیتی جگر پکیا
خواب غفلت سیں سر اٹھا منعم صرہَ زرا ذاکر تکیا
آب و دانے میں عمر اپنی نہ کھو کف حسرت ملے گا جوں چکیا[6]
چشم میں یوں نہاں ہے کج نگہی جیوں چلوگی شگاف میں بکیا

(42)

کیا بتاؤں کس ادا سیں آخر اماں ہوگیا جن نے دیکھی وہ لٹک سوجی سیں قرباں ہوگیا
روونے میں مجھ دیوانے کے کیا سیانوں کا کام سیل سیں انجھواں کے سارا شہر ویران ہوگیا
معجزا عیسیٰ کا نہیں ان لعل لب ہا میں تو کیوں دل ہمارا شوق میں اس لب کے مرجاں ہوگیا

---

۱ یہ شعر اضافی ہے، ۲ مرگ، ۳ ہوا، ۴ توجہاے، ۵ راگ کی خوبصورتی کے، ۶ یہ شعر اضافی ہے

ترک آرایش ہوئی اس طفل مکتب کوں بہار　　طور پکڑی جب سیتی سارے[1] گلستاں ہوگیا
عشق عاشق نے جتا معشوق کوں دلبر کیا　　حال دل کا جب سیں بوجھا تب سیں جاناں ہوگیا
جب سیں تم بیمار پرسی کوں قدم رنجہ کیا　　تب سیں میرے دل کوں پیارے درد درماں ہوگیا
آبرو یک رنگ نے تفسیر اس خط کی لکھی
صفحۂ سادہ رقم ہونے سیں قرآں ہوگیا

(43)

ہم سیں چرائی اور سیں انکھیاں ملا گیا　　ظالم کسی کوں مار کسی کوں جلا گیا
گردش انکھیوں کی دیکھ گرا یوں پچھاڑ کھا　　گویا مجھے شراب کا پیالا پلا گیا
کیوں کر مجھے جنوں نہ ہو اس چھلاؤ سیں
ٹک دے جھمک پری کی طرح پھر بلا گیا

(44)

زخمی ہوں جان میرا بیجا نہیں جلانا　　لگتا ہے تیر سا یہ دل میں ترا کم آنا
مشہور تھی جگت میں پیارے کی چشم راوت　　بانکیت ہوگئے اب مژگاں سیں پھیر بانا
سیانے کوں عاشقی میں خواری بڑا کسب ہے　　چاہیے کہ بھاڑ جھونکے دل کا ہوئے دانا
غیروں کے ساتھ شب کوں چلتے ہو[3] چال اور ہی　　دیکھی روش تمہاری جاؤ تمھیں پہچانا
بدلی ہو[2] راگ چھایا تانوں کا جھڑ لگایا　　مردنگ تس کے اوپر بجلی کا کڑکڑانا
دونوں طرف سیں دہاری[4] خورشید رو کے دوڑی　　دیکھو زوال یارو آیا بُرا زمانا
دن تال باجتا ہے ہوتی ہے جب سواری　　لشکر میں راگ شب کوں اونٹوں کا ہے اڑانا[5]
حکمت کی تیغ سیتی کاٹو رقیب کا سر　　اٹھ آؤ آبرو کے کر خون کا بہانہ

(45)

پیار کرنے سیں ہمن کوں پڑ[6] کیا حاصل ہوا　　ہم تو اپنا دل دیا دلدار کیوں بیدل ہوا
پیار سیں ہرگز نہ آیا بر میں وہ نازک نہال　　عاشقی کرنا ہمارا سخت بے حاصل ہوا

46)

پوشاک سیں تمہارا دونا ہوا ہے چرچا　　کپڑوں کے دیکھ کرکے جی ہرکسی کا پرچا

---

۱ سادی، ۲ سو، ۳ نیں، ۴ داڑھی، ۵ یہ شعر اضافی ہے، ۶ پھیر

دولت نہیں تو ہرگز پیغام وصل[1] مت دے — یہ خط اگر کبوتر لے جا تو بھیج زر چا
مفلس تو شبد[2] بازی کرکے نہ ہو دوانا — سودا بنے گا اس کا جن بتاں کو پوجا
ہوتے ہیں رام اس کے آخر جو ہیں برہمن — پوجے ہے آس اس کے جن نیں بتوں کوں پرچا[3]
ہوتے[4] ٹک مقابل کیا ہو کیا ہے کرلے — کہتا تھا ہم نے پایا دل کے کہے کا پرچا
نادان کا غلط بھی لگتا ہے آبرو خوش — پیارا لگے ہے لڑکا کیا کوں اگر کہے چا

(47)

یوں تڑپھڑاوتا ہے دل شوق میں ہمارا — آتش کے بیچ ہوے جیوں بے قرار پارا
رونے سیں سوزِ غم کا گھٹتا نہیں ہے ہرگز — پانی سیتی یہ دل کا بجھتا نہیں انگارا
اس طرح کوں جو دیکھے تو تیغ جائے قرباں — جس طرح سیں بھواں کے[5] کرتے ہیں دل پہ وارا

(48)

مل گیا تھا باغ میں معشوق اک نک دار سا — رنگ رو میں پھول کے مانند سج میں خار سا
آشنا ہو رات میخواروں سیں کی دریا کشی — دن کو تسبیح ہاتھ میں لے کر کہائے پارسا

(49)

خال تجھ گال پہ کیا خوب پڑا ہے پیارا — بن گیا اس سیں میری جان ترا رخ سارا
حلقۂ زلف میں اس خال کی دیکھی جھمکی — آج تو میرے طالع نے مجھے کچھ نستارا[6]

(50)

مرتا ہوں میں خمار سیں ساقی شراب لا — لاگی ہے پیاس جیو جلا ہے شتاب لا
دل اشک کے چلن سیں پھپھولا ہوا پا[7] — کیوں غیر سیں بلا کے کہا تم نے آب لا
کچھ شے نہ دیجیے تو کبھی روبرو نہ ہو — بن مال اس پہ جبر ہے گویا مقابلا

(51)

ملنے کوں غیر کے کیوں اب بوجھتا[8] ہے پیارا — ازماونے کوں شاید لیتا ہے دل ہمارا
نرمی سوں موم ہوکر سختی کی بھی قسم کھا — حالت ہمارے دل کی دیکھے جو سنگ خارا
پیارے تیرے نین کوں آہو کہے جو کوئی — وہ آدمی نہیں ہے حیوان ہے بچارا

---

[1] وصلت، [2] صید، [3] یہ شعر اضافی ہے، [4] ہوتے ہی، [5] یہ، [6] آج تو کچھ طالع مرے نیں مجھے نستارا، [7] دل رشک کے جلن میں پھپھولا ہو پیا، [8] پوچھتا

وہ آشنا نہ ہوگا اس سیں بھلا کنارا ۔۔۔ پیاسا ہے جو کہ جی کا اور آبرو کا دشمن
دیکھو تو آبرو نے کس گھاٹ لا اتارا ۔۔۔ رو رو کے بے وفا کوں کیا آشنا کیا ہے

(52)

پیارے یہ کون اٹھاوے گلا[1] تمہارا حاشا ۔۔۔ مت شور کر قسم ہے چھوڑا ترا تماشا
جیوں دیکھ کر کبوتر قینچی[2] کرے ہے باشا ۔۔۔ مژگاں کی باگ انکھیوں میں یوں جلد دل پہ موڑی

(53)

دیکھا یہ ان ملے کا ہم روٹھنا انوٹھا ۔۔۔ تو کب ملا تھا پیارے ہم سیں کہ آج روٹھا
کہنے کوں ان لباں کا میٹھا دیا پے جھوٹھا ۔۔۔ بوسہ کا کر کے وعدہ مصری چبا کے بخشی
راضی کیا پھر آخر بتلا گیا انگوٹھا ۔۔۔ عیار بو الہوس نے لڑکے کوں شست دکھلا

(54)

ہوا ہے ان کے تیئں پیارے زباں گویا یہ دنبالا ۔۔۔ لگی منہ بولنے سرمے سیں تیری چشم اے لالا
کب اس کوں منہ لگایا پوچھ تو جھونٹھا[3] ہے یہ پیالا ۔۔۔ لب اس کا مے اگر دیکھے تو ہو جا شرم سیں پانی
متاع اور مال جو کچھ تھا سو لے بیٹھا ہے یہ کالا ۔۔۔ ستم سیں سانولے نے نقد جاں اور دل مرا چھینا
اگر آتا[4] ہے تو اے ماہ رو مجھ پاس تو حال آ ۔۔۔ رمق سی رہ گئی ہے زندگی اب دم کی مشکل ہے

(55)

عاشق نے آوتا سن آنگن تمام چھڑکا ۔۔۔ لبریز ہوں انکھیوں میں اڈا ہے آج برکھا
واعظ یہ مے کشوں کے دشمن ہوا ہے سرکا ۔۔۔ ہو ہو ترش پیشانی کرتا ہے شور برپا
لگتے ہی ایک چرکا یہاں لگ ذرا[5] کے چرکا ۔۔۔ لڑتا تھا خندیوں سیں یہ بو الہوس تھا لینڈی

(56)

بولا کہ میں کتا ہوں تیرا اور گلے پٹا ۔۔۔ دکھنی پسر کہ[6] زخم حمایل کوں سر کٹا
گویا کہ بات رمز کی تھی جوان تھا کٹا ۔۔۔ بیزار ہوگیا میرے کہنے سیں نازنیں
بوسا ہے تجھ لباں کا مزے دار چٹ پٹا ۔۔۔ نمکین گویا کباب ہیں پھیکے شراب کے
منصور دیکھ بانس پے چڑھنے سیں کب نٹا[8] ۔۔۔ جو کھیل ہوسو ڈھول بجا کہیں[7] عشق کا

(57)

سرسیں ہے پانوں لگ[9] تماشے کا ۔۔۔ قد اس خوش طرح تراشے کا

---

۱ کلا، ۲ قینچی، ۳ بوجھلوجھونٹا، ۴ آنا، ۵ ڈرا، ۶ کے، ۷ کھیل، ۸ ہٹا، ۹ سرسیں پاوں تلک

اس کی کنجی زبان شیریں ہے   دل مرا قفل ہے بتاشے کا
کیوں کہ نامے کوں لے کبوتر جا   مژہ پنجا ہوئی ہے باشے کا
کس قدر لال نیں گھٹایا من   اب جو تولا نہیں ہے ماشے کا[1]
آبرو سیں نہیں ہے موطی (معطی) خوش   وہ پیاسا ہوا ہے شاشے کا

(58)

وہ پختہ کار کب پڑھتا ہے ناما   نہیں کچا کہ لوں میں ہاتھ خاما
اگن میں جل[2] کے طوطی لال ہو جا   جبھی[3] ٹک گرم ہو بولے وہ سیاما
لگے جب حسن گھڑی سیں پھر بیٹھے   تبھی یارب یہ محمودی کا جاما

(59)

نالاں ہوا ہے جل کر سینے میں من ہمارا   پنجرے میں بولتا ہے گرم آج اگن ہمارا
پیری کمان جیوں مانع نہیں ہووے ہے اکڑکوں   ہے ضعف بیچ دونا اب بانکپن ہمارا
جلتا[4] ہے جیو جس پر جاتے ہیں اس کے پیچھے   سودے میں عشق کے ہے اب یہ چلن ہمارا
ملنے کی حکمتیں سب آتی ہیں ہم کوں یک یک[5]   گو بو علی ہو لونڈا کھاتا ہے فن ہمارا
مجلس میں عاشقوں کی اور ہی بہار ہوجا   آوے جبھی رنگیلا گل پیرہن ہمارا
اس وقت جان پیارے ہم پاوتے ہیں جی سا   لگتا ہے جب بدن سیں ترے بدن ہمارا
یہ مسکراوتا[6] ہے تو کس طرح جیوں گا   تم کوں تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا
عزت ہے جوہری کی جو قیمتی ہو گوہر   ہے آبرو ہمن کوں جگ میں سخن ہمارا

(60)

عاشق ہوا ہے کس پے اسے کس کا غم ہوا   دیکھو ہماری جان پہ یہ کیسا ستم ہوا
عالم کوں قتل کرکے تیرا یہ قد کشیدہ[7]   مانند تیغ فوج بتاں میں علم ہوا
نامہ کوں متن بیچ ہوا تب سیں پیچ وتاب   جب سیں کہ میرے دل کا غم اس میں رقم ہوا
بنگی ہے بادشاہ تسی[8] کے خیال میں   سبزی کا دور اس کے تئیں جام جم ہوا
یہ بوجھ حرف نے[9] کے نقطے کوں دیکھ کر   دل لے گیا وہی کہ تواضع سیں خم ہوا
دہقان پسر نے کھیت رکھا ہے سبوں[10] کوں مار   کھلیان کی مثال دلوں کا اٹم ہوا

---

۱ یہ شعر اضافی ہے، ۲ جپ جس، ۳ پھٹے، ۴ چلتا، ۵ اک اک، ۶ مسکراونا، ۷ کشیدہ قد، ۸ نشے، ۹ بوجھوں یہ حرف نون، ۱۰ سبھوں

ظالم کے مال سیں نہیں ہوتی ہے منفعت   کہ[1] حلق آب تیغ سیں کس کا کہ نم ہوا
خورشید کس طرف سیں ہوا طالع آبرو   کیا دن پھرے کہ آج ادھر کوں کرم ہوا

(61)

بھواں مٹکا ونا دیکھ ان سبھوں کا نام مت دھروا   گھر آنا محرموں کے یوں قبا کی بند مت کروا
کہاں ملتا ہے جاں عنقا ہے ایسا ہے بے نیاز عاشق   کہ خان اور مان[2] دیا ہے سب اڑا اور پھر نہیں پروا

(62)[3]

سبزہ رنگوں کے ہوا حق میں یہ پ کرنا دوا   تیرگی جاتی رہی چہرے کی اور اپچی صفا
کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا سجن   عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا
تو گلے کس کے لگے لیکن کنہی بے رحم نے   گرم دیکھا ہوئے گا تیرے تئیں انکھیاں ملا
بو الہوس ناپاک کی از بس کہ بھاری ہے نظر   پردۂ عصمت میں تو اپنے تئیں اس سیں چھپا
اشک گرم و آہ سرد عاشق کے تئیں وسواس گر   خوب ہے پرہیز جب ہو مختلف آب و ہوا
گرم خوئی سیں پشیماں ہو کے ٹک لاؤ عرق   تپ کی حالت میں پسینا آو نا ہو ہے بھلا
دل مرا تعویذ کے جوں لے کے اپنے پاس رکھ   تو طفیل حضرت عاشق کے ہو تجھ کوں شفا
ترش گوئی چھوڑ دے اور تلخ گوئی ترک کر   اور کھانا جو کہ ہو خوش کا تری سو کر غذا
بو علی ہے نبض دانی میں بتاں کی آبرو   اس کا اس فن میں جو نسخا ہے سو ہے اک کیمیا

(63)

نہ پاوے چال تیرے کی پیارے یہ ڈھلک دریا   چلا جاوے اگرچہ روز تا[4] محشر تلک دریا
کہاں ایسا سکے[5] کو کہ جاوے تا فلک دریا   نہیں ہم چشم میرے اشک کا مارے جھمک[6] دریا
ہوا ہے چشم حیرت دیکھ تیری آب رفتاری   کنارے نہیں رہا ہے کھول ان دونو[7] پلک دریا
بھر آوے آب حسرت اس کے منہ میں جب لہر کھاوے   اگر دیکھے ترے ان نرم گالوں کی[8] تھلک دریا
نہیں ہیں یہ حباب آتے ہیں جو نظروں میں مروم کی   جلن مجھ اشک کے سیں دل میں رکھتا ہے پھلک دریا
اگر ہو کوہ تو ریلے سیں اس لشکر کے چل جاوے   کہاں سکتا ہے مجھ انجھواں کی فوجاں سیں اٹک دریا
اثر کرنے کا نہیں سنگیں دلاں میں رونا ہرگز   کرارے سخت ہیں بے جا رہا ہے سر پٹک دریا
یقیں آیا کیا جب اس کے تئیں پانی سیں بھی پتلا   ہمارے اشک کی گرمی میں کچھ رکھتا تھا شک دریا

---

[1] کہہ، [2] خواں اور ماں، [3] یہ شعر اضافی ہے، [4] رودتا، [5] مبکی ہو، [6] جھک، [7] دونوں، [8] کے

نہیں ممکن ہمارے دل کی آتش کا بجھا سکنا
کرے گر ابر طوفاں خیز کوں اگر کمک دریا

نہ ہووے آبرو خانہ خرابی کیوں کہ مردم کی
کیا انجھواں نے میرے اب سا سیں تا سمک دریا

(64)

ملنے کے شوق میں ہم گھر بار سب گنوایا
مدت میں گھر ہمارے آیا تو گھر نہ پایا

استاد گنجفہ کا جب سیں کیا ہے ہم کوں
ہوتے ہیں سوخت دل میں سب دیکھ کر یہ پایا

یہ خال خال ملنا ہوتا جو تھا ہمن سیں
اس میں[۱] عارضا یہ یارب کہاں سیں آیا

دل غم میں کرکے لوہو لوہو سیں کر کے پانی
انکھیوں سیتی بہایا تب آبرو کہایا

(65)

سیج اوپر غیر کی رہتا ہے اب لوٹا ہوا
زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوٹا ہوا

سن کے چرچا غیر نے جا کر چھچھوند ہے چھوڑ دی
گھر جلا عاشق کا ان لوگوں کا کیا ٹوٹا ہوا

اس طرح دیکھا کہ عاشق دیکھتے ہی مر گیا
یہ تماشا جن نے دیکھا اس کو جگ جھوٹا ہوا

(66)

قیامت راگ ظالم بھاؤ کا فرگت ہے اے پنّا
تمہارے چتر سو دیکھے سوا یک آفت ہے اے پنّا

سگھڑ جتنے ہیں تے تے[۲] سب تجھی کوں پیار کرتے ہیں
سیانے سو ہیں پر ان سو کی ایک ہی مت ہے اے پنّا

لگا جاتی ہے اپنا داو اور میرا بچا جاتی
تو اپنے کام میں بانکپت اور راوت ہے اے پنّا

تیری کنچن برن سی دیہہ جس کی گود میں آوے[۳]
اسے دنیا کے عیاشوں میں کیا دولت ہے اے پنّا

نہیں لیتی ہمارا نام ہم کوں یہاں تلک بھولی
تجھے ہم اور کچھ اب کیا کہیں رحمت ہے اے پنّا

(67)

میرے پیارے سیں قاصد اتنی دل کی بات جا کہنا
کہ جانے سیں تمہارے جان کوں مشکل ہے اب رہنا

تمہاری دیکھ کر یہ خوش خرامی آب رفتاری
گیا ہے بھول حسرت سیں بیابانی کے تیئں بہنا

جسے ہو زیب ذاتی اس کے تیئں ہے عیب آرائش
کرے ہے بدنما البتہ حسن ماہ کوں گہنا

جو دلبر ہوئے دہقانی سو وہ بے درد کیا جانے
لگے ہے دیہہ میں تلوار یا تو وے منتیں[۴] سہنا

کروروں بار آزمائے ہیں ہم نے بخت یہ کھوٹے
نہیں سیمیں تناں سیں آبرو ہرگز ہمیں لہنا[۵]

(68)

جبھی تم نے اپنے گلے ہار ڈالا
تبھی ہم نے جی جان سب وار ڈالا

---

۱ میں بھی، ۲ یے یے، ۳ ہووے، ۴ منیں، ۵ یہ مقطع کا شعر اضافی ہے

قیامت کرے بات ایک ہنس کے بولی   مجھے بات کی بات میں مار ڈالا

(69)

الٰہی شکر میں کرتا ہوں تیرا   سر نو تو نیں نعمت خاں کو پھیرا
دعاؤں کا ہوا سرسبز گلشن   دیا باران رحمت نے دڑیرا
تو اپنا فضل کر اس پر کہ سب کا   وہی[1] مقبول اور بندا ہے تیرا
رہے نس دن سدا رنگ اس کے ادراک[2]   بھرا گھر بار اور معمور ڈیرا
رہے با آبرو دونوں جہاں میں
غزل ہے ایک یہ مضمون میرا

(70)

دل منیں ظالم نیں آ[3] گھر کیا بسنا کیا   ان مجھے بس میں کیا پر میں اسے بس نا کیا
وعدا تو یوں تھا کہ جی دے جبھی ہنس دوں[4]   جی دیا ہم نقد تم کیوں قرض اب ہنسنا کیا
دام کی صورت بنائے جن نے تیری زلف کوں   ان نے در معنی نصیبوں میں مرے ہنسنا[5] کیا

(71)

اس وقت دل پے کیوں کہ کہوں کیا گزر گیا   بوسا لینے لیا تو تبھی لے کے[6] مر گیا
دبلا ہمن کوں دیکھ تعجب میں ہے رقیب   واقف نہیں گدھا کہ برہ ہم کوں چر گیا

(72)

کہاں پاوے یہ ابر چشم طوفاں بار کا درجا   فلک پر موج کے رتبے[7] سیتی دریا چڑھے گرجا
جو لونڈا پاک ہے سوخوار ہے ٹکروں کوں[8] عاجز ہے   وہی راجا ہے دلی میں جو عاشق تلے پڑجا

(73)

کہیں کیا تم سوں بیدرد لوگو کسی کے جی کا مرم نہ پایا   کبھی نہ پوچھی[9] بپتا ہماری برہ نے کیسا ہمیں ستایا
لگا ہے برہا جگر کوں کھانے ہوئے ہیں تیروں کے ہم نشانے   دیویں ہیں سوتیں ہمن کوں طعنے کہ تجھ کوں کب نے[10] نہ منہ لگایا
کہے[11] نہ دل میں کسی کی چنتا گلے میں ڈالے برہ کی کنٹھا   درس کی خاطر تمہارے منتا بھکارن اپنابرن بنایا
لگی ہیں جی پر برہ کی گھاتیں تلپھ تلپھ کر بہائی راتیں   تمہاری جن نے بتائیں[12] باتیں اکارت اپنا جنم گنوایا

---

۱ وہ ہے، ۲ اورنت راگ، ۳ آب، ۴ دوں تبھی، ۵ پھنسنا، ۶ لیتے لیاتو سہی لیک، ۷ زینے، ۸ ٹکڑے کے تئیں عاجز ہے، ۹ بوجھی، ۱۰ کبھوں، ۱۱ رکھے، ۱۲ بنائیں

گلا مولا یہ سب عبث ہے اس کے اوچھے کرم کا جس ہے   ہمارا پیارے کہو کیا بس ہے تمہارے جی میں اگر یوں آیا
جو دکھ پڑے گا سہا کرونگی جیسے رکھو گے رہا کروں گی   تمن کوں تس دن دعا کروں گی سہی سلامت رہو خدایا

(74)

چوپڑ کے کھیلنے کا سارا یہی خلاسا[1]   شاید کبھی وہ لڑکا بیٹھے ہمارے پاسا[2]
کیونکر بڑا نہ جانے بن کر بیٹے کوں[3] اپنے   انکار اس کا نانا اور شیخ ہے نواسا
ہوکر فنا کیا[4] صید شہباز وصل ہم نے   شاید عدم ہمارا اس کوں ہوا ہے لاسا
گریے سیں سبز[5] ہرگز مژگاں نہ ہوں ہماری   جیوں جیوں پڑے ہے پانی تیوں تیوں چلے جواسا[5]
تم اور گل رخاں سیں اب آنکھ جو لگائی   بادام کوں پیارے پھولوں کے بیچ باسا
پی کر شراب تم جو ہم کوں ڈراوتے   کیا شوق کوں ہمارے جانا ہے اور کاسا
تشنا ہوں دل ربا کی صورت کا کس کوں دیکھوں   حیران ہوں نہ دیکھا کوئی آبرو سا پیاسا[6]

(75)

کرے تھا کام باورچی کا واعظ جب کبھی بکتا   کہ دل جلتا سخن سن سن کے[7] اور جگر پکتا
کمر ہر چند نہیں ظاہر پے قد ویسا ہی موزوں ہے   میاں کم ہے تیرا مصرا[8] پے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا
مزے سیں یار اور ہم مل کے جب کچھ نوش جا[9] کرتے   رقیب اس وقت بیٹھا دور سیں کتے کی جیوں بکتا
کیا ہے آبرو کے شعر نے نایاب گوہر کوں   چھپے دریاؤ میں شرمندگی سیں جا در یکتا

(76)

ہرچند ٹھوکتے[10] ہیں ٹلتا نہیں چکورا   منہ موڑ جانتا[11] نہیں ہرگز یہ مار خورا
زمرے میں مہرخاں[12] کے بے مہر ہو ہے کوڑا   کیونکر ملے نہ ٹھنڈا ہوتا ہے سرد شورا
بوسہ میں ہونٹ الٹا عاشق کا کاٹ کھایا ہے   تیرا دہن مزے سیں پر ہے پے ہے کٹورا
یاری[13] کی طرح تڑپھیں کچی[14] تھیں بو الہوس کی   ٹھہرا نہ عاشقی کی آتش میں وہ بھگوڑا
یہ چشم داشت تم سیں اس کوں نہ تھی پیارے   دیکھ آبرو کوں تم نے ابرو کے تیئں مروڑا

(77)

جیت آیا میں رقیباں کوں گویا مار دیا   یار نے اپنے گلے کا مجھے جب ہار دیا

---

۱ خلاصہ، ۲ پاس آ، ۳ منکر بیٹے کو، ۴ سیر، ۵ چواسا، ۶ آبرو پیاسا، ۷ کے اس کے، ۸ ترا مصرا ۹ جاں، ۱۰ ٹوکتے، ۱۱ موڑتا نہیں، ۱۲ مہرباں، ۱۳ پارے، ۱۴ کچھ

آگ میں رشک کی اب کیوں نہ جلے پروانا   شمع رخسار نے خلوت میں مجھے بار[1] دیا
دل مرا شوق سیں بوسہ کے ہوا ہے لبریز   آج ساقی نے مجھے ساغر سرشار دیا
حق نے تجھ لب کوں دیا معجزۂ عیسیٰ تب   جب میری جان مجھے یہ دل بیمار دیا
حق میں عاشق کے مگر لطف ستم تھا یارب   دل دیا جب سیں مجھے تب سیتی آزار دیا
فانی عشق کوں تحقیق کہ ہستی ہے کفر   دم بدم زیست میں میری مجھے زنار دیا
آبرو جب کہ سدا رنگ میں پہرنین ہیں[2] راگ   رات کوں بستار کیا خلق کوں نستار دیا
آبرو دل سے ہوا جان ترا شکر گزار   تشنۂ شوق کوں آ شربت دیدار دیا

(78)

دل تو دیکھو آدم بے باک کا   عشق سیں پھرتا ہے پتلا خاک کا
ہم سیں کیوں لڑتے ہو[3] ناحق بے گناہ   سر پھرا ہے کیا مگر افلاک کا
عشق سیں دل میں کدورت کب رہی ہے[4]   آگ سیتی کیا چلے خاشاک کا
مستی مے کی اپج ہے رقص اشک   اس کے تئیں تم تخم بوجھو تاک کا
خال سیں لاگے ہے میرے تاڑ[5] آج   خوب ہے ہم کوں نشا تریاک کا
دم بدم بھیجے[6] ہیں نلوے آہ کے   دل یہ داروغہ ہوا ہے ڈاک کا
تیغ عریاں ہے مثال آفتاب   آبرو طالب نہیں پوشاک کا

(79)

نونہالوں کا ہے زنخ میوا   چاہتا ہے یہ پہلے تو کر سیوا
بنی اسی کوں پل کہوں جگ میں   عشق پار جو کرے کھیوا
آج کیوں مہر منہ پے دے بیٹھے   کل تو تم جان ہم سیتی تھے وا
جان میرا کبھی ہے پھر آوے   اسی افسوس میں میری اے وا[7]
آبرو میں قصور ہوتا ہے   زن نگہ خور گرچہ ہو بیوا

(80)[8]

آہ سیں عاشق کی تو معشوق اس کو جان جا   کس کی یہ بولائی نسیم اس گل کے تئیں پہچان جا
عاشقوں کوں کیوں نہ شادی مرگ ہو تیرا وصال   عید اگر دیکھے تیرے مکھڑے کے تئیں قربان جا

---

۱ ہمیں پیار، ۲ بھریں میں، ۳ ٹوٹے (ہے)، ۴ کیا رہے، ۵ تاڑ، ۶ چھوٹے، ۷ یہ اشعار اضافی ہے، ۸ یہ غزل زائد ہے

طعن سیں زور آوروں کے وہ کوئی مامون رہے
جو مقابل ان کے آ دو ہاتھ مگدر بھان جا

جس میں تیری شان گھٹت جا سو بجن مت کر قبول
طرف اپنے ناز کی بھی دیکھ ٹک تو مان جا

شُہر[1] کسی کا اگر مر جا تو مٹنے کا نہیں
کاٹ ڈالو گو کہ سر تو سر سیں کب احسان جا

عاشقی کی بات لڑکوں کے آگیں کہتے نہیں
دل کا الجھاو کب سمجھے گا اے نادان جا

کیوں نہ دل تیرے دہن سیں کھائے آوے گالیاں
کیوں نہ رسوا ہو جو گھر کم ظرف کے مہمان جا

کس کے آگیں جا کے دکھ رویا ہے اے جھوٹے رقیب
آبرو اوپر نہ کر طوفان اے شیطان جا

[2] (80)

عاشقوں میں جس کسی سیں یار ہو راضی مرا
وہ میرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی مرا

ہجو کیوں کرتا ہے زاہد کیوں نہ میں سجدا کروں
آستانا یار کا کعبہ ہے اے حاجی مرا

صبر کب دیدار اس کے تئیں فردا تلک
سو قیامت جان پر کرتا ہے دل آج ہے مرا

[3] (82)

رجالوں بیچ مت جا جان ہر جائی نہ کر جلوا
ڈرا کر فتن کے سیتی برا ہے عام کا بلوا

تیرے گالوں میں اے شیریں ادا طوفان ہے برقی
مقابل جن کے آگے شرم سیں ہوتا ہے جلوا

تحیر سوں فراہم پھر نہیں آتی ترازو جوں
قدموزوں پے تیرے جس کے ہو ہیں چشم یک نلوا

کف پا غیر کی انکھیوں اوپر رکھ رکھ کے ہر ساعت
کڑا ہی بیچ پیارے اشک کے عاشق کوں مت بلوا

[4] (83)

چاند کوں نسبت ہے گر خورشید سیں
مہر کیوں رکھتا نہیں مہ رو میرا

کوہکن پرویز سن کر پھر جئے
جان شیریں ہے مگر دل جو میرا

[5] (84)

یو شعلا عشق کا حسن ازل کا نور ہے گویا
جلا ہے سب سیں سینا تب سیں کوہ طور ہے گویا

سوائے بیخودی حاصل ہوئی اس کوں گدازی سوں
یہ مستانا میرا دل دانۂ انگور ہے گویا

حماقت سیں قیامت دخل سگھڑائی میں کرتا ہے
یہ کوڑا اپنی جزیت میں خر طنبور ہے گویا

ہوئی ہے بتان غمازوں کی ترے منہ لگانے سیں
سخن جینے اب ان کوں دولت فغفور ہے گویا

---

۱ شوہر، ۲ یہ غزل زائد ہے، ۳ یہ غزل محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں متن کے اعتبار سے بہت ناقص ہے، ۴ یہ اشعار زائد ہیں، ۵ یہ غزل بھی متن کے اعتبار سے ناقص ہے

نظر آتی ہے رخسارے پے مجھ کوں حشر کی صورت   دمیدن ہائے خط یار نفخ صور ہے گویا

لب شیریں کے ہرجائی میں نیش اشک ہے نہاں   دہان شیریں اس کا خانۂ زنبور ہے گویا

گلا نی اور جا مت اس کے تئیں کرتی ہے زیباتر   تیرا قد آبرو قد میں بہشتی حور ہے گویا

(85)

دل پیچ گھب گیا ہے تیرے کمر کا کسنا   پٹکے کی انچلوں کا یہ اس طرح اڑسنا

پھر پھر کے دیکھ ہم کوں کیا مسکراوتے ہو   مدت میں آ پڑا ہے یہ اتفا ق ہسنا

ہوتے ہیں آہنی دل مل تجھ سیں زرد خوں زر   پارس ہے عاشقاں کوں تجھ پانو کا پڑسنا

گرم آہ آبرو کب رہتی ہے آنجھواں سیں   بجلی کوں کیا ضرر ہے کہ مینہ کا برسنا

(86)[1]

کہو پیارے نہ ہوں ہم کس طرح اب تم سیں آزردا   ہوئے ہو جان اوروں کے ہمیں یوں چھوڑ کر مردا

نہ ملنے سیں تمہارے جو کہ ہم پر غم گزرتا ہے   سہے جو اور کوئی پیارے تو جانو اس کا دل گردا

خوشی ہوجا ہمارے جیو کی تو آ ملو ہم سیں   کہ تیرے دیکھے بن دل میرا رہتا ہے افسردا

ہمیں سب لوگ کہتے ہیں کہ تجھ کوں پیار نہیں کرتا   نہیں تو آشنا کوں کون یوں رکھتا ہے غم خوردا

تعجب ہے کہ تم سا آدمی ہو گر بھلا مانس   رکھو یوں آبرو کے دل کوں غم اندوہ آزردا

(87)

کیوں نہ خوش ہو تو کہ اللہ نے تجھے خوش رو کیا   غم تو ہے مجھ کوں کہ مرے حق میں کیوں بدخو کیا

کھیت بنجر ہو تو کیا اپجے اکارت تھا سلوک   روبرو اور بیٹھ پیچھے ہم نیں ترے سو کیا

آج ظالم چشم نے تیری نگہ کے تیغ سوں   ہو یکایک روبرو چار اپنے کوں دو کیا

کون پوچھے بات مجھ بے دل کی اب اے آبرو   دل ہمارا چھین ہم کوں بے کس. . . کیا؟

(88)

رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کوں کب تلک بھلا   چلے جاتی ہے فرمایش کبھی یہ لا کبھی وہ لا[2]

مجھے ان کہنہ افلاکوں میں رہنا خوش نہیں آتا   بنایا ہم نے اور ہے ایک اپنے دل کا نو محلا

رہی ہے سرنوا سنمکھ گئی ہے بھول منصوبا   تیری انکھیوں نے شاید بات کی ہے نرگس شہلا[3]

گیا تھا غیر لے ہم رنگ ہو کر وصل کا سروا   تمہارے دیکھ منہ کا آفتاب اب اس کا دل دہلا

---

[1] یہ غزل زائد ہے، [2] بنایا اپنے دل کا ہم نیں اور ہی ایک نو محلا، [3] کیا تھیں غیر نیں ہم رنگ ہو کر وصل کا سودا ☆ تمہارا دیکھ مکھ کا آفتاب اس کا دل دہلا

گل و لا تجھ گلے کی اس کے حق کے بیچ صندل ہے　　چلے گا سر سیں اپنے گو کہ عاشق کا قدم چھلا[1]

کف پا یار کا ہے پھول مکھڑے سیں نازک تر　　میرا دل نرم تر ہے اس کے ہوتے اس سے مت سہلا

جوانوں میں غزل کے آبرو کیوں کسل کرتا ہے　　تو ایک رونا[2] توجہ بیچ کہہ لیتا ہے مت کہلا

(89)

کیوں کر نہ ہوے گرم فغاں عندلیب کا　　جلتا ہے گل کی آگ سیں جان عندلیب کا

جب سیں غرور گل کا ہوا اس کے تئیں یقین　　جاتا رہا ہے تب سیں گمان عندلیب کا

اس کو کنار گل منیں عالم ہے اک جدا　　پہچانتا ہے کون مکاں عندلیب کا[3]

سارے جہاں کے بیچ ہوا تب سیں زرد رو　　دشمن ہوا جب سیں خزاں عندلیب کا

لائی ہے جب سیں بات چمن کی زبان اوپر　　رنگین ہوا ہے تب سیں بیان عندلیب کا

(90)

صباحت بیچ گویا ماہ کنعانی ہے وہ لونڈا　　ملاحت بیچ سر تا پا نمک دانی ہے وہ لونڈا

کسی سیں پیار کی گرمی کیا چاہے تو آتش ہے　　ملا چاہے تو کوئی رنگ ہو پانی ہے وہ لونڈا

مذاق شوق کوں دے ہے مٹھاس اس کی مزے داری　　تمام عالم کے خوباں بیچ خوبانی ہے وہ لونڈا

گرائی[4] دیکھ مکھڑے کی وہی کے چل گئے بے گن　　نمک داری سیتی گویا کہ بورانی ہے وہ[5] لونڈا

بدن مخمل سیتی اس کا صفا و نرم رنگین تر　　گویا سر تا قدم بانات سلطانی ہے وہ لونڈا

کری ہے عام ان نے نعمت دیدار کی اپنے　　جو بھوکا ہو درس کا تس کوں مہمانی ہے وہ لونڈا

کسی ایک ماہ رو کی جوت اپنی دیہہ کے آگے　　نہیں لاتا ہے خاطر بیچ دہقانی ہے وہ لونڈا

کرے گا بے وفائی گو کہ عاشق باپ ہو اس کا　　کہ انداز و ادا میں یوسف ثانی ہے وہ لونڈا

غلط دھرتے ہیں سارے مل کے اس کا نانو رمضانی　　کیا ہے ذبح سب کوں عید قربانی ہے وہ لونڈا

ہوئی محکم بنا اس ریختے کی مدح سوں اس کی[6]　　کہ معشوق کے کارستان میں بانی ہے وہ لونڈا

لیا ہے آبرو کے تئیں ملا باتیں بنا جھوٹی　　لگا لینے کے تئیں عاشق کے طوفانی ہے وہ لونڈا

(91)

جسے معشوق چاہے حظ[7] مارے وہ مرتا ہے　　مجھے تم پیار اگر پیارے ٹک ایک کرتے تو جی جاتا

---

۱ یہ شعر زائد ہے، ۲ اک ادنیٰ، ۳ اضافی، ۴ گورائی، ۵ اس غزل کے چوتھے شعر سے سویں شعر تک محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں ردیف 'یہ لونڈا' ہے، ۶ اس کی سوں، ۷ خطا

سخن اوروں[1] کا تشنا ہو کے سنتا اور سب کہتا   مگر ایک آبرو کی بات جب کہتے تو پی جاتا

(92)

انسان ہے تو کبر سیں کہتا ہے کیوں انا   آدم تو ہم سنا ہے کہ وہ ہے خاک سیں بنا
کیسا ملا ہے ہم سیں کہ اب لگ ہے انمنا   سن کر ہماری بات کوں کرتا ہے ہاں نہ نا
مکھڑے کی نو بہار ہوئی خط سیں آشکار   سبزا نہ تھا یہ حسن کا بنجر تھا پر گھنا
مردا ہے بے وصال رہے گو کہ جاگنا   سوتا ہوں یار ساتھ سو رندوں میں جاگنا
دونی[2] ہمارے جی سیں ابرتی ہے فاختا   مل مل کے جس قدر کہ گھٹاتی ہے اوبٹنا[3]
یوں دل ہمارا عشق کی آتش میں خوش ہوا   بھن کر تمام آگ میں کھلتا ہے جیوں چنا
نہیں آب وگل کی صفت ترے تن کے ضمیر[4] کی   کرتا ہوں جان و دل کوں لگا اس کی میں ثنا
جب آبرو کا بیاہ ہوا بکر فکر سیں   تب شاعروں نے نانو رکھا اس کا بت بنا

(93)

بگاڑے ہے تیری دیوار سی قامت کوں یہ داڑھا   اپتا بے ڈول پے[5] اسلوب زاہد تو نیں کیوں کاڑھا
خدا کے واسطے میں[6] تجھ کوں ایک دارو بتاتا ہوں   اگر آزار ہے دق کا تو پی انگور کا کاڑھا[7]
چرایا ہے تیری شمشیر سیں از بسکہ پانی کوں   [8] ہر ایک دم موج زن ہوتا ہے تیرے زخم کا ٹانکا

(94)

دیکھ کر صاحب نہیں یہ دل دیوانہ ہوگیا   عشق کے صوبے میں آ کر غم کا تھا نہ ہوگیا
دوش کیا دیجیے کسی کو تھا لکھا قسمت کا یوں   خود بخود آپہی سے دل اپنا بگانا ہوگیا
اے کماں ابرو تری پلکوں کے تیروں کے اگے   کس طرح قرباں ہو دل میرا نشانہ ہوگیا

متفرقات

نامہ بر کا رنگ ہو ہے ترے ڈر سیں باختا   تجھ کو دیکھ اے سرو ہوجا ہے کبوتر فاختا

کھلنے میں جیوں کلی کی دل کوں صدا خوش آوے   بوسے میں یوں لباں کا پیارا لگے چٹاخا

---

[1] سخن داروں، [2] دونی بیماری جب سیں بناتے ہیں فاحشا، [3] گھٹاتے ہیں ابٹنا، [4] خمیر، [5] ہے، [6] سب، [7] کانٹا، [8] یہ اضافی ہے

میرے خط پہنچنے سیں اس کا غصا کچھ پڑا دھیما   کبوتر کے پر اس کی گرمی خو کوں ہوئی بہکنا[۱]

رہے لونڈوں کے آگیں شہر کی کیوں کہ شان[۲]   عرش پر لے کر بٹھاویں[۳] جو کہ پاویں کنگرا

چاہیے جواب اول ان کوں درشت دینا   ہرجائیوں کی خو ہے پچھیں[۴] سیں پشت دینا

بوسہ کے بعد گالی کیوں کر کہ خوش نہ آوے   دشنام چڑپڑی[۵] ہے لب کا مزا ہے میٹھا

آگیں سیں مجھ نظر کے چلا وہ چنچل گیا   دیکھو انکھوں کی راہ میرا جیو نکل گیا

افسوس ہے کہ بخت ہمارا الٹ گیا   آتا تو تھا پے دیکھ کے ہم کوں پلٹ گیا

کس مزے ساتھ لپٹتی ہے تیرے گالوں سیں   زلف بل دار تمہاری ہے بڑی سی رسیا

دیکھیں ہزار شکل مزے کی پے اے سجن   تجھ سا کوئی جمال نہ دیکھا سواد کا

شیریں مزے نے ترے بوسہ کے مار ڈالا   قاتل ہوا ہمارا تیرے لباں کا میٹھا

انکھیوں نے رات کیا جادو کیا تھا   مگر کاجل دیوالی کا دیا تھا

تیرا برجستہ قد ہے منتخب مصرع نظامی کا   کہ چشم مست جس پر[۶] صاد جیوں دستا ہے جامی کا

چھاویں[۷] جنون دل پر جب بن پڑے ہے بنگلا   گھر چھوڑ بھاگتا ہوں یاد آوتا ہے جنگلا

بہار بیچ جوبن مے رہے سومو رکھ ہے   پیئے شراب کا پیالا وہی ہے مت والا

---

۱ ہوئے پنکھا، ۲ ہے بڑی لونڈوں کے آگیں شہر کے کتوں کی شان، ۳ بٹھادیں، ۴ پیچھے، ۵ جو پڑی، ۶ اور، ۷ چھاوے

جان ہرجائی نہ ہو جامان کر توں[۱] جابجا
مان جا پہچان جا جاتا ہی ہے تو جان جا[۲]

ہرگھڑی چھپ چھپ کے مت تاڑ اس کو اے دل مان جا
شوخ ہے ہندوستان زا دیکھ لے تو جا بجا[۳]

کھیلی تھی رات چوپڑ گنیاں ہوا تھا پیارا
ہارے رقیب سارے اور ہم نے رنگ مارا

تم نے اوروں[۴] کے تئیں زلفاں سیں جان جکڑا
حیران ہوں میرا دل یہ کیوں گیا ہے پکڑا

کاڑھا نہیں انکھیوں سیں کاجل کا یہ دنبالا
بانبی[۵] سیتی نکل کر بیٹھا ہے آج کالا

ملا ہو ایک رخسارا، تو چھئے دوسرا بھی مل
درس کے علم کے مفتی نے بتلایا ہے یہ مسلا

گراں ہے شرم کی آدم کوں رکھنی مکر کی تسبیح[۶]
ہر ایک دانا ہوا ہے آبرو کے دل پہ سومن کا

آیا ہے جس طرح تو پھر اس طرح چلا جا
جا کر کے کہہ کہ کل نہیں، آتا[۷] ہی ہے تو آج آ

دوانے دل کوں میرے شہر سیں ہرگز نہیں بنتی
اگر جنگل کا جانا ہو تو اس کی بات سب بن جا

سیاہی سیں تری ابرو یہ دونا کام کرتے ہیں
کیا ہے رنگ[۸] سیں اس تیغ نے کام آب داری کا

بیٹھا ہے اور سیں مل کن نے کہا خدایا
اس وقت میں یکایک یار اب کہاں سیں آیا

ہماری عشق بازی دیکھ کر یہ لوگ جلتے ہیں
لگن ہے دل ہمارے کی مگر یہ آگ کا لگنا

---

۱ سالنا، ۲ کاٹنے، ۳ خنداں، ۴ جل جل، ۵ نیں، ۶ تسی، ۷ آنا، ۸ زنگ

اس خوش نین پری نے ادھر جب گزر کیا   تب ان کڑی نگاہ میں نے دل نظر کیا

نان روکھے مت کھو جس وقت روکھے کھا بخیل   خرچ ہونا نان کا ہے اس کے دل میں سالنا[1]

اشراف کاٹتے[2] نہیں بوسے میں ہونٹ ہرگز   کرتے ہیں اس کو خندا[3] ہوتا ہے جو کہ لنجا

شیریں لباں کوں اس کے فقط توت مت کہو   گویائی ان کی دیکھ کے طوطی کہو بیا

جل جا[4] اگر جو دیکھے دل رشک سیں پری کا   تیری یہ شال اودی اور جاما عنبری کا

چشم و ابرو میں[5] لیے رند اور خراباتی ملا   ان بنایا میکدا[6] ان نے گری مسجد بنا

لطف و[7] کرم کیا جو ہم سیں ہوئے دوچار آ   مدت سیتی یہ مخلص مشتاق تھا تمہارا

ابھی آ گیا تھا لٹکتا ہوا   دکھا کر لٹک پھر سٹکتا ہوا

عاشق کے دل کوں جب تم نے توتیا لگایا   خاک سیہ[7] میں تب سیں انجھواں کے خوں[8] رلایا

گوشہ کے بیچ کھاتا[9] تھا جو کہ شوق دل کا   چالیس دن میں چہرا زاہد کا خوب چلکا[10]

کملا رہے ہو گل رو کن نے تمھیں مسوسا   رنگ اڑ گیا ہے منہ کا کس کوں دیا ہے بوسا

جو کوئی ہوتا ہے یارو جان و دل سیں مہرباں اپنا   نہ اپنا دل رکھا جاتا ہے اس سیتی نہ جان اپنا

رکھتا ہے کھیت اس کا شمشیر کا سا جھلکا   جس منہ کی جوت آگیں لگتا ہے چاند ہلکا

---

۱ جایانہ کرتی تو، ۲ توتوجابجا، ۳ یہ شعر اضافی ہے، ۴ تواور، ۵ بانبی، ۶ میکداں، ۷ اور، ۸ نے، ۹ کھاکھا،
۱۰ جھلکا

لباں کے گرد چھا کر کے چھپائی رنگ کی سرخی
تمہارا سبزۂ خط ہے مگر یہ پان بنگلے کا

تسلی ہوگئی دل میں خیال اس کا جبھی آیا
مرے تھے بچ گئے گویا ہمارے جی میں جی آیا

کیوں منہ اسی طرف ہے بدگوئی پاجیوں کا
عاشق مگر خدایا قبلا ہے حاجیوں کا

زنانے کی طرح دیکھیں[1] تعجب آوتا ہے گا
کہ میٹھا ہو کے پھر کیوں اس قدر کرواوتا ہے گا

کیوں نہ ہو جاگیر[2] دیکھے شہ نشیں جب گال سا
کون ہے دنیا میں کوئی صاحب مکان تجھ خال سا

خلعت پھر[3] کسی کی کیوں سیج پر دھرایا
عاشق نے ہاتھ اٹھا کر جی سیں تجھے سرایا

نوا حیا سیں گدا کی کیا نہ پھر اونچا
خدا سخی کا کرے دوجہاں میں سر اونچا

نمک جاتا رہا لونڈے کا حسن اب ہوگیا سیٹھا[4]
کوئی کوڑی نہیں دیتا اگر ہر چند دے میٹھا

ہو ہے بخیل دشمن درویش کی صدا کا
لگتا ہے اس کے سر پر گویا قدم گدا کا

سنہرا رنگ اس خورشید رو کا نت نیا دیکھا
قیامت دن گزرتے ہیں پے نہیں ہوتا زری[5] گہنا

ہوا ادراک کوں بار اس کمر باندھنے سیتی
عدم کا شہر کا[6] گویا کہ دروازہ ہے یہ پٹکا

تماشا دیکھتا ہوں زلف کے حلقوں کا میں کب کا
رکھے ہے روز روشن بیچ میں اپنے ہر ایک شب کا

اب نظر آتی ہیں کچھ انکھیاں پھریں اور جی پھٹا
آبرو کی چاہ سیں شاید تمہارا من کھٹا[7]

---

۱ دیکھی، ۲ جا کر (جو)، ۳ پہر (پہن)، ۴ سیٹا، ۵ ذرا، ۶ میں یہ، ۷ کٹھا (گھٹا)

ردیف ب

(1)

انکھوں میں کیا بلا کچھ وحشت ہے میرے صاحب — دیکھیں سوں جن کے دل میں دہشت ہے میرے صاحب
زلفاں کے تئیں نہ دیکھا مدت ہے میرے صاحب — یہ بخت کی ہماری شامت ہے میرے صاحب
صاحب مذاق بوجھے اس بات کوں سدا رنگ — یہ میں نہیں تمہاری نعمت ہے میرے صاحب
ایک[1] بار ہنس کے ہم ساتھ تم اپنے جی سیں بولو — اتنی ہی میرے دل میں حسرت ہے میرے صاحب
دشمن ہیں لوگ سارے کہتے ہیں جھوٹ باتیں — تم جانتے ہو میری قدرت ہے میرے صاحب
گزری ہے میرے دل پہ ہر وقت میں قیامت — یہ قد نہیں تمہارا آفت ہے میرے صاحب
نالش ہمارے دل کے کس رو سے بے حسابی — بوجھو تمہارے خط کی بابت ہے میرے صاحب
پھر کب ملاپ چل کر ٹک مسابقوں میں بیٹھو — کیوں بے مزہ ہے آخر صحبت ہے میرے صاحب
مرتا تو تھا پہ جب سیں تم پوچھنے کو آئے — بیمار کوں تبھی سیں فرصت ہے میرے صاحب
جو ان لبوں[2] کا پیاسا اور بات کا ہے بھوکا — فاقے میں بھی اسی کوں لذت ہے میرے صاحب
حق نے دیا ہے اس کوں کیوں کر نہ ہو توقع — صاحب جمال صاحب دولت ہے میرے صاحب
تھا حرف آبرو کا جو کچھ کہ میں کہتا[3] تھا — کیا کیا کرم سیں پوچھے[4] رحمت ہے میرے صاحب

(2)

میٹھا لگا ہے مجھ کوں تیرے لباں سیں کیا خوب — ایک[5] بار پھر کے کہہ لے[6] اپنی زباں سے کیا خوب
انکھیاں کی سج ہوئی ہے مژگاں بھواں سیں دونی — لگتے ہیں یہ سیاہی ترکش کمان سیں کیا خوب
معلوم اب ہوا ہے آ ہند بیچ ہم کوں — لگتے ہیں دلبراں کے لب رنگ پان سیں کیا خوب

(3)

بسمل ہوا ہے دیکھ تجھے گھر میں بے حجاب — مرتا ہے شیر رشک کے پنجے میں آفتاب
روتا ہوں مست جب کہ لباں کے خیال میں — دل سوں امنڈ نین سوں تراوش کرے شراب
اے آشنا ہوا ہوں میں دریا میں غم کے غرق — پیاسا ہوں آبرو کے نہ ہو حق میں تو سراب

(4)

تیرے میٹھے سے مر رہے ہیں سب — تیغ مصری ہیں کیا یہ تیرے لب
زلف تیری میں ہو رہے جاگیر — عاشقوں کے جتے کے تھے منصب

---

١ اک، ٢ لباں ٣ کہا، ٤ بوجھے، ٥ اک، ٦ یے

(5)[1]

روز محشر کو تعجب ہے کہ کیا دیں گے جواب ساقی کوثر کے فرزندوں کو نہیں دیتے جو آب
شاہزادے دین کے ہیں تشنہ لب ساحل کی طرح ہر لہر میں اس تعجب سے بحر کوں ہے پیچ و تاب
اس طرح ڈوبا تھا چہرہ شاہِ دیں کا خون میں شام کوں جیسے شفق میں ڈوبتا ہے آفتاب
گھیرتا ہے گا گہن جس طرح روشن ماہ کو شہ کوں شامی نے لیا ہے آج اس دستور داب
کیوں نہ ہو حاصل خرابی روز محشر کے تیئں احمقی سے شاہ دیں کے تیئں نہیں دیتے جواب
بادۂ غفلت کی مستی یاد آوے گی انھیں آتش دوزخ میں جب ہوویں گے وہ شامی کباب
آبرو اس طرح یارو کیوں نہ مل جا خاک میں لے چلے ہیں ظلم سے اہلِ حرم کو بے نقاب

متفرقہ

مکھ ہے تیرا خوب روئی کی کتاب خال و خط ہر ایک معشوق کا باب

آبرو آفت ہے اس پانی میں سب نام مے کا کیوں نہ ہووے آفتاب

شرم سیں تیری انکھیوں کے آب ہوتی ہے شراب آگ میں جلتا ہے میرے رشک سیں دل کے کباب

شرم نے تجھ زلف و رخ کے آب کوں دریا کیا گل ہوا ہے آب اور سنبل ہوا ہے موج آب

برشتہ حسن نے تیرے کیا دیوانا[2] دل ہوا ہے مست کوں تجھ شوق کے کباب شراب

آب حیواں رشک سیں جلتا ہے کیوں دیکھے شراب جل گئے سیں پاوتا ہے مے کی کیفیت کب آب

دل کوں تب سیں بلا لگی میرے جب سیں دیکھا زنخ کا یہ آسیب

نیل پڑ جاتا ہے ہر بوٹی کا اے نازک بدن تن اوپر تیرے چکن کرتا ہے گویا کارچوب

جس رات تو ملا تھا سجن تھی وہ شب عجب[3] دیکھے تھے ہم نے اس میں تماشے عجب عجب

---

[1] یہ غزل زائد ہے۔ پٹنہ کے نسخہ میں اس کا عنوان 'مرثیہ' ہے، [2] دوانا، [3] عجیب

ردیف ٹ

(1)

ہر طرف عشق کی لگی ہے ہاٹ　　دل ہمارا ہوا ہے بارہ باٹ
دامن دشت میں سماتا نہیں　　سیل انجھواں کا اس قدر ہے پاٹ
تم نے[1] ہم سوکھ جب ہوئے لکڑی　　دوستی کا نہال ڈالا کاٹ
آبرو غم زیادہ اس کوں کہے　　جو کہ اترا ہے عاشقی کے گھاٹ

(2)

جیوں سپاہی مورچے کی آڑ سیں کرتے ہیں[2] چوٹ　　یوں تمہارے وار کرتے ہیں نین مژگاں کی اوٹ
کب پہنچ سکتی ہے مجھ عاجز کے تئیں دشمن کی چوٹ　　خاکساری ہے بگولے جیوں ہمارا ڈھول کوٹ
اس طرح مت دیکھ اے خونیں نین فریاد ہے　　دل نگہ تیری سیں ہو جاتا ہے ظالم لوٹ پوٹ
یوں جدا ہو تجھ سیں میرے دل نے آخر جی دیا　　جیوں جدا ہو جگ سیتی مرتی ہے چوپڑ پیچ گوٹ
تب سیں[3] ہر مصرع ہوا ہے اس کا مصری کی ڈلی　　آبرو نے شعر میں جب سیں سرا ہے تیرے ہوٹ[4]

ردیف ت

(1)

شیریں تر از مٹھائی[5] گپ چپ ہے اس کی بات　　جیو ان لباں کے سبزۂ خط کو کہے نبات
جن لی ہے اس صنم کی فسوں سیں مٹھی میں زلف　　وہ مارتا ہے اور بتاں پے جہاں کے لات

(2)

کویل نے آکے کوک سنائی بسنت رت　　بورائے عام و خاص[6] کہ آئی بسنت رت
وہ زرد پوش جس کوں بھر آغوش میں لیا　　گویا کہ تب گلے سے لگائی بسنت رت
وہ زرد پوش جس کا[7] گن گاوتے ہیں ہم　　شوخی نے اس کے ناچ نچائی بسنت رت
غنچے نے اس بہار میں گڑوا بنایا دل　　بلبل چمن میں پھول کے گائی بسنت رت
ٹیسو کے پھول دشنۂ خونی ہوئے اسے　　برہن کے جیوں کوں ہے یہ کسائی بسنت رت
گائے ہنڈول آج کلاونت ہلس ہلس　　ہر تان بیچ لیا کے چھلائی[8] بسنت رت
بلبل ہوا ہے دیکھ سدا رنگ کی بہار　　اس سال آبرو کوں بن آئی بسنت رت

---

۱ غم سے، ۲ کرتا ہے، ۳ سوں، ۴ ہونٹ، ۵ مٹھائی، ۶ خاص و عام، ۷ کا کہ، ۸ پھلائی

(3)

ظالم کی[1] اس طرف سیں کداتا گیا کمیت   پامال کر گیا ہے میرے دل کوں جی سمیت
وحشی نیں جگت کے کیے ہیں سب ان نے صید   آہو ہیں تیری چشم کے[2] اے من ہرن پھندیت
ہے اس عرب بچے کی تمنا میں جاں بلب   کرتا ہے حق میں وصل کے اب لگ جو لعل و لیت
یہ تیر ہجر شست قضا سیں لگا مجھے   پڑھتا[3] ہوں دیکھ رم کوں تمہارے کہ یار میت
رہتے ہیں جی میں مصرع دلچسپ کی طرح   گھر بار ہو ہے سرو قداں کا برائے بیت
سب گائکوں کے کیوں نہ میاں ہووے[4] آبرو   سرجن کا ہے غلام سدا راگنی سریت

(4)

تمہارے پاؤں جب سیں جا پڑے بخت   تبھی سیں ہم نے لے سر پر دھرے بخت
گلے سیں لاگ کر[5] ہم ساتھ سوویں   کبھی تو جاگ اٹھ تو بھی ارے بخت
جسے مل بیٹھنا اور ساتھ سونا   میسر ہو اسی کے ہیں کھرے بخت
نہیں پایا[6] نصیبوں کوں میں اپنے   الٰہی تو نے میرے کیا کرے بخت
ہوا ہوں[7] ہند کے سبزوں کا عاشق   نہ ہوویں آبرو کے کیوں ہرے بخت

(5)

خوب نہیں کس کوں بُرا کہیے سبھی ہیں نیک ذات   خوب صورت فی الحقیقت ہیں ہی سارے نیک[8] ذات
عاشق غم گیں کے تئیں دن سیں بہت پیاری ہے رات   پوچھتا ہوں زلف کے رو کر کے[9] رخسارے کی بات
چھوڑ ہم کوں اور کئی عاشق نئے پیدا کیے   دیکھ لی ہم نے پیارے سب تمہاری کائنات
تڑپھتا رہتا ہے جب لگ تب لگ[10] مرتا نہیں   دل کے تئیں سیماب کے جیوں بے قراری ہے حیات
ہر قدم ماہ محرم ہے برہ کی راہ میں   اس سفر میں کوئی بلا آ گیں نہیں الا وفات
پنجۂ خورشید کے تئیں ڈال سکتا ہے مروڑ   ماہرو ایسا کیا ہو جن کنے نے اپنے ہات
مستی سیں زرد پوش نے پھاڑا نہیں ہے جیب   ہستی جو ہے سکھلا کے خوشی میں گویا نیت[11]
سربسر تعریف ہے اس چہرۂ نکدار کی   سب کے دل میں کیوں نہ چھپ[12] جاں آبرو تیرے نکات

(6)

بیٹھے ہیں زرد پوش جھلک سیں منا بسنت   چاروں طرف سیں آج اٹھی جگ میں گا بسنت

---

۱ کہ، ۲ ہے تری چشم کا، ۳ پھرتا، ۴ ہووے، ۵ کے، ۶ پاتا، ۷ ہے، ۸ ایک، ۹ سے، ۱۰ تلک،
۱۱ یہ شعر زائد ہے، ۱۲ چھ

مارا ہے جوش رنگ خزاں نے بہار کا   لائی ہے حسن و عشق کوں باہم ملا بسنت
کیوں ہو رہی[1] ہے عشق کے مارے تمام زرد   رکھتی ہے کس کے حسن کی دل میں ہوا بسنت
مستی[2] سے زرد پوش نیں پھاڑا نہیں ہے جیب   ہنستی ہے کھلکھلا کے خوشی سیں گویا بسنت
جاناں[3] لباس زرد سیں تیرے و گرنہ ہم   قائل نہ تھے کہ ہو ہے ایسی خوش نما بسنت
اے زرد پوش شک نہیں اس میں کہ جائے دب   دیکھے اگر جو آج تیرا دبدبا بسنت
مستی سیں کیوں نہ جھوم رہیں بن کے پیلبان[4]   دے ہے ملائے ان کے نمو میں نشا بسنت
ٹیسو کے پھول نہیں ہے دہکتے ہیں کوئلے   آئی جنوں میں آگ برہ کی لگا بسنت
عاشق بہار دیکھ کے موسم کی سو گیا[5]   کوئل کے منہ سیں بن میں پڑی ہے وبا[6] بسنت
گردا سا آج بن کے خبر جا کرو کہ آو   آئی ہے مدتوں میں یہ یوں ہی نہ جا بسنت
آواز سیں جھڑی ہے سدا رنگ کی بہار   ہے آبرو کے حق میں یہ ان کے سدا بسنت

(7)

دل نے پکڑی ہے یار کی صورت   گل ہوا ہے بہار[7] کی صورت
کوئی گل رو نہیں تمہاری شکل   ہم نے دیکھی[8] ہزار کی صورت
تجھ گلی بیچ ہوگیا ہے دل   دیدۂ انتظار کی صورت
حسن کا ملک ہم نے سیر کیا   کہیں نہ دیکھی[9] پیار کی صورت
اب زمانہ سبھی طرح بگڑا   کیا بنے روزگار کی صورت
وصل کے بیچ ہجر جا ہے بھول   جیوں نشے میں خمار کی صورت
اس زمانے کی دوستی کے تئیں   کچھ نہیں اعتبار کی صورت
کچھ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہوگا[10]   اس دل بے قرار کی صورت
مبتذل اور خراب ہو کر کے   دل ہوا ہے کنار کی صورت[11]
آبرو دیکھ یار کا برو دوش   اپنے لونڈے میں خوار کی صورت[12]

(8)

کنگھے کوں زلف تیری کس طرح سے آئی ہاتھ   عجب کہ چوب کا رکھتا ہے یہ رسائی ہاتھ[13]
لگے سیں شمع کے ہوتی ہے شمع جیوں روشن   یوں تیرے ہاتھ سیں لاگے تو ہو حنائی ہاتھ[14]

---

۱ رہے ہیں، ۲، ۳ یہ شعر اضافی ہیں، ۴ پتلیاں، ۵ مرگیا، ۶ پڑھے مرثیا، ۷ دیکھیں، ۸ دیکھی نہ، ۹ ہوگی، ۱۰، ۱۱ یہ مصرعے باہم بدلے ہوئے ہیں، ۱۲، ۱۳ یہ ردیف 'ہات' ہے

متفرقات

گئی[1] یہاں کشت کھا شیخوں کی سب بات — تیری انکھیوں نے بازی دی کرامات

نہیں تھمتے انجھو انکھیوں سیتی عاشق کی یک[2] ساعت — کہا کیا حق تعالیٰ نے اسی باراں کے تیئں رحمت

عادتی کوں غذا کی نہیں حاجت — اس مرض کوں بہت ہے پانی بت

لب بند ہو گئے ہیں کہوں کیوں کہ اس کی بات — لونڈا نہیں مزے کا یہ ہے[3] حبۃ البنات

کر ترازو کی تول آدھو[4] آدھ — دو[5] بھواں نے لیا[6] ہے میرا دل بانٹ

دیکھ وہ دست نازنیں دن رات — رشک سیں جل کنول کہے ہیہات

اس مخطط کے لب نوشیں کی سن کر رات بات — ہم نے پہچانا[7] کہ ہے ظلمات میں آب حیات

زرد بیٹھا[8] سج کے تم نے خوب جھلکائی بسنت — سر چڑھ[9] کر کیونکر نہ لیں جب اس طرح آئی بسنت

اس سنگ دل کے شوق میں جب سیں گیا ہوں جت — دے مارتا ہوں کھینچ برہمن کے منہ پے بت

اس طرح الٹا ہوا ظالم کہ جی زخمی کیا — تھا مگر اپنے کسب کے بیچ یہ لونڈا پٹیت

جشن ہے بھوکے سپاہی کوں اگر پاوے طلب — بیاہ کر جانے ہمارے ہاتھ[10] اگر آوے برات

ردیف ث[11]

(1)

نہ تھا کچھ اور میرے شوق کا حسن اور صفا باعث — یہی پیاری طرح موجب یہی کافر ادا باعث

---

[1] گئے، [2] اک، [3] ہے یہ، [4] آدھوں، [5] وہ، [6] لیاں، [7] سچ جانا، [8] پھینٹا، [9] چڑھا، [10] ہاتھ [11] محمد حسن کے مرثیہ دیوان میں یہ غزل دوسرے نمبر پر ہے اور شعر میں آگے پیچھے بھی

ہمارے بھول جانے کا پیارے کیا ہوا باعث
ملے نہیں اب تلک[1] جو ہم سیں تم آ کر سو کیا باعث

سبب اب کچھ ایک پیدا ہو جو ہم[2] بھی ملیں تم سیں
ہمیشہ اس سبب کی چاہ میں پڑھتا ہوں یا باعث

فقط خوبصورتی ایک دل کے بس کرنے کوں نہیں کافی
محبت قدردانی مہربانی ہے بڑا باعث

رُکھاوٹ میں تمہاری کون تھا ایسا کہ ٹھہرایا
ہوئی رتبہ کوں میرے اب تلک میری وفا باعث[3]

ملا ہے اور سیتی اس سبب ہم سیں نہیں ملتا
جدائی کوں یہ سارے باعثوں سیں ہے بڑا[4] باعث

تم اپنے شوق سیں ملتے تھے نہیں ملتے تو تم جانو
کبھی زور آوری سیں آبرو تم کوں نہ تھا باعث[5]

(2)

یار نہیں ہوتا ہے ہم سیں الغیاث
مرگئے اس درد و غم سیں الغیاث

ہے قیامت سب بتاں کا مہر و جور
لطف سیں درد[6] و ستم سیں الغیاث

ہر گھڑی ہم کوں ستاتے ہو سجن
ہائے جور[7] دم بدم سیں الغیاث

سووتے کے تئیں جگانا ظلم ہے
ہم اونہے[8] کہتے عدم سیں الغیاث

آبرو اس شہر میں کیوں کر رہے
کوئی نہیں سنتا ہے ہم سیں الغیاث

ردیف ج

(1)

آیا[9] ہے اب سفر سیں میرا دل ستاں آج
پایا ہے پھر ؟؟؟ جدائی کے جان آج

کیوں کر کروں نہ آج کے دن پر نثار جان
مجھ سیں ملا ہے آ کے میرا مہربان آج

برجا ہے اس ملاپ کی مجلس کوں دیکھ کر
قربان اگر زمین پہ ہووئے[10] آسمان آج

کرتے تھے دل میں یاد سدا رشک جی[11] تمھیں
دل کی وہ یاد کھینچ کے لائی ندان آج

مشتاق تھا نپٹ میں[12] مجھے پیار ساتھ مل
مت کر غرور جان میری بات جان آج

میں نامور ہوا ہوں مبارک کہو مجھے
پایا ہے وصل یار کا اپنے نشان آج

کہتا ہے شعر شکر کے گوہر سیں خوب تر
پائی ہے آبرو نے جو نعمت کی کان[13] آج

---

۱ ملے جواب تلک نہیں، ۲ سبب ہووے ایسا کچھ کہ جس سے ہم، ۳ ہوئی رہنے کوں میرے اب تری مہر و وفا باعث، ۴ بھلا، ۵ نہ تھا زور آوروں میں آبرو کو سو کیا باعث، ۶ داد، ۷ جو، ۸ اٹھے، ۹ آتا ۱۰ زمیں ہوئے، ۱۱ جیو، ۱۲ مشتاق تھا نپٹ میں، ۱۳ و، ۱۴ گوہر کی کھان

ردیف چ

(1)

شوق بڑھتا ہے میرے جی کا دل افگاراں[۱] کے نپچ　　جوش کرتا ہے جنوں مجنوں کا گلزاراں کے نپچ
عاشقاں کے نپچ مت لے جا دل بے شوق کوں　　شیشۂ خالی کوں کیا عزت ہے مے خواراں کے نپچ
رونے سیں عاشقاں کا شوق ہوتا ہے زیاد　　عیش دونا ہو ہے مے خواراں کے تیئں یاراں کے نپچ[۲]
روبرو اور آنکھ اوجھل ایک سا ہو جس کا پیار　　اس طرح کا کوئی نظر آتا نہیں یاراں کے نپچ
آبرو غم کے بھنور میں دل خدا سیتی لگا　　ناخدا کچھ کام نہیں آتا ہے[۳] منجھدھاراں کے نپچ

(2)

بھر گئے پانی سیں گھر مجھ اشک کے طوفاں کے نپچ　　اب گویاں رہتے ہیں مردم دیدۂ گریاں کے نپچ
کیوں چھپا ہے تجھ لباں سیں جا کے اندھیارے منے[۴]　　جان کچھ پانی مرا ہے چشمۂ حیواں کے نپچ

متفرقات ج

بادشاہ[۵] ہوتا ہے یاں بے تخت و تاج　　عاشقی کے ملک کا یوں ہے رواج

تجھ اوپر قربان ہو مرجایئے[۶]　　آبرو کا یوں چلا ہے جیو آج

مفت کب کھینچتے ہیں مفتی[۷] رنج　　لیتے ہیں ہر کسی سیں پت پر گنج

مرا اطریفل[۸] صغیر سیں آرام کیوں کے ہو[۹]　　ایسے مرض کا خوب کلاں ہے تیرا[۱۰] علاج

مزا جدا سے جدی پر گھر کا سب نت راج　　زور زنانوں کے بنے، ایک پنتھ دو کاج

ردیف ح

(1)

جان تم ہم سیں لگے اب منہ چھپانے اس طرح　　پھر گئے وہ آشنائی کے زمانے اس طرح

---

۱ مرے دل کا دل افگاروں، ۲ یہ شعر زائد ہے، ۳ آتا نہیں ہے، ۴ میں وہ، ۵ شہ، ۶ جایئے مر، ۷ معطی، ۸ اطریفل، ۹ ہوے ۱۰ بڑا

جو[1] تمہارا دل پھرا ہے ہم سیں تو بہتر ہے جان
لاوتے کا ہے کوں ہو ناحق بہانے اس طرح

ہم[2] تو اپنا جانتے تھے تم کوں اک مدت سیتی
اس قدر کیوں ہوگئے ہم سیں برانے اس طرح

کیوں نہ کھاں خون[3] جگر ہم دل سیں ہوکر ہم طبق
غیر لاگے تم سیں مل کر ساتھ کھانے اس طرح

اس سیں بھی دشنام کوئی ہوتا ہے پیارے سخت تر
اور کا عاشق لگے ہم[4] کوں بتانے اس طرح

جو تمہارے پیار سیں اول کے یوں کھائے دغا
فن تمہارے حیف ہم پہلے نہ جانے اس طرح

آشنا ہم کوں مقرر ہرزہ گردوں کا کیا
آبرو کوں خاک میں لاگے ملانے اس طرح

(2)

کیا کہوں اپنے دلستاں کی طرح
پھر نہ آیا گیا جو جاں کی طرح

تجھ لباں کوں[5] ہمن کی[6] خونخواری
خوب لگتی ہے رنگ پاں کی طرح

تیر مارا مجھے اشارت کا
ابرواں کھینچ کے کماں کی طرح

کیوں ہمیں ہر گھڑی کڑھاتا ہے[7]
تم نے سیکھی ہے یہ کہاں کی طرح

(3)

زندگی ہے[8] سراب کی سی طرح
باد بندی حباب کی سی طرح

ٹک خبر لے کر تیرے ہاتھوں سیں
جل رہا ہوں کباب کی سی طرح

تجھ اوپر خون بے گناہوں کا
چڑھ رہا ہے شراب کی سی طرح

کون چاہے گا گھر بسی[9] تجھ کوں
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

ہم تو بنکی. ہیں جواں کرتے ہیں ہر سبزوں کی مدح
شیخ نہیں صوفی کہ خط کے اوتے ہو ہم کوں قدح

نہیں ہے صادق جو تمہارے مکھ کے تیئں کہتا ہے صبح
صبح اٹھ خورشید کا جھوٹا بیان کرتا ہے قبح[10]

ردیف خ

(1)

آو[11] واعظ کے ساتھ مل لے شیخ
کھول آپس میں مل[12] کے کلی شیخ

تیر سا قد کمان کر[13] اپنا
کھینچ فاقوں کے بیچ چلے شیخ

چھوڑ تسبیح ہزار دانے کی
ہاتھ اپنے میں[14] ایک دل لے شیخ

۱؎ یہ شعر اضافی نہیں، ۲؎ یہ شعر اضافی نہیں، ۳؎ کھائیں خون دل، ۴؎ ہمیں لاگے، ۵؎ کی، ۶؎ کوں، ۷؎ کڑھاتے ہو،
۸؎ زندگانی، ۹؎ بسر، ۱۰؎ صبح، ۱۱؎ اور، ۱۲؎ کلے، ۱۳؎ دالوں، ۱۴؎ میں اپنے

پھونک[۱] مت غیر پر نہ کر حملہ　　نفس[۲] اپنے پے کیوں نہ پلے شیخ
خالِ خوباں سیں تجھ کوں کیا نسبت　　بس ہیں بکرے کے تجھ کوں... شیخ
آوٗ[۳] سنگیں دلاں کا شوق نہ کر　　مت یوٗ[۴] سینے پہ اپنے شلیٗ[۵] شیخ
چھوڑ دے زہد خشک لے پیالا　　خوش ہو کر آبرو سیں ملے[۶] شیخ

ردیف د

(1)

ہے شراب[۷] آب بقا بھی جان میرے اعتقاد　　زندگانی پر نہیں از بس کہ مجھ کوں اعتماد
یار کا مکھڑا اگر قرآن نہیں یارو تو کیوں[۸]　　رات دن صاحب دل اس کوں مل کے سب[۹] کرتے ہیں یاد
کچھ نہیں ملتا رہا ویسا ہی آخر تنگ دست　　آستیں ہر چند زاہد کرے اپنی کشاد
کل یوم جان ہو فی شان اسے ہو ہے[۱۰] یقین　　جن کنہی[۱۱] نے مدت ہجراں کا دیکھا امتداد
دل جلا عاشق کا تیوں تیوں مکھ[۱۲] ترا روشن ہوا　　آفتاب گرم سیں اس مہ کے ضو ہے مستفاد
سینۂ صافی سیں سنے میری ہم آغوشی کے عرض　　صبح کوں ہوتی ہے حاصل جو کوئی مانگے مراد
امردی میں چاٹ پاوے تس کی خو جاتی نہیں　　خط نکلنے سیں ہوا دونا تیرے منہ کا سواد
وصل ہو یا ہجر دونو اس کے حق میں ایک ہے　　آبرو کوں ہوگیا ہے یار سیں اب اتحاد

متفرقات

محراب ابرواں کوں دسما[۱۳] ہوا ہے زیور　　کیونکر کہیں نہ ان کوں اب زینۃ المساجد

آغوش سیں سجن کے ہم[۱۴] کوں کیا کنار　　ماروں گا اس رقیب کوں چھریوں[۱۵] سیں گود گود

طوفاں نے مجھ انجھو کے اٹھایا انکھیوں کے دوند[۱۶]　　کیوں غیر کے جگر میں کیا تیر تم نے بوند

خدا کی راہ سیں رکھتے ہیں باز خویشاوند[۱۷]　　قدم کوں مرد کے زنجیر ہیں یہ بھائی بند

دوستی درکار ہے جانی زبانی شرط نہیں　　کام تھا دل کا سو چھوڑا منہ سیں اب کہتے ہو یاد

---

۱ بھونک، ۲ مردہے نفس پرتوپل لے شیخ، ۳ اس سے، ۴ تو، ۵ سل لے، ۶ مل لے، ۷ سراب، ۸ پھر، ۹ کیوں، ۱۰ اس کے تیئں ہوے، ۱۱ جس کسی، ۱۲ منھ، ۱۳ دسمہ، ۱۴ ہمن، ۱۵ چھڑیوں، ۱۶ میں وند، ۱۷ خوش آوند

اس قدر لگ ہوگیا ہے اب کا یہ مرغا دانہ خورد[1] دوڑتا ہے تل اوپر خوباں کے زاہد جد نہ تد

پہنچتا ہے غیرکوں تیر مژہ کا جب گزند زندگانی سیں ہمارا جیو تب کھاتا ہے کند

خندۂ دنداں نما ہے جب[2] داڑھی ہو دومو زاہدوں کا امردوں میں کیوں نہ ہووے ریش خند

ردیف ذ

ہوا تجھ حسن اور خوبی کے لکھنے سیں صفا کاغذ رقم ہوتے ہی رخسارے[3] مخطط ہوگیا کاغذ
ہمارے حال کا بستار ہرگز نہیں سمانے کا اگر سب ارض کے دریا سیاہی ہوں سما کاغذ

ردیف ر

(1)

اس قدر ترکی سجن یہ چشم گھوڑا ہے مگر چابکی یہاں لگ تیری ابرو یہ[4] کوڑا ہے مگر
ترش گوئی نے لب شیریں کو دی[5] ہے چاشنی قند کے شربت میں نیبو[6] نچوڑا ہے مگر
لہو ٹپکتا ہے حریفاں کی انکھیوں سیں زخم جوں ڈال سیں کچا کہیں انگور توڑا ہے مگر
خال حبشی کیوں لب شیریں پے رہتا ہے سدا گنج کے شکر کا یارو یہ گڑوڑا[7] ہے مگر
حلق[8] نہیں رکھتا ہے ہرگز دیکھ یہ طامع رقیب بحر میں لالچ کے یارو یہ نگوڑا ہے مگر
کوئی قدم رکھتا نہیں اس سنگ دل کی[9] اور کوں دل کا شیشہ اس گلی کے بیچ توڑا ہے مگر
جو لگا دے منہ تسی سیں جا چپک رہتا ہے دل دلبروں کے لب کے حق میں یہ لسوڑا ہے مگر
اس طرح پھرتے ہو کیوں گلشن منے[10] غیروں کے ساتھ آبرو کا پاس پیارے تم نے چھوڑا ہے مگر

(2)

اڑ پہنچنے کوں اس کے ہوتی ہے ہر لہر پر اشک نین سوں میرا ناماں جو ہو[11] کبوتر
منت اٹھاونے سیں ہے خوف دل کوں میرے احسان سیں کسی کے میں کانپتا ہوں تھر تھر

(3)

جان اگر دشمن ہوئے ہو تم ہمارے اس قدر تو ہمارے دل میں کیوں لگتے ہو پیارے اس قدر
جس قدر ہیں مجھ جگر میں داغ تیرے مہر کے آسماں اوپر نہیں اے ماہ تارے اس قدر

---

[1] زاد، [2] جبکہ، [3] رخسار، [4] پہ، [5] دے، [6] یانیبو، [7] کڑوڑا، [8] خلق، [9] کے، [10] گلیوں منیں، [11] ناماجو

دیکھنے کوں دوڑتے ہیں لوگ بہو نچنیا سمجھ — آہ سیں دل کے نکلتے ہیں شرارے اس قدر[1]
گاہ گاہے پیار کی انکھیوں سیں کرتا ہے نگاہ — مہرباں ہوتا چلا ہے اب تو بارے اس قدر
دیکھ نہیں سکتے ہیں ہم اپنی انکھوں سیں اے سجن — غیر انکھیوں سیں انکھیاں مت ملارے اس قدر
عاجزو کوں بے گنہ آزار دینا خوب نہیں — ڈر خدا سیں آبرو کوں مت ستارے اس قدر

(4)

سانپ سرمار کر[2] جو جاوے مر — نہ گرے[3] زلف کے تیرے سر پر
نام لیلیٰ کا دم بدم لے لے — مارتا ہے جنگل میں مجنوں بڑتر
عاشقاں دیکھ تیری سنگ دلی — جان دیتے ہیں دم بدم مرمر
ان ڈوبائی ہے میرے دل کی نانو — زلف ہے جس شریر کی لنگر[4]
آبرو جو ڈوب جاتا ہے — بے خودی کی جب آوتی ہے لہر

(5)

راہ میں مل گیا یکایک یار — دو انکھیاں ہوگئیں ہمن کی چار
تیغ زن ہوگئے ہیں سب قربان — دیکھ کر تیری ابرواں[5] کا وار
وہی رہتا ہے علم سوں[6] عاری — جو کہ رکھتا ہے سیکھنے میں[7] عار
تب سیتی دل کوں بے قراری ہے — جب سیں ملنے کا کر گیا ہے قرار

(6)

غم سیں بجا ہوئی ہیں مری[8] چشم رود بار — جا اور کی بغل میں گھسا ہم رہے کنار
کھانا جگر کا خوں تیرے عشق میں پیا — میرے گلے پڑا ہے ہر ایک[9] صبح دم نہار
خرمن جلا ہے مہ کا مری برق آہ سیں — شب ہائے تار کون سکے رہ میرے جوار
صحن چمن میں گل کے مگر برگ جھڑپڑے — بلبل نے کیوں کریز میں ڈالے ہیں پر اکھاڑ
تم چھوڑ مجھ اتیت کوں ان گن کیے ہو میت — یہ زخم رشک دل میں لگا ہے میرے شمار
اس سیں بھی سوکھ اور کوئی کیا کرنک ہو — رونا بھی رہ گیا ہے ہوئے اس قدر نزار
برچھی کی طرح توڑ جگر پار ہوگئی — تیری نگہ نے جب کہ کیا آبرو پے وار

(7)

دکھلاوتے[10] ہیں مہندی جس کوں سجن رچا کر — سو ہاتھ باندھ اس[11] کا ہوتا ہے آکے چاکر

---

۱ یہ شعر زائد ہے، ۲ اگر، ۳ کرے، ۴ یہ شعر زائد ہے، ۵ ابرووٗں، ۶ سے، ۷ سیں، ۸ ہوئے ہیں مرے، ۹ یک، ۱۰ ہو، ۱۱ ان

یاروں نگاہ کرنا کس پیار کے پتے سیں
اس طرف دیکھتا ہے سب کی نظر بچا کر[1]

کنہیاں بت کے مارے ناحق جو ہم سیں الجھا
آیا تھا اے حریف تو کس سیں بیچ کھا کر

مت کر برا ہے کہنا اس کا خراب ہوگا
یہ خیز[2] بو الہوس جو کہتا ہے تجھ کوں آ کر

(8)

سب سیں ملے ہر[3] ایک رہے ہم امیدوار
جاوے گا حسن ہم کوں مگر تب کرو گے پیار

تم کوں اگر یہ ہے کہ ہمارے ہیں یار سو
ہم کوں یہ ہے کہ ہم تو نہیں ہر کسی کے یار

کتی ہے[4] خوب شکل ہمیں پیار کر رہے
ہم نے تمہارے واسطے ان کوں کیا نہ پیار

ظاہر میں جو تمہاری خوشامد کرے اسے
تم اپنا دوست دار سمجھتے ہو بے شمار

اوروں کے[5] جن کے طور رکھاوٹ ہیں[6] ظاہری
لیکن دلوں کے بیچ بھریں ہیں تمام پیار

افسوس ان کی قدر کوں تم بوجھتے نہیں
پہچان جانتے نہیں تم دل کے دوست دار

جب یاد آوتی ہے ترے[7] پیار کی نگاہ
تب دل کے بیچ لگتا ہے یہ[8] گویا کٹار

مدت ہوئی کہ تیرے تغافل سیں مرگئے
اب[9] مہربان کب تو غریبوں کا ہوگا یار

بلبل سیں دل کوں کھول کہو گل کو ٹک ہنسے
پھر آبرو کا وقت کہاں جب گئی بہار

(9)

نصیبوں کا پڑا[10] ہے اصل استعداد علم اندر
ہوئی چین جبیں تیرے خط تقدیر کی[11] مسطر

یہ مرتا[12] نہیں ابد لگ جان غافل زندگانی ہے
اتا[13] بھی جیونے کے واسطے اے بے خبر مت مر

دو مصرع پر بھواں کے خال یہ ظالم جو بیٹھا ہے
ملی ہے آج شامی کوں حکومت اہل بیت اوپر

سراپا جھلجھلاتا، سج کے جب خورشید رو نکلے
بچھڑ جا اس جھلک کوں دیکھ کر خور[14] ناتواں خاور

خجل ہو کر رہا ہے سرنوا کے باغ میں غنچا
کرے کیا تجھ دہن سیتی نہ ہو سکتا ہے[15] وہ سر بر

مدامی مہربانی آبرو پر نہی[16] سو کیوں چھوڑی
ملازم ساتھ مت طور قدیم اپنے کے تئیں نوکر[17]

(10)

مجھ ناتواں کی حالت وہاں جا کہتا ہے اڑ کر
میرا یہ رنگ رو ہے گویا مکھی کبوتر[18]

تب جا تمہارے خط کے دل کا غبار نکلا
عاشق کا گھر کیا جب لے خاک سیں برابر[19]

---

۱ یہ شعر زائد ہے، ۲ چیز، ۳ پر، ۴ کہتے (ہیں)، ۵ کہ، ۶ ہے، ۷ تری، ۸ (لگتی) ہے میرے، ۹ نا، ۱۰ پڑا
۱۱ کے، ۱۲ مرنا، ۱۳ اپنا، ۱۴ خود، ۱۵ تھا، ۱۶ تھی، ۱۷ تو، ۱۸، ۱۹ یہ دونوں شعر محمد حسن کے مرتبہ دیوان کی بالا غزل میں شامل ہیں۔

جھوٹ کرتا ہے عبث مردی کا دعوا بے ہنر　　کام کچھ پیدا کرے مردانگی کا تب ہو نر
احمقی ہے بے خرد کوں زر کے اوپر افتخار　　پر کہاں سمجھے کہ کیوں ہر بار ہو ہے مفتخر

(11)

عالم آب[1] سیں آساں نہیں اے شیخ گزار　　خوف سیں غرق کے یہاں بحر ہے کشتی میں سوار
زخمی رشک ہو اغیار کہیں پست و بلند　　یار اپنے پے اگر جان کوں کر ڈالیں وار
کیوں نہ پروانے کی مانند جلوں میں غم سیں　　شمع اوروں کا ہوا چھوڑ ہمارا گھر بار
دشمنوں کا نہیں کچھ دوس[2] ہنسے کیوں نہ ہمیں　　نہ کیا تم نے سجن ہم کوں کبھی دل سیں پیار
دو کدھو ہم کوں درس[3] آکے سدا رنگ کے گھر　　کہ رگ جاں ہے فریاد میں جیوں بین کا تار
یوں لگا لے کے اسے خوار جو کرتے ہو عبث　　پھیر دو ہم کوں اگر نہیں ہے میرا دل درکار
غیر جل بل کے ہوا رشک سیں تب سروالا　　جب ملا گرم مجھے باغ میں وہ لالہ عذار
اٹھا[4] سن کے رقیبوں کا رہا ہوں شش و پنج　　کیا حساب اب کے کبھی آکے ہووے ہم سیں دوچار
آبرو یار در آیا جبھی دروازے سیں　　کھل گئے دیکھ اسے دور سیں چھتیوں کے کواڑ

(12)

بھوک سیں آئی ہو جس کی موت جی ہوجان ہار　　وہ کوئی اس سوم[5] کا منہ دیکھنے کوں جان ہار
سرد مہری نے[6] کیا بے لطف اشک و آہ سیں　　باد و بارش موسم سرما کی ہے کندہ بہار
خوب تیری شکل آسکتی نہیں تصویر میں　　مدتوں سیتی مصور کھینچتا ہے انتظار

(13)

تیز ہیں مژگاں سناں سیں بیشتر　　آب[7] سیں رہتی ہیں جن کی بیش تر
کی ہے تیری دل فگاری نے بہار　　بزم گلشن سیں اب دل ریش تر

(14)

بلبلیں روتی ہیں تیرے غم سیں اور گل زار زار　　حیف کیوں ہوتا نہیں تو ہم سیں اے عیار یار
دیکھ ان مژگاں کے گھاؤ اوپر دیوانے[8] ہوگئے　　پھینکتی ہے اب کوں اس زخم پر تروار وار
مت دکھا دیدار کے منگتا کوں[9] ظالم شکل زر　　گھر جلے کے دل کے حق میں ہو ہے بد دینار نار
ریختے کا کام تب ہوتا ہے جب سو چیز ہو　　آب اور گل کے سوا کچھ ہے یہ اے گل کار گار

---

۱ (آز)، ۲ دوست، ۳ دوست، ۴ اٹھ بیٹھا، ۵ شوم، ۶ میں، ۷ آپ، ۸ دوانے، ۹ کا

حکم ہو دیدار کا تو آ کے پاوے آبرو   غیر کے طعنے سیں کب رکھتے ہیں یہ اشعار عار[1]

(15)

عشق کا اعجاز ہے یہ جمع ضدی آشکار   شوق والے ہم نے دیکھے ہیں کئی زار و نزار
حسن کوں دنیا سمجھ اور عاشقی کوں جان بوجھ   یعنی اس کوں سربسر فانی واس کوں پایدار

(16)

منکر ہو جب دہن سیں بیٹھا خموش ہو کر   ثابت کیا سجن پر تب ہم نے گفتگو کر
ڈرتا[2] ہوں جب گلی میں رکھتا ہے آبرو سر   مت پانو میں[3] سجن کے کہیں لاگ جائے ٹھوکر
دے پیٹھ طرف میرے بولے کہ ہم تو سوئے   تیرے بھی جی میں آوے اے آبرو تو[4] سوکر

(17)

تیری گلی کوں چھوڑ کرے خوش بہشت حور   عاشق کے اس قدر بھی نہیں عقل میں قصور[5]
صحبت سیتی پواج کے دل بھاگتا ہے دور   نفروں کوں جمع دیکھ کے ہوتا ہے جی نفور
عاشق سیں گو کہ عیب سمجھتے ہو دوستی   پر مل گئے تو سلام علیکے تو ہے ضرور
دل کس قدر پتھر کروں اپنا کہ ہو وصال   جل جائے تیری برق تجلی سیں کوہ طور
خوبی کا آئینے نے یقیں کر دیا گماں   دل سیں ہمارے اس کا زیادہ ہوا غرور
زردار جانتا ہے عبث آپ کوں بڑا   کیوں مفتخر جماد سیں ہوتا ہے بے شعور
جلتے ہیں اشک و چشم[6] اے گرمی سیں خوش بیں   تجھ بن انکھیاں ہوئی ہیں اے طوفاں کا تنور
مان آبرو کی بات نہ ہو ہرزہ اس قدر   معشوق مبتذل ہو تو جاتا ہے منہ کا نور

(18)

تکبر[7] چھوڑ غریب سیں پیارے صید مردم کر   غرور یوسفی میں اس قدر مت آپ کوں گم کر
سجن تجھ چشم و لب کے شوق میں میں آج مرتا ہوں   نظر بھر دیکھ لے میری طرف اور ٹک تبسم کر
طواف کعبۂ دل کر نیاز و خاکساری سیں   وضو درکار نہیں کچھ اس عبادت[8] میں تیمّم کر
زبان سیں گو کہ حالت اپنے دل کی کہہ نہیں سکتا   پے تو[9] عاشق کی اس بے قدر کے اوپر ترحم کر
مے وحدت کا سب سامان ہے اے بے خبر تجھ میں   انکھیاں[9] کوں جام دل کوں آبگینا سر کے تئیں خم کر

---

۱ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں اس شعر کے مصرع اولیٰ کے ساتھ مصرعۂ ثانی یہ ہے: 'صبح سیتی مانگتا ہے اُترے دربار بار' اور مصرعۂ ثانی کے ساتھ مصرعۂ اولیٰ یہ ہے: 'خوب رو بھولے ہیں ان کوں آرزو سیں آبرو، ۲ رکھتا، ۳ پاؤں کو، ۴ بے، ۵ فتور، ۶ چشم واشک، ۷ تبختر، ۸ قدرتی، ۹ انکھیوں

تعین آبرو تیرا یہ گرداب جدائی ہے　　ملاوے دل کے تئیں دل دار سیں قطرے کوں قلزم کر

(19)

پھول جب پھولا ہوا تب اس کا بھید آشکار　　تھا نہاں غنچے کے دل میں تجھ دہن کا خار خار
گو کہ کوئی طوفاں ہو پر مرد آگیں کیا چلے　　تنہہ (تھم) رہے دہشت سیتی تروار کے پانی کی دھار

متفرقہ

زلف کے کوچے میں کوئی گریاں ہوا ہے دل مگر　　کیوں لگی ہے آنجھواں کی اس قدر یہ لٹ بجر

—

یوں بندھا ہے گل بدن کے قدسیں دل بے اختیار　　لال خان لکڑی[1] سیں جیوں کر باندھئے تقصیر وار
سادہ روئی ہے نپٹ رنگین ہولی[2] کی بہار　　پھرو ہو لنڈے[3] جان اس ہولی کے یہ خطہ کا غبار

—

آپ ہی گرے گا اس میں جب آ کر پڑے[4] گی پھیر　　بھائی کے واسطے جو کوئی کھودتا ہے بیر

—

کیوں کر مریں نہ دیکھ کر یہ موسم بہار　　نکلے جیو تن سیتی[5] جاما بدن کا پھاڑ

—

جوگی ہوا درس کا انکھیوں کالے کے گمبھیر[6]　　ہم جھونپڑا اجاڑا پیارے تمہارے چھب پر

—

ہنس ہاتھ کا پکڑنا کیا سحر ہے پیارے　　پھونکا ہے تم نے منتر گویا کہ ہم کوں چھوکر

—

کرنا[7] جو کچھ کے ہووے سب کچھ کیا تھا ہم نے　　تو بھی گیا ہمن کوں وہ شوخ پیٹھ دے کر

—

ان لباں کوں یقین مصری جان　　راست کہتا ہوں اس میں مت شک کر

—

یوں چھوڑ کر کے ہم کوں مت غیر کے بسا کر　　پکڑی ہے صبح ہم نے تجھ بن مساسا کر

—

---

۱ جان پکڑی، ۲ ہونے، ۳ پھر دولندھی، ۴ پڑے گا جب آ کے، ۵ جی جنون سیں، ۶ کھیلی کھب پر، ۷ سونا

کیوں نہ خرچے سیم و زر جب ہاتھ آوے زلف یار   سو ہزاراں گنج سیں بہتر ہے عاشق کوں یہ مار

عاشقی کے ملک کے اب ہم ہوئے ہیں تاجدار   خوبرویاں کا ہمارے ساتھ ہے ایک شہر یار

تیرے اوپر جگت کے خوباں رہے ہیں سب مر   کوئی ہاتھ سیں تمہارے دلبر ہوا نہ جاں بر

علی سیں ہم نے جانا دین و ایمان اور پیغمبر   پیمبر علم کا گھر ہے پے اس گھر کا علی ہے در

غیر سیں میٹھے بچن کرتا ہے تو گوشوں میں ڈر[1]   دیکھیے یہ کب تلک چھوڑے گا تو کلھیا میں گڑ

آبرو کے قتل کوں حاضر ہوئے کس کر کمر   خون کرنے کوں[2] یوں چلے عاشق پے تہمت باندھ کر

ردیف ز

(1)

اب سجن کس واسطے کرتے ہو تم پھر پھر کے ناز   جان و دل جو کچھ کے تھا سو کر چکے ہم سب نیاز
سخت گیری سیں تیری مژگاں کا پنجا مڑ گیا   صید سیں سنگین دلاں کے پھر نہیں آتے ہیں باز
عقدۂ انکور[3] میں ہے شوق کا اس کے نشاں   مست کب ہے جس کا دل نہیں آگ سیں غم کے گداز[4]
لگ چکا تب چھوٹنا دشوار ہوتا ہے نپٹ   اولاً خوباں سیتی لازم ہے دل کوں احتراز
صاف طینت بسکہ ہوں فانوس سیں مانند شمع   تن سیتی میرے نظر آتے ہیں یکسر جی کے راز
شوق کے نیچے سیں اس کے بچ سکے یہ کیا مجال   صید کوں معشوق کے ہوتا ہے عاشق پاک باز
سب بتاں میں ایک تیری ہے صفت[5] کرتا ہے جان   شعر کافر آبرو کے کیوں نہ پاویں امتیاز

(2)

پنجے[6] میں غیر کے ہوتس کے تئیں نگہ باز   دابے چنگل میں الٹا کھلاوتا ہے وہ باز
بازی بتا بتا کر کرتا ہے صید سب کوں   یہ باز نہیں کبوتر گردان ہے گرہ باز
کہتا ہوں صید مت کر انکھیاں ملا کسی سیں   رہتی نہیں یہ ہرگز ظالم تیرے نگہ باز

---

۱ در، ۲ کوں چلے، ۳ انگور، ۴ سے کی گداز، ۵ تیری صفت، ۶ غنچے

خوباں فلک پے جاویں تو کیا ہے تیرے آگیں
سنمکھ تیری جھلک سیں رہتا ہے مہر و مہ باز

سارا سپاہ مژگاں محکوم ہے انہوں کا
صید افگنی میں تیری انکھیاں ہیں آج شہباز

تیری اکڑ کی سج نے مارا ہے صید دل کا
تو زور ہے پیارے یاروں میں کج کلاہ[1] باز

بھوکا ہے عاشقاں کا لونڈا ہے یہ شکاری
کرتے ہو منع ناحق نہیں آونے کا یہ باز

تب ہو مراد حاصل دل کی کہ اس کوں جی میں
گھر جان کر کے اپنا اس استان[2] میں رہ باز

ایک بار آبرو کا لوہو تو پی چکا توں
پھر کیا ہے تیرے جی میں دل[3] کھول کر کے کہہ باز

(3)

کئی لاگے ہیں لونڈے گوں نظر باز
پے وہی لیوے گا جو ہووے گا زر باز

کوئی دے خرچ بھلے کا مت[4] لے
یہ تانبا زہر ہے تو اس سیں ڈر باز

وہ کیوں کر اس کے نیچے میں نہ ہو صید
رہتا ہے رات اور دن جس کے گھر باز

ہوا ہے صید دل کا[5] دیدۂ شوق
تیری مژگاں کا پنجا دیکھ کر باز

ہوئی ہے عقل سب کی باؤلی پھر
کیا ہے چاہ نے تیری اثر باز

انجھو بسمل کبوتر ہو کے[6] تڑپھے
کیے جب ہم نے اپنی چشم تر باز

کسی سیں آبرو چاہے تو مت مل
کہ ہر چڑیا پے نہیں رکھتا نظر باز

ردیف س

(1)

آج پھر ہم سیں کر دیا ہے اداس
ان رقیبوں کا جائے ستیاناس

سیج تیری کے[7] شوق میں چھوڑا
رات کوں پھول نے چمن کا باس

سر چڑھا ہے تمن کا منہ پا کر
عاشقی بو الہوس کوں آئی راس

غیر صحبت میں اب لگا جانے
چھوڑ کر اپنے آبرو کا پاس

(2)

جیوتا ہے[8] دیکھ کر تیرا درس
جان مجھ دل کا تو ہے انچھیا برس

جان پڑتی ہے بدن میں[9] راگ کے
تو کرے جب واہ واہ دل سیں ہاس

ناتوانی سیں نپٹ بے تاب ہے
اس قدر نازک کمر اپنی نہ کس

---

۱ بازو کج کلہ، ۲ آشیاں، ۳ جی میں (تو) دل، ۴ تو مت، ۵ صید کا دل، ۶ ہوے، ۷ کہ، ۸ تھا، ۹ سیں

یوں تن لاغر جلا ہے عشق میں   شعلۂ آتش میں جیوں جلتا ہے خس
ایک غم سیں دل اگر خالی کروں   صفر ہو کر ایک سیں[1] کرتا ہے دس
کیا کروں تیرے تغافل سیں بپا   کچھ نہیں چلتا ہے میرے دل کا بس
جب کہ اٹھ جاتا ہے تو اے جلوہ گر   جان جا ہے بزم کے تن سوں نکس
یوں گریں ہیں بو الہوس تجھ مکھ کوں دیکھ   شہد کوں جیوں دیکھ کر ٹوٹے مگس
مہرباں پے رحم ممکن نہیں کہ ہو   آبرو کا جیو جاتا ہے عبس (عبث)

(3)

زیب تیری کے داغ سیں طاؤس   کئی سو شمع کا ہوا فانوس
بے وفا ہے بہار گلشن کی   بلبل و گل کے حال پر افسوس
آبرو کی طرف سیں الٹا ہے
کیوں نہ لکھئے رقیب کوں معکوس

(4)

یہ بیٹھا[2] بیٹھ کے کہیے کس پاس   کہ لگے بیٹھنے اب جس تس پاس
کون تھا وہ کہ خدا کا کھویا   دودھ سے دیہہ ملائی کس پاس

متفرقہ

سوز[3] سیں نوبت کے ہے آزار میں سارا پڑوس   بد دعا ہے حق میں دولت مند کے آواز کوس

ردیف ش

ترے قد کے بڑھے کاکل کی نو[4]حلقاں سیں زیبائش[5]   عدو جیوں ایک کا صفراں سیتی پاتا ہے افزایش
وہ خال عنبریں اس آتشیں چہرے پے جب جھلکا[6]   جلا خورشید سارا دیکھ کر ذرّے کی آرایش
گلایا جب سیں غم نیں تب سیں نکلا رنگ عاشق کا   ہوئی دور آگ کے جلنے سیتی سونے کی آلایش
سپید انکھیاں سیتی اپنی بہاؤں دودھ کی ندی   اگر شیریں ادا میرا کرے ٹک مجھ پے فرمایش
اساس اس کی حباب آسا اس سا ایک لوں تو لوڈھ جاوے[7]   کریں گھر میں فلک کے آبرو ہم کیوں کے آرایش[8]

ردیف ص

دل کوں کرتا ہے بے قرار اخلاص   تن و جاں کو نزار و زار اخلاص

---

۱ کوں، ۲ بیتھا، ۳ شور، ۴ یوں، ۵ آرائش، ۶ جھمکا، ۷ (او؟) سانس اک لوں توڈھ جائے، ۸ آسایش

شوق چھپتا نہیں چھپائیں[1] سیں   ہوتا ہے آخر آشکار اخلاص
وصل اور ہجر ہر دو[2] یکساں ہیں   جب ہو آپس کے بیچ پیار اخلاص
معطیوں سیں بزور ملتا ہوں   کرتا ہوں ان سیں مار مار اخلاص
دوسرے کے سلوک کا ہرگز   نہیں کرتا ہے انتظار اخلاص
آبرو آشنا نہیں گل رو   کوئی اس سیں کرے ہزار اخلاص

ردیف ض

ہمارے یار کا ہے اس قدر صفا عارض   کہ دل میں بے شک ہے میرے آئینہ عارض[3]
جو عضو ہے سو صفا تر ہے ترے[4] مکھڑے سیں   بدن ہے جان تیرا سر سیں تاپپا عارض
تمام چشم ہوا دل یہ آئینے کی مثال   نظر میں خوب تیرا اس قدر لگا عارض
جو عضو ہے سو مقابل ہے عضو دیگر کے   نہیں ایک سیں کچھ کم یہ دوسرا عارض
نہیں ہے اس میں کہیں جائے خال کے خالی   ہمارے یار کا ہے اس قدر بھرا عارض
چمن میں پھول نہ ہوتا شگفتہ رو ہرگز   ہمارے یار کا جو آکے دیکھتا عارض
چمن میں رات کوں پھول آبرو نہ لاگے خوب   مگر یہ زلف میں دونا ہے خوشنما عارض

ردیف ط

نہیں یہ تارے[5] بھرے ہیں شک کے نقط   اس قدر نسخۂ فلک ہے غلط
خال سیں ہوں دیکھتا[6] خط کی شان   کہ اوّل خط کی اصل ہو ہے غلط[7]
مطرب اب بڑھتا[8] ہے بحر اصول   کہ بجاتا ہے اس طرح بربط
دل طلب میں لیا ہے چہرے پر   نو خطی کے دکھاے کے دسخط
عیب ہے غیر سیں اتنا ملنا   مت نہ مل اس سیں آبرو کی نمط

متفرق

جو کہ تھے معشوق دلی بیچ سو سب پڑھ[9] گئے   سادہ رو ہم کوں نظر آتے ہیں یارو خال و خط

ردیف ظ

خوے ظالم کی بلا ہے الحفیظ   دل میں اس ڈر سیں بھرا ہے الحفیظ

---

۱ چھپائے، ۲ دونوں، ۳ کہ دل میں شک ہے مرے آئینہ ہے یا عارض، ۴ ترا، ۵ نہیں تارے، ۶ دیکھتا ہوں، ۷ نقط، ۸ (پیرتا)، ۹ بڑھ

جن نیں تیرا ظلم دیکھا ایک بار　　اس بچارے کی دعا ہے الحفیظ
بات واعظ کی نہ سن دل کوں نہ پھیر　　بوجھ اس میں کچھ دغا ہے الحفیظ
اے ستم گر ڈر سیں تیرے طور کی[۱]　　ورد اب میرا ہوا[۲] ہے الحفیظ
دل ہمارا عشق کے کوچے میں آج　　آبرو پڑھ[۳] کر چلا ہے الحفیظ

ردیف ع

(1)

غزل میری کا یہ مطلع مگر خورشید ہے لامع　　کہ دل ذرے کے جیوں لاگا تڑپھنے[۴] جب ہوا سامع
اگرچہ دین میں عاشق کے بوسا کفر ہے پیارے　　پے ایسا کون ہے جو دیکھ تیرے لب نہ ہو طامع
دعا کرتا ہوں سن کر آبرو یکرو کا یہ مصرع[۵]　　تیرے پیوستہ ابرو کیوں نہ ہو ویں مسجد جامع

ردیف غ

سانولے کے روبرو ہے دل[۶] ہمارا داغ داغ　　دیکھ لو کالے کے آگیں آج جلتا ہے چراغ[۸]
بو الہوس کے طور[۷] ہے وہ میرزائی شوق میں　　آبرو عاشق منش اور شان سیں ہے بے دماغ

متفرقہ

کیا عجب دن کوں اگر خورشید کے ہو دل میں داغ　　رشک سیں مجھ داغ کے راتوں کوں جلتا ہے چراغ

جوش سیں لالا کے ہے کوہ[۹] بدخشاں باغ باغ　　لعل تجھ لب کے جلن سیں ہوگئے ہیں داغ داغ

ردیف ف

(1)

یار کا حسن ہو جتّا کے لطیف　　عشق عاشق ہے وتّا ہی عفیف
اس شرافت کی وضع نے تیری　　اپنے عاشق کیے وضیع و شریف
دیکھ کر تجھ مئے نگاہ کے تیئں　　دل ہوا آبگینا انکھیاں حریف
نہیں لگتا کبھی ہمارا داو　　وہ دغاباز ہے بڑا سا حریف
پر[۱۰] و حسن و عشق موزوں ہے　　خوش لگے قافیے کے ساتھ ردیف

---

۱ سے، ۲ دوا، ۳ پھر، ۴ تڑپنے، ۵ مصرا، ۶ دل ہے، ۷ طور پر، ۸ داغ، ۹ کود، ۱۰ پیر

شعر تر دیکھ آبرو تیرے دل منیں ہوگیا ہے بحر خفیف

(2)

خصم گردوں ہے تو کہتا ہوں اسے میں لام و کاف[1]
کوئی فلک کا نام کہو کیوں کر کے[2] لے بے لام و کاف

چھوڑ کر عاشق کے تئیں معشوق پر الٹا مگر
ماہ میں کیوں ہے فلک کا منقلب نے لام و کاف

دل کے تئیں خوبی کے دکھلاویں ہیں[3] سب یکساں جھلک
کیا بتاں کی مہربانی کے سخن جی[4] لام و کاف

میں بناتا تھا ترے ماتھے پے ٹیکا تو مجھے
گالیاں دیتا تھا اب لگ یاد ہے پے[5] لام و کاف

آبرو چاہے تو اپنی شاعری کوں چھوڑ دے
بیش[6] نہیں جانے کی ہرگز اس طرح اے لام و کاف

ردیف ق

(1)

ہے میرے دل[7] کا نہ تنہا دشمن آرام عشق
مہر و مہ کوں چرخ میں رکھتا ہے صبح و شام عشق

جیوں ادا و ناز خوبی[8] کوں کہتے ہیں مل کے حسن
یوں ہزاروں آرزوؤں کا رکھا ہے نام عشق

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئی مجنوں سیں کم
مرد ہو یا زن کرے ہے سب کوں یہ بدنام عشق

صید کے جیوں تڑپھڑاتے پے[9] نہیں ہوتے خلاص
سخت تر زنجیر سیں رکھتا ہے ظالم دام عشق

میں قرار اپنے پے قائم ہوں پے تم ہو بے وفا
حسن کے تئیں ہر گھڑی دیتا ہے یہ پیغام عشق

دل بڑا ہے مہر کا لیکن تڑپ ذرّے کی نہیں
حسن سیں کب ہو سکے کرتا ہے جو جو کام عشق

مر گئے سیں ہوے گا دونا اسے خط کا شکار
گور کا رکھتا تھا دل کے بیچ اگر بہرام عشق

جب کہ ایسا زور رکھتا ہے یہ کافر بت پرست
تب خدا کے طالبوں[10] کے تئیں کرے ہے رام عشق

آبرو نے خوار ہو کر زندگی حاصل کری
شان جو رکھتے ہیں تن کا اب تلک ہے خام عشق

(2)

کیا کرے محراب سر بازی میں سر رکھتا[11] ہے شاق
دیکھ وہ شمشیر ابرو غیر کی طاقت ہے طاق

آسماں پر نہیں یہ انجم تیر مجھ نالوں کے جان
ہوگئے ہیں بوند تو دے میں نظر آتے ہیں فاق[12]

ان کوں پاؤں تو پیارے اپنے کاندھوں پر رکھوں
صاف تر ہیں ان بتاں کی ہے دلوں[13] سیں تیرے ساق

شرم کا رہنا نپٹ دشوار ہے دنیا کے ساتھ
آبرو چاہے تو دے اس فاحشا کے تئیں طلاق

---

[1] لام کاف، [2] نام کیونکر کے لیے، [3] کی دکھلاتے، [4] جے، [5] تے، [6] پیش، [7] دل وجان، [8] نازوخوبی، [9] ہیں،
[10] طالباں، [11] رکھتا، [12] قاق، [13] کی گردنیں

متفرقہ

کیوں نہ ہو پیوستہ تیری ابرواں کا اشتیاق — آج خوبی اور زیبائی میں ہے یہ جفت طاق
تھا جو پروانا ہمارے دل کا شاگرد رشید — لے گیا کیوں شمع سیتی رات[1] جلنے میں سبق

ردیف ک

(1)

یارو ڈرو کمر سیں مروڑو نہ بھر کے انک — آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جا کلنک
رہتی نہیں زبان یہ موذی رقیب کی — بچھو کا جس طرح کہ ٹھہرتا نہیں ہے ڈنک
تنکے اوجھل پہاڑ سنا تا[2] سو دیکھ لو — بھاری ہوا ہے جان و بدن سوکھ کر کرنک
ہے عیب بے قرار کوں آرام عشق میں — سیماب اگر جو آگ میں ٹھہرے تو ہو کلنک
تم خط کے وقت بھی نہ ہوئے آبرو کے یار — اس کے سجن نصیب میں تو یوں[3] لکھے تھے انک

(2)

دو خال عارض کے گوشے میں پڑے ہیں اور وسط میں یک — جدا وہ ایک گویا قطب ہے دو مل کے کرو رنک
نکل سکتا نہیں لڑکے کے جیوں باہر کبھی گھر ڈر سیں — میرا دل زلف میں جب سیں پھنسا تب سیں ہوا بالک
رقیب رو سیہ نے قحط ڈالا وصل کا ہم کوں — لگائی ناحق اپنے منہ پے اس مردود نے کالک
نہائے[4] سیں بدن اس سر و قد کا ہے ملایم تر — کہتا ہوں راست لا دل سیں یقیں اس میں نہ کر تو شک

(3)

کیمیا پائمال غم ہے اسے — عشق کی راہ میں ہوا جو خاک
میں ہوں مجنوں انکھیوں[5] کی گردش کا — کیوں نہ پھر پھر کروں گریباں چاک
جو کرے اس خط غبار کی ہجو — پڑتی ہے اس کے منہ پے چٹکی[6] خاک
درد کی آبرو نے بو پائی — کیوں نہ اس کی رہیں انکھیاں نم ناک

ردیف گ

(1)

ہاتھ آیا ہے یو دن کر کر دعا راتوں کو جاگ[7] — عید ہے پیارے گلے سیں آج تو عاشق کے لاگ

---

۱ آپ، ۲ تھا، ۳ یوں ہی، ۴ نہالی، ۵ انکھوں، ۶ حسن کی، ۷ راتوں جاگ جاگ

خوں بہا ہے یہ نظر بھر دیکھنا میرا سجن — میں ترا قرباں ہوں تو مجھ سیتی[1] اتنا بھی نہ بھاگ
سر لگا ہے اب تو اے پیارے تیرے فتراک سیں — ساتھ ہوں میں چھوڑنے کا نہیں تیرے گھوڑے کی باگ
شوق بن دل سیں نہیں دم مار سکتے آہ گرم — تب دھواں حقے سیں نکلے جب چلم پر ہووے آگ
حال سیں ہجراں عاشق کوں لگے سورٹھ لگے[2] — شب بہاتی[3] ہے ہمیں انجھواں بھا کا کا بھاگ
جب درس دے سانولا[4] تب جا مجھے کلیان ہو — بھاوتا نہیں سیام بن مجھ کوں کسی کا رنگ راگ[5]
آبرو دل میں مرے ہے کس کی کاکل کا خیال — آہ کیوں سر کھینچتی ہے دل سیں مرے ہوکے ناگ

(2)

عشق کوں بخت سیہ کے ساتھ ہووے[6] کیوں نہ لاگ — کویلہ سیں گرم دیکھو کس طرح لگتی ہے آگ
غیر ہو ہو زرد رو گلتا ہے سونے کی مثال — دیکھ کر کے عاشق[7] و معشوق کا باہم سہاگ

متفرقہ۔ک۔گ

اس لالچی نے شرم کی جب چھوڑ دی اٹوک[8] — جو کوئی کہ نقد خرچ کرے مورکھی ہے[9] روک

پھر پھر[10] منڈا منڈا کے دیا سبز خط بگاڑ — پھر پھر گھٹا گھٹا کے کری بھنگ تم نے بھوگ

دیکھ چھوڑے ہم نے کئی ہندوستاں زا اب تلک — پے تیری انکھیوں سا کوئی بانکا نہ دیکھا یک[11] ملک

آج عاشق کی بے نصیبی ہے — کہ تم اس پاس سیں چلو[12] ہو بھاگ

مستوں میں اس کے قند سے لب کی چلی تھی بات — بزم شراب کیوں کے نہ ہوجائے گڑوا[13] رنگ

ردیف ل

(1)[14]

افسردگی سیں یاس کی ہم کوں[15] ہوا وصال — پکڑا ہے آہ سرد کے کانپے سیں ہم نے لال
حیران ہو رہا ہے تجھے دیکھ آئینا — سنمکھ اسے کوئی نہ ہوا تھا تیری مثال

---

۱ ہوا ہوں مجھ سیں، ۲ گلے سورٹھ لگی، ۳ بہاتے ہیں، ۴ سانوا، ۵ رنگ وراگ، ۶ سیہ کی ہووے، ۷ اور، ۸ الوک، ۹ سومی رکھے ہیں، ۱۰ آخر، ۱۱ نک، ۱۲ چلے، ۱۳ گرکے، ۱۴ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں 'ل ردیف' کی دوسری غزل بڑی بے ربط ہے، ۱۵.............

تجھ زلف نے جگت کے لہرائے تمام دل
مزرع میں آج حسن کے تیرے پھلی ہے بال

اے جان تیرے ہجر کے غم میں مروں نہ کیوں
مرنے کوں سب جگت میں کہیں ہیں ہوا وصال

لیتے ہیں جیوں کہ سیپ سے موتی کو کاڑھ کر
سینے کوں پھاڑ، دل کوں میرے یوں لیا نکال

چوگان سے لگی ہے مرے دل کی گیند کوں
دورا کیا ہے آج ادھر ہو کہ حال حال

کیوں کر نہ دولتی کی خوشامد کرے فلک
چرخے کا کام کیوں کے چلے جو نہ ہووے مال

دعویٰ ہے جس کوں شعر کی قوت کا آبرو
مضمون کے آگے بوجھ اٹھاوے ہمن کے نال

(2)[1]

عشق کی شمشیر کے جو مرد ہوتے ہیں قتیل
ان کوں شہد جنت اور پانی خون ہے سلسبیل

خوں انکھیوں کا کیا انجھواں کے تیئں دل نے سبیل
غیر کوں کیوں دیکھتے ہیں گھر میں تیرے یوں دخیل

سرمہ دانی کب چشم تیری کے برابر ہے سیاہ
فرق ہے ہر مونی مژگاں کے اس سیں میل میل

مجھ انکھیوں کا ماجرا اس یوسف مصری سیں کہہ
تجھ بن انکھیاں سیں امنڈ جاری ہوا ہے رود نیل

اب تو ملنے بن نہیں ہوتا ہے مجھ دل کا پناہ
قصد جاں بخشی کا ہے تو مت کرو اک دم کے ڈھیل

دل نے میرے عشق کے آزار کوں راحت کیا
بیٹھ کر آتش کے تیئں گلزار کرتا ہے خلیل

دیکھنے میں دور سیں عاشق کے کچھ جاتا نہیں
اس قدر معشوق کیوں ہوتے ہیں درشن کے بخیل

خون کوں اپنے کیا ہے تیغ کیوں تیری مباح
آبرو ہے صدق پر اس قول کے دل کا کفیل

(3)

کبھی یو[2] دل کی میری عاجزی کوں مان جمال
خدا کے واسطے مت کر غرور مان جمال

لباں کماں کی طرح کھینچ کھینچ پے در پے
صدا کے مارتا ہے تیر تان تان جمال

تیرے ہی نام ہے تعلیم[3] راگ کی شاہی
بلند سر ہے تمہارا یہی نشان جمال

یو[4] شک نہیں کہ تیری تان خوبصورت ہے
بجا ہے راگ پے تیرا ایتا گمان جمال

سپر جگر کے کرے کیوں نہ چاک اب میرے[5]
یہ تیغ ساتھ نکلتی ہے لے کے شان[6] جمال

تو دوند[7] ڈھونڈ تغافل کے گیت گاتا ہے
کسی کے جیو کوں کھودے گا توں نداں جمال

کلیم کیوں کے نہ ہو دیکھ تجھ کوں روشن چشم
یو سر سیں پانو تلک سرمے کی ہے کان جمال

---

۱ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں 'ل ردیف' کی دوسری غزل بڑی بے ربط ہے، ۲ تو، ۳ اقلیم، ۴ یہ، ۵ پھرتے تان، ۶ سان، ۷ ڈھوند

(4)

تیری انکھیاں[1] نے دل اے شوخ اچپل
کیا بے طاقت و بے تاب و بے کل

سیاہی کا ہوا ہے روشنی نام
لگایا جب سیں تو انکھیاں میں کاجل

گلے تیرے پڑے کیوں کر نہ یہ دل
تمہاری ہی بغل میں اس کوں ہے کل

تیرا دیدار پایا ہے اے سبدھی
سب عاشق گاوتے ہیں آج منگل

وہیں پاوگے یارو آبرو کوں
جہاں کہیں عاشقوں کا ہوے دنگل

(5)

کیوں پڑا اس غم کے بستاروں میں دل
اب گنو اس زلف کے یاروں میں دل

ہر طرف سیں ہے بتاں کی مار مار
گوٹ ہے چوپڑ کے ان ساروں میں دل

شوق سیں جس گھر میں تو ہو جلوہ گر
آئینے ہوجا نہہ دیواروں میں دل

دم بدم ناحق نہ ہو زخمی سو کیوں
جا پڑا ہٹ دھرم ہتیاروں میں دل

جب سیتی دیکھا ہے وہ خال سیاہ
تب سیتی رہتا ہے رخساروں میں دل

ٹوٹ جا تب کیا کرے[2] حرفت کا کام
تھا بڑا عاشق کے اوزاروں میں دل

آبرو ہو ایک گل کا عندلیب
خوار ہو جاتا ہے دو چاروں میں دل

(6)

مگر تم سیں ہوا ہے آشنا دل
کہ ہم سیں ہوگیا ہے بے وفا دل

چمن میں اوس کے قطراں کے مانند
پڑے ہیں تجھ گلی میں جا بجا دل

جو غم گزرا ہے مجھ پر عاشقی میں
سو میں ہی جانتا ہوں یا مرا دل

ہمارا بھی کہاتا تھا کبھی یہ
سجن تم جان لو یہ ہے برا[3] دل

کہو اب کیا کرے دانا کہ جب یوں
برہ کے بھاڑ میں جا کر پڑا دل

کہاں خاطر میں لاوے آبرو کوں
ہوا اس میرزا کا آشنا دل

(7)

لگا ہے دل کوں ہمارے تیرا خیال جمال
یہ زخم ٹانکا[4] سالے گاماہ و سال جمال

برن سیاہ تمہارا مگر مداری ہے
کہ تیرے راگ سیں مجلس میں ہے دھمال جمال

---

۱ انکھیوں، ۲ کروں، ۳ مرا، ۴ تان کا

لوگوں کے دل کوں لیا ہے تمھوں نے بانگ بلند　　یہ اور بھی کسی دلبر کی ہے مجال جمال
تمام تان کے زخماں سیں تڑپھڑاتے ہیں　　خدا کے واسطے مجلس کا دیکھ حال جمال
خدا تجھے بھی کرے باغ بیچ راگ کے سبز　　تیری صدا نے کیا ہے ہمیں نہال جمال
سنا ہے جب سیں ترے مکھ سیں راگ ساگرکوں　　بھرا رشک[1] سیں تب آبرو نے تال جمال

(8)

نکلے تم آصبا کی طرح جب چمن میں بھول　　گل بن کے دیکھ تم کوں گئے ہاتھ پانو پھول
آزار ہے تمام سخن ہجر کے نہ بوجھ[2]　　جب یاد آوتے ہیں تبھی جیو جا ہے بھول

(9)

عشق دولت ہوا ہے ہم کوں اتال[3]　　غم سیں دل بھر رہا ہے مالا مال
رشک[4] سیں جل کے گل گئے گل رو　　آتشیں رنگ دیکھ تیرے گال
کیا کہوں تیرے رنگ کی خوبی　　برگ گل کی طرح زباں ہے لال
دوجہاں بیچ سرخروئی ہے　　جس کے دل میں بسی نبیؑ کی آل
لطف کر کے نہال کرتا ہے　　نہ کہ عاشق کے دل کوں دیجے ڈال
تان چوگان تھی و دل تھا گیند　　راگ میں صوفیاں کے[5] دیکھا حال
تجھ تغافل کی تیغ نے ظالم　　شہر خالی کیا ہے سب ڈھنڈال
حق تجھے آبرو نصیب کرے　　آج خوش دل ہوا[6] ہوں دیکھ جمال

(10)

جو کہ فرماؤ گے سب کچھ ہے مجھے دل سیں قبول　　حکم سیں تیرے نہیں ہے ہم کوں اے شاہد عدول
اے سجن عاشق کا دل یہ دیکھ آپس کی شکست　　ہوگیا ہے زرد غم میں جس طرح توری[7] کا پھول

(11)

کیا ڈھونڈتا ہے زلف کی بو کا سراغ گل　　سنبل کی طرح کیوں ہے پریشاں دماغ گل
کون آوتا ہے باغ میں صہبا کشی کے تان[8]　　شیشا ہوا ہے سرو سراپا ایاغ گل
جلتا ہے اب تلک تیرے مکھڑے کے رشک سیں　　بازار میں جو چھوڑ کے آیا ہے باغ گل[9]
سودا مگر ہوا ہے ترے حسن کا اسے　　ہر چند ہوگیا ہے چمن کا چراغ گل[10]

---

۱ اشک، ۲ پوچھ، ۳ اوتال، ۴ اشک، ۵ صوفیوں کا، ۶ خوش ہوا، ۷ توڑے، ۸ لئیں، ۹ ، ۱۰ یہ دونوں مصرعے باہم بدلے ہوئے ہیں

تجھ شعر کی شگفتہ زمیں دیکھ آبرو　　لالا کی طرح جل کے ہوا داغ داغ گل

(12)

تڑپھڑاتے ہیں[1] نظر آئے کیا کہیں[2] قاتل　　تب تو بسمل کوں ہوا جان کا دینا مشکل
شوق میں کوچۂ دلدار کے جب روتا ہوں نا　　اشک کی شکل ہو انکھیاں[3] سیں نکل جاتا ہے دل
گورے مکھڑے پے تیرے حسن کا ضامن ہے یہ تل　　ہو ہے کافور کی پرواز کوں مانع فلفل
وصل کی غرض کا جب وقت کبھی پاتا ہوں　　جا ہیں خاموشی سیں تب لب میرے آپس میں مل

(13)

بہار آئی کلی کی طرح دل کھول　　گلوں کی بھانت ہنس بلبل کے جیوں بول
پیا تیرے زنخ میں چاہ کر کے　　ہوئے سب عاشقاں کے دل، ڈواں ڈول
ہمارے جان و دل سیں غم نے ضد کی　　ہوا تنگ و جامے میں پڑا جھول
بلا ہے راہ بہکانے کوں یہ زلف　　گیا ہے پیچ اس کے دیکھ مرغول
بکائی ہاتھ اس کے آپ زر دے　　بھلا یوسف زلیخا نے لیا مول

متفرقہ

خوبی کا نقش اوبٹنے لاگا بناؤ سیں اب　　تم بات خوب بوجھی جو ہم کہے تھے[4] منہ بل

جھک گئے دیکھ دیکھ حسن و جمال　　حظ[5] پایا سجن کے آ کر نال

ہار کے دانت کاڑھ دیتا ہے　　جس کے پہنچی ہے[6] گنجفے میں خلال

اس طفل گاؤدی سیں میرا دل[7] گیا ہے جل　　جاتا ہے ایک ہانک پے طوطے کی سن بہل

انکھیاں لگی ہیں جب سیں میری تم سیں[8] اے چنچل　　تب سیں نہیں قرار میرے دل کوں ایک پل

ڈوبا ہے نقش پا کی خجالت منے کنول　　پانی خرام دیکھ پیا کا گیا ہے جل

---

۱ میں، ۲ (کہیں) آیا، ۳ انکھیوں، ۴ کہی تھی، ۵ خط (جو)، ۶ کوں پہنچے ہیں، ۷ جی، ۸ تم سیں مری جب سیں

کرتا ہوں اس کی عقل پر افسوس ہاتھ مل
جو برگ گل کہے تری انکھیوں کوں فی المثل

عشق کے اثبات کے[1] عاشق کوں خواری ہے دلیل
تب تو یوں سنتا ہے ان سب واعظوں کے قال و قیل

سیم تن جب عمر سیں اترا تو نہیں رہتا ہے مال
کم کوئی بازار میں لے ہے روپیا غیر سال

بغیر عاشق بتاں کی خوش قدمی ہوتی ہے بے حاصل
صنوبر جانئے جب تب لگا ہو اس سیں کوئی دل

زاہداں[2] کے تئیں اگر ہوتا ہے جو ایک مقدار علم
چھوڑ کر شملے کوں کیوں ہوتے وے[3] اصحاب الشمال

صبح اٹھ حمام جاتے ہیں طمع سیں اس کے نال
رات جو دیتا ہے ان لونڈاں[4] کے تئیں ایک مشت مال

جگت کے نوجواں کل دولتی[5] پر ہیں لٹو بالکل
فجر سونے[6] سیتی اٹھتے ہیں سارے بولنے[7] بلبل

ردیف م

(1)

دیوانہ ہوگئی ہیں تیرے مکھ کوں تاڑ چشم
روتی ہیں کے[8] پلک کے گریبان کوں پھاڑ چشم

ان بن جگت کا دیکھنا بھاری ہوا مجھے
پیارے نباں ہے چہرے کے اوپر پہاڑ چشم

چھٹ ایک نگاہ عجز نہیں اور گناہ کچھ
ظالم اپتے غضب سیں میرے پر نہ گھاڑ[9] چشم

عینک جیسی کہ گھات نظر کی ہے آنکھ کوں
یوں دل کے دید کرنے کوں ہوتی ہے آڑ چشم

لیلیٰ کا حسن دید کیا چاہتا ہے توں
مجنوں کے جا کے[10] چشم کے بھیتر گھساڑ چشم

اس ڈر کہ نیند چور ہو تجھ بن مت آدھسے[11]
باندھی گرد رات کوں پلکاں کی باڑ چشم

دھس بیٹھ کر کے جائے پہنچتی ہے آبرو
دیکھے ہے گرد یار کے جو بھیڑ بھاڑ چشم

(2)[12]

دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھی و پھر آ کر گئے ہیں ہم

بے رحم و بے وفا و تنک رنج و تند خو
تجھ کوں ہزار نانو سجن دھر گئے ہیں ہم

---

۱ کوں، ۲ زاہدوں، ۳ ہوتے ہیں وے، ۴ لونڈوں، ۵ گل رولنے، ۶ سوتے، ۷ بولتے، ۸ رہی، ۹ کاڑ، ۱۰ کی جائے، ۱۱ آڈھسے، ۱۲ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں تیرے شعر سے الگ غزل ہے

هم مارتے ہیں جس کے اخلاص کے[1] سجن دم — رکھتے ہیں اس کوں اپنے جی سیں[2] عزیز تر ہم
ڈرتے ہیں دیکھ دل میں یہ اہتمام رستم — ہو فرش لاٹھیوں سیں جو تجھ گلی میں جا جم
جس وقت زخم[3] تیرا لگتا ہے غیر کے تان[4] — اس وقت رشک سیتی جاتے ہیں جان مرہم
سات آسماں کے اوپر کرتے ہو سیر بیٹھے[5] — جس وقت سادھنا میں تم گاوٴتے ہو سُر گم
معشوق پن کے گیسو شرط آن گر پڑی ہے — جس کے نہ ہونہہ[6] زلفیں کہیے نہ اس کوں بالم

(3)

نیمہ لبریز امید و نیمہ لبریز بیم — گلشن ایماں کا رعنا گل ہے میرا دل دو نیم
تجھ تجلی کی صفت کیونکر بیاں میں آسکے — دیکھ کر تیری جھمک بے ہوش ہو جا ہے کلیم
اس گلی کے تیئں پہنچ سکتا نہیں[7] میرا غبار — خاک حسرت ہوگئی[8] پر تو کرم کر اے نسیم
رنگ میں جو گندمی ہو اور بدن میں لہم[9] گوشت — اس طرح کا حسن ہو ہے حق میں عاشق کے حلیم
عشق کی آتش میں بے شک معجزا عیسیٰ کا ہے — زندہ اس کے دم سیں ہو ہے شمع جیوں عظم رمیم
بے کسی دل کوں ہمارے آبرو ہے عشق میں — قیمتی ہوتا ہے وہ گوہر جو ہوتا ہے یتیم
تجھ بھواں کے دیکھ کر باتاں و یہ طرز ادا — دل مرا قبلے کے سوں پیارے ہوا جا ہے دونیم
آبرو کہنے میں جیسے زہر کوں میٹھا کہیں — اس طرح اس سنگ دل کا نام ہے عبد الرحیم

(4)

عجب میں ہوں کہ اتے یار ہوے کے باہم — کری ہے ہم سیں سجن تم نے آشنائی کم
ہمارے دل کی غلامی میں کیا قصور آیا — کہ اس کوں دیکھ کے تم اس قدر ہوئے برہم
مگر یہی کہ کبھی تم جو انمنے ہوتے — تو اس طرح کوں تمہاری نہ دیکھ سکتے ہم
کہتے کہ جان اتا ہم سیں کیوں ہو تم ناخوش — میرے گناہ کوں بخشو دلوں سیں ہو خرم
تم اس گناہ کے بخشاونے کوں ہو کے خفا — کہتے[10] ہو سب سیں کہ لڑتا ہے ہم سیں یہ ہر دم
طرح ملاپ و محبت کی پھیر ڈالی ہے — لگے عتاب سیں کرنے ہمن[11] پے ظلم و ستم
خدا کے واسطے اس طرح مہربانی کر — کہ میرے جیو سیں جاتا رہے تمام الم
کہ ہم تو جان سیں اپنی غلام ہیں تیرے — ہمارے حق میں نہ کر[12] تو دریغ اپنا کرم
اگر برے کوں بھی عالم میں آبرو دیجیے — تو خوب یوں ہے کہ رکھ لیجیے اسی[13] کا بھرم

---

۱ کا، ۲ میں، ۳ رحم، ۴ تیئں، ۵ تب ہی، ۶ ہوئیں، ۷ نہیں پہنچ سکتا ہے یہ، ۸ ہوگئے، ۹ نیم، ۱۰ کتے، ۱۱ ہمیں، ۱۲ مگر، ۱۳ اس

(5)

جلتے تھے تم کوں دیکھ کے غیر انجمن میں ہم ‏ پہنچے تھے رات شمع کے ہو کر برن میں ہم
تجھ بن جگہ شراب کے پیتے تھے دم بدم ‏ پیالے سیں گل کے خون جگر کا چمن میں ہم
لاتے نہیں زبان پہ عاشق دلوں کا بھید ‏ کرتے ہیں اپنی جان کی باتیں نین میں ہم
مرتے ہیں جان اب تو نظر بھر کے دیکھ لو ‏ جیتے نہیں رہیں گے سجن اس متھن[1] میں ہم
آتی ہے اس کی بو سی مجھے یاسمن میں آج ‏ دیکھی تھی جو ادا کہ سجن کے بدن میں ہم
جو کوئی کہ ہے گا آپ کوں رکھتا ہے آپ عزیز ‏ یوسف ہیں اپنے دل کے میاں پیرہن میں ہم
کیونکر نہ ہوئے کلک ہمارا گہر فشاں ‏ کرتے ہیں آبرو پے تخلص سخن میں ہم

(6)

ابرو[2] کے نو خطاں میں کری تیغ جب علم ‏ تب فوج عاشقاں کی ہوئی قتل یک قلم
ڈھکاوتے ہیں ہم کوں کمر بند باندھ باندھ ‏ کھولیں ابھی تو جائے میاں کا نکل بھرم
ملنے کی[3] بدھ میں جد[4] سیں نہ آیا کسی حساب ‏ بنیے کا تھا امول جو ہوتا نہ ہٹ دھرم
مرتے ہیں جب کہ آن کے تو توڑتا ہے تان[5] ‏ سگھڑوں کے حق میں جان تیرا ناچنا ہے سم
شوخی سیں تیرے سرو کی دونی ہوئی بہار ‏ رم نے تیرے الف کوں کیا گلشن ارم
کب ہر کسی کوں پیار کریں خوب آبرو ‏ طالع ہوں[6] اس کسی کے کریں اس اوپر کرم

(7)

اے دین و دل کے خون کے پیاسے سیاہ چشم ‏ سیکھی ہے[7] کسی فرنگ سیں تیری نگاہ چشم
دونے ہوا میں شوق کے ہوتے ہیں درفشاں[8] ‏ رکھتی ہے جب پلک پے کبھی برگ گاہ چشم
آواز آوتے ہی ہمیں ہوش گوش میں ‏ تجھ بن جگہ نگاہ کی کرتی ہے آہ چشم
پھر دیکھتے ہی[9] جان گرفتار ہوگیا ‏ دشمن ہوئی یہ دل کی میرے خواہ مخواہ چشم
رہتا[10] ہے بادشاہ کا عالی سپاہ سیں ‏ مژگاں سیں سرکشوں میں ہوئی کج کلاہ چشم

(8)

دلی کے بیچ ہائے اکیلے مریں گے ہم ‏ تم آگرے چلے ہو سجن کیا کریں گے ہم
یوں صحبتوں کوں پیار کی خالی جو کر چلے ‏ اے مہرباں کیوں کے کھودنی بھریں[11] گے ہم

---

۱ یتھن، ۲ .....، ۳ کے، ۴ ضد، ۵ تئیں، ۶ ہرن، ۷ سیکھے ہیں، ۸ پرفشاں، ۹ دیکھنے میں، ۱۰ رہتا، ۱۱ کیونکہ کہوں دن پھریں

جن جن کوں لے چلے ہو سجن ساتھ ان سمیت   حافظ رہے خدا کے حوالے کریں گے ہم
بھولوگے تم اگر جو سدا رنگ جی ہمیں   تو نانو بین بین تمہارے[۱] دھریں گے ہم
اخلاص میں کہتا[۲] ہے تمھیں آبرو ابھی   آئے نہ تم شتاب تو تم سیں لڑیں گے ہم

(9)[۳]

جان تم بن یہ مر گئے ہیں چشم   آب[۴] سیتی گزر گئے ہیں چشم
دل ہمارا تو تھا ہی خانہ خراب   اس سیں دونے اے گھر گئے ہیں چشم
ایک نظر آپ کوں دکھا کے سجن   دل ہمارے کوں کر گئے ہیں چشم
ہر کسی کوں کیا ہے زر نے رام   نام کیوں کر نہ ہو ٹکوں کا دام
تب جا آرام ہو میرے دل کوں[۵]   جب وہ کافر ہو[۶] آپ سیں آرام
ہاتھ آوے سوے نکل جاویں   اب کے معشوقوں[۷] کا یہی ہے کام
گور کوں[۸] روز مت پکڑ کافر   موت کے سیل میں گیا بہرام

(10)

سارے عالم سیں مار کے پڑ[۹] ہم   آگرے ہیں سجن تیرے در ہم
جب کہ ایسا ہو گندمی لونڈا   تب گنہگار کیوں نہ ہو آدم
اس میاں کی صفت میں چل نہ سکا   کمری ہوگیا کمیت قلم
من ہرن اس قدر بھی رم مت کر   بوجھ ظالم کسی کا من[۱۰] کا مرم
شان سیں بات درد کی نہ سنی   میرزائی سیں تم ہوئے بے غم
سر بسر بے سرا ہو جو لونڈا   ماریے اس کے زیر پر یک بم
آبرو کے اوپر کرم جو کیا   اس کے چشموں اوپر رکھے یہ قدم

(11)

جو میاں کہتا ہے[۱۱] اس کا نانو سوکب ہے فہیم   ہے عدم کا انتہا پیارے کمر تیری کا میم
کیوں نہ رووِیں اس طرح اشک طپاں کا حال دیکھ   گود میں انکھیوں کے ہم پالا ہے یہ طفل یتیم
نقد کوں غنچے کو جیوں مت باندھ اپنے ہاتھ میں   جائے گا برباد رہتا ہے نہ زر باقی نہ سیم

---

۱ تم کو، ۲ کتا، ۳ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں یہ تین اشعار کی جدا غزل ہے اور اس کے چوتھے شعر سے ۱۱/ اشعار کی الگ غزل ہے جس میں غزل نمبر دس کے جملہ اشعار شامل ہیں، ۴ آپ، ۵ میں، ۶ ہوں، ۷ معشوق، ۸ کا، ۹ پر، ۱۰ کے جی، ۱۱ ہوں

خون ہوا غنچے کا کھلنا دیکھ کر رنگ بہار   بوجھ دنیا کی طرح دل کی ہوئی امید بیم

متفرقہ

ڈرایا مت کرو عاشق کوں ہردم   اتا حوّا بھی ہوتا ہے نہیں آدم

دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم   ہو آئے ہیں ابھی تو پھر آ کر ہم

لالچی کیوں آب[1] کوں مشہور کروایا ہے تم   مانگتے ہو کیا سجن کچھ ہم پے دھروایا ہے تم

کھیلیں تھے تم سیں غیر جبھی مل کے گنجفا   تب دیکھ دیکھ رشک سیں ہوتے تھے[2] سوخت ہم

خط تراشی سیں ہوئے جو خوب روجگ میں علم   ان کے تئیں برجا ہے کہنا صاحب سیف وقلم

اس سخت دل کوں نرم کرو یا امام قوم   تیرے قدم شریف نے پتھر کیا ہے موم

ردیف ن

(1)

ہم جاں بلب ہیں مرگ اوپر دل دھرے کے جیوں   حرکت نہیں یہ[3] حس ہے ہمن میں مرے کے جیوں
انکھیوں کا عیش تلخ ہے تم بن ٹک آ ملو   کڑوے انجھو سیں گھر کوں بھرا گھڑے کے جیوں
گل رنگ تجھ عذار کے سبزے کوں کیا کہوں   لالے کے بیچ خوب لگے ہے ہرے کے جیوں
عاشق ستاؤنے کوں سمجھنا ہے کیا مزاج[4]   کیوں غیر بیچ بات کہی مسخرے کے جیوں
ہیں تجھ گلی میں لخت میرے دل کے پائمال   صحن چمن میں برگ کلی کے جھڑپڑے کے جیوں
طفلاں کے سنگ در ہیں دوانے کوں آبرو   دل مست کے بغل میں ہے شیشے بھرے کے جیوں

(2)

تب[5] سیاہ ہوا روز اے سجن تجھ بن   مثال شمع جلے اہل انجمن تجھ بن
ہوئی ہے جان مجھے زندگی مرن تجھ بن   کفن ہوئے[6] ہیں بدن کے اوپر بس تجھ بن
نہ شہر بیچ میرا دل لگے نہ صحرا میں   کچھ آوتی نہیں اے ماہ مجھ سیں بن تجھ بن

---

[1] آپ، [2] ہیں، [3] نہ، [4] مزاخ (مذاق)، [5] شب، [6] ہوئی

ہوا ہے آگ شعلا شراب پیالے میں
لگا ہے جام[1] لباں کوں میرے دہن تجھ بن

اداس دل یہ[2] ہمارا کہیں نہ جا پرچا
کٹھن ہوا ہے مجھے شہر میں بس تجھ بن

کبھی تو یاد کر اخلاص فاتحہ کہنا
کہ آبرو کا ہوا ہجر سیں مرن تجھ بن

(3)

مت غضب کر چھوڑ دے غصا سجن
آ جدائی خوب نہیں مل جا سجن

بے دلوں کی عذر خواہی مان لے
جو کہ ہونا تھا سو ہو گزرا سجن

تم سوا ہم کوں کہیں جاگہ نہیں
پس لڑو مت ہم سیتی بے جا سجن

مر گئے غم سیں تمہارے ہم پیا
کب تلک یہ خون غم کھانا سجن

جی[3] لگے اب کاٹنے اخلاص کے
کیا یہی تھا پیار کا ثمرا سجن

چھوڑ تم کوں اور کس سیں ہم ملیں
کون ہے دنیا میں کوئی تم سا سجن

پانو پڑتا ہوں تمہارے رحم کر
بات میری مان لے ہاہا سجن

تنگ رہتا کب تلک غنچے کی طرح
پھول کے مانند ٹک کھل جا سجن

آبرو کوں کھو کے پچھتاؤ گے تم
ہم کوں لازم ہے اتا کہنا سجن

(4)

عشق میں بخت کی امداد نہیں
چرخ بے داد کی فریاد نہیں

سبزۂ خط نہیں ہے جس لب پر
اسے[4] بوسے میں کچھ سواد نہیں

قید یہ آب و گل کی مشکل ہے
سرو بھی دیکھ کہ آزاد نہیں

قول ہر چند استوار دیے
آبرو لیکن اعتماد نہیں

(5)

عشق ہے اختیار کا دشمن
صبر و ہوش و قرار کا دشمن

دل تیری زلف دیکھ کیوں نہ ڈرے
جال ہو ہے شکار کا دشمن

ساتھ اچرج ہے زلف و شانے کا
مور ہوتا ہے مار کا دشمن

دل سوزاں کوں ڈر ہے انجھواں سیں
آب ہو ہے شرار کا دشمن[5]

کیا قیامت ہے عاشقی کے رشک
یار ہوتا ہے یار کا دشمن

---

۱ جان، ۲ پہ، ۳ جو، ۴ اس کے، ۵ یہ شعر زائد ہے

لگا ہے ہم سیں زر گری کرنے ہوا ہے یہ سنار کا دشمن
آبرو کون جا کہ سمجھاوے کیوں ہوا دوست دار کا دشمن

(6)

غم نہیں اگر شراب کی مجلس میں ہم نہیں ہم کوں تمہارے عشق کے یہ کیف کم نہیں
کیوں مارتے ہو تیغ نکلتا نہیں ہے خوں عاشق کے تن میں جان پیارے کہ دم نہیں
قایل تیری کمر سیں ہم نین دھریا کہتا تھا وہ وجود میں جگ کے عدم نہیں

(7)

جامے نے تنگ تیرے ہم کوں کیا ہے بس میں ٹک آ گلے سیں لگ جا مرتا ہوں اس ہوس میں
بن ہاتھ کے چھوئے ہی ہوتے ہیں ضعف لونڈے رنڈی سے یہ[1] زیادہ نازک ہیں یہ نہ حق میں[2]

(8)

مت مہر سیتی ہاتھ میں لے دل ہمارے کوں جلتا ہے کیوں پکڑتا ہے ظالم انگارے کوں
چہرے کوں چھڑکاؤ کیا ہے انجھو نے یوں پانی کی دھار کاٹتی ہے[3] جیوں کرارے کوں
ٹک باغ میں شتاب چلو اے بہار حسن گل چشم ہو رہا ہے تمہارے نظارے کوں
معقول کیوں رقیب ہو منت سیں خلق کی کوئی خوب کر سکے ہے خدا کے بگاڑے کوں
میں آ پڑا ہوں عشق کے ظالم بھنور میں آج ایسا کوئی نہیں کہ لگاوے کنارے کوں[4]
مرتا ہوں ٹک[5] رہی ہے رمق دآرس دکھا[6] جا کر کہو ہماری طرف سیں پیارے کوں
سینے کوں ابرواں نے تیرے یوں کیا فگار تختے اوپر چلاوتے ہیں جیوں کہ آرے کوں
اپنا جمال آبرو کوں ٹک دکھاو آج مدت سیں آرزو ہے درس کی بچارے کوں

(9)

ہوتی ہے ہر پلک میں[7] قتل عاشقاں کی جان کرتی ہے کام تیغ کا پیارے تیری میان
ایسی کہ دل میں تیر سی آ کر لگی نہ ہو پائی گئی ہے جان تیرے حسن میں کم آن

(10)

بتاں پتھر ہیں سارے ہم سخن عاشق سیں کیونکر ہوں[8] اگر ہنس کر کے کبھی بولے ہوں اے[9] ہم سیں تو کافر ہوں
رقیب اب ہو چلے ہیں شیران کوں کہہ اگر ماریں[10] تو عاشق کی شجاعت کے سجن تب سب کوں باور ہوں

---

١ بھی، ٢ خصمیں، ٣ کے دھارے کاٹتے ہیں، ۴ یہ شعر زائد ہے، ۵ لگ، ٦ دکھاؤ، ٧ منیں، ٨ ہو، ٩ یے،
١٠ کوں گھیر کر ماریں

کسی کی بات کی برداشت نہیں ان سادہ رویاں[۱] کوں — اگر دم ماریے تو آئینے کے جیوں مکدر ہوں

میرا موتی سا دل توڑا ہے بخشاتے ہو کیا میں بھی — تمہارے لعل سے لب کوں جو دکھ دوں برابر ہوں

لگائی غیر نے آتش تو کیا ڈر آبرو ہم کوں — میں اپنے انجھواں کی[۲] گرم جوشی سیں سمندر ہوں

(11)

فجر اٹھ خواب سیں گلشن میں تم نے جب[۳] ملی انکھیاں — گئی[۴] مند شرم سوں نرگس کے پیارے جیوں کلی انکھیاں

نظر بھر دیکھ تیرے آتشیں رخسار اے گل رو — میرے دل کے برنگ قطرۂ شبنم گلی انکھیاں

خراماں آب حیواں جیوں چلا جب جان آگیں[۵] سیں — انجھو کا بھیس کر پچھو[۶] سیں پیارے یہ چلی انکھیاں

تمھیں اوروں سیں دونا دیکھتے ہیں خوشنمائی میں — ہنر جانے ہے اپنا آج عیب اے احولی انکھیاں

پکڑ مژگاں کے پنجے سوں مروڑا یوں میرے دل کوں — تیری زور آوری میں آج رستم ہیں بلی انکھیاں

تیرا ہر عضو پیارے خوشنما ہے عضو دیگر سیں — مژہ سیں خوب تر ابرو و ابرو سیں بھلی انکھیاں

تحیر کے پھندے میں صید ہو کر چوکڑی بھولے — اگر آہو کوں دکھلاوٗں سجن کی اچپلی انکھیاں

ہوئی فانوس گردوں کے سیہ کاجل سوں سر تاپا — شب ہجراں میں تیری شمع ہو یہاں لگ جلی انکھیاں

زباں گر اپنی مژگاں کوں لگی ہیں ریختی پڑھنے — ہوئی ہیں آبرو کے وصف میں تیری ولی انکھیاں

(12)

کس کی رکھتی ہیں یہ مجال انکھیاں — کہ دیکھیں مکھ تیرا سنبھال انکھیاں

سرمہ سیتی بنا سیاہ برن — آج دل کوں ہوئی ہیں کال انکھیاں

رقص انکھیوں[۷] کا بے اصول نہیں — کف مژگاں سیں دیں[۸] ہیں تال انکھیاں

جب اٹھاتی ہیں گریہ سے طوفاں — کف دریا کریں رومال انکھیاں

صید کرنے کوں دل کے مژگاں سیں[۹] — روپتے ہیں بنا کے جال انکھیاں

دل کوں ایک تل نہیں میرے آرام — لگی ہیں جب سوں تیرے نال انکھیاں

دل کی خونی اگر نہیں تو کیوں — اس قدر ہیں تمہاری لال انکھیاں

تیر مژگاں کمان ابرو سیں — مارتی ہیں جگر میں بھال انکھیاں

آبرو جب کبھی نگاہ کریں — تب لے جان تن سیں جی نکال انکھیاں

(13)

کرتی ہیں ہر نگہ[۱۰] میں وار انکھیاں — لگتی ہیں دل میں جیوں کٹار انکھیاں

---

۱ یاروں، ۲ کے، ۳ جب تم نے، ۴ گئیں، ۵ آگے، ۶ پیچھوں، ۷ انجھواں، ۸ سوں دے، ۹ سو، ۱۰ نگاہ

ہر نگہ میں ادا و غمزے سیں   کرتی ہیں کام کئی ہزار انکھیاں
خواب میں دیکھنے کوں ترے تیئں   نیند لیں بخت سیں ادھار انکھیاں
دل کی تب آرزو کا منہ دیکھا   یار سیں جب ہوئیں دوچار انکھیاں
اس برو دوش کی تمنا میں   سرسوں پگ لگ ہوئیں کنار انکھیاں
اس گھڑی کوں دکھاو یا اللہ   کہ ملاوے انکھیاں سیں یار انکھیاں

(14)

تمہاری جب سیں آئی ہیں سجن دکھنے یہ[1] لال انکھیاں   ہوئی ہیں تب سیں دونی خوشنما صاحب جمال انکھیاں
قیامت آن ہے اس وقت میں ان پر نزاکت کی   دیکھو آئی ہیں دکھنے وکس جھمک سیں یہ چھنال انکھیاں
ایسے کیوں ٹوٹ آئیں جوش سیں پیارے حرارت کے   لگی تھی گرم ہو کر اس قدر یہ کس کی نال انکھیاں
علاج ان کا ہے پیارے عاشقوں کے رنگ[2] کی ہلدی   رنگین اس میں کہو کپڑا کریں اپنا رومال انکھیاں
میرا دل پوٹلی کی طرح ان پر شکی[3] ٹک پھیرو   مجرب ٹوٹکا ہے اس سیں[4] آجاں گی بحال انکھیاں
ضرر ہے تند ہو کر دیکھنا بیمار کوں پیارے   ٹک اک پرہیز کر عاشق پے دو دن مت نکال انکھیاں
میرا دکھتا ہے جی یہ انمناہٹ دیکھ کر ان کا   ابلتا ہے بہت جب دیکھتا ہوں میں یہ لال[5] انکھیاں
نذر بدتا ہوں اپنی جان و جی کوں میں کروں صدقے   اگر دیویں مجھے اپنی شفا ہونے کی فال انکھیاں
سزا ہے ان کے تیئں یہ درد تھوڑا سا کہ کرتی ہیں   ہمیشہ چشم پوشی آبرو کا دیکھ حال انکھیاں

(15)

دیکھا ہے ہم نے یار کا منہ جب سیں خواب میں   آتی ہے نیند تب سیں ہمیں آفتاب میں
خجلت سیں تجھ نگہ کی سجن غرق خوں ہوا   دیکھا یہ حال ہم نے نشے کا شراب میں
کس کی نگاہ مست کی گرمی سیں دل جلا   آتی ہے اب شراب کی بو اس کباب میں

(16)

نہ ہووے کام دل کا کیوں کہ حاصل عجز و خواری سیں   کہ دانا ہو ہے سبز افتادگی کی[6] خاکساری سیں
جلا کر کے کیا سر تا قدم دل نے بہم[7] ہم کوں   جلا گھر یار سب اس ایک ذرا سے انگارے[8] سیں
پھر آخر آبرو کوں کھو کے پچھتاؤ گے تم پیارے   یہ اتنی بات میں کہتا ہوں تم کوں دوست داری سیں

(17)

مجھے عاشق مقرر کر کے یہ کیا ہے ستم کرناں   سجن یوں خوب نہیں ناحق کسی کوں متہم کرناں

---

۱ کو، ۲ سنگ، ۳ لے کے، ۴ میں، ۵ ملال، ۶ سیں، ۷ میں بھسم، ۸ ذرہ سی انگاری

دوانے تجھ درس کے اشک ریزی سیں ہوئے دونے   نہیں نافع ان انکھیاں کے جنوں کوں خون کم[1] کرناں
چلے جاتے ہو دونے جلد جیوں جیوں ہم بلاتے ہیں   کرم کرنا ہے لازم آشنائی میں نہ رم کرناں

(18)

جی نکلتا ہے میرے دل کا بلا لے اس کوں   نزع کا وقت ہے ٹک لا کے ملا لے[2] اس کوں
دل نادان یہ ظاہر کے تغافل سیں جلا   باطنی لطف کا نہیں علم بوجھا لے اس کوں

(19)

ہمارے سانولے کوں دیکھ کر جی میں جلی جامن   لگا ہے گا[3] سواد اس کا نہیں لگتی بھلی جامن
سراپا آج نمکینی و نرمی و گدازی سیں[4]   ہوا یہ سانولا گویا نمک میں کی گلی جامن
لگے ہے ترش ظاہر میں پے ہے یہ سانولا میٹھا   مزے داری میں ہے گویا یہ مصری کی ڈلی جامن
تمہارے رنگ کی تمثیل اس کوں دوں تو کھل جاوے   خوشی میں سانوری ہو کر کے کویل کی کلی جامن
کیا رم سانولے[5] نے آبرو کوں دیکھ کر پانی   لگا برسات کا موسم دیکھو یارو چلی جامن

(20)

سیر بہار حسن ہی انکھیوں کا کام جان   دل کوں شراب شوق کا ساغر مدام جان
طرز نگاہ عجز یہی عرض حال ہے   اے رمز داں ہمن کی انکھیوں کا کلام جان
رسوا کریں گے تجھ کوں جگت میں نہ تھال[6] اشک   انجھواں کوں دشت اور صف مژگاں کوں نام[7] جان
تیری گلی میں دیدۂ و دل فرش راہ ہیں   آہستہ ٹک قدم کوں رکھ اے خوش خرام جان
وحدت میں بے خودی کا عبادت ہوا ہے نام   مے خانے کوں ادب سیتی بیت الحرام جان
تیغ اجل سوں کس کا سلامت رہا ہے جیوں   شوخی سوں[8] جب نگاہ کریں قتل عام جان
اس کوں شرف ہے جس کی کریں بندگی قبول   جو آبرو طلب ہیں سو اپنا غلام جان

(21)

لٹایا چاہتی ہیں خاک وخوں میں مجھ بچارے کوں   سمجھتا ہوں تیری شمشیر ابرو کے اشارے کوں
کبھی نرگس کبھی گل ہو میرے خاک عدم سیتی[9]   نکلتی ہیں انکھیاں ہر فصل تمنا کے نظارے کوں
میری انکھیاں بنا کر دانہ ہائے اشک کی تسبیح   فجر اٹھ دیکھتی ہیں تجھ درس کے استخارے کوں

(22)

سرسوں لگا کے پاو تلک دل ہوا ہوں میں   یہاں لگ ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

---

۱ خوں سے، ۲ بلالے، ۳ پھیکا، ۴ سوں، ۵ سانورے، ۶ نہال، ۷ شام، ۸ سیں، ۹ تسی

سیکو[1] نگاہ گرم سیں خوش چشم کی مجھے | شمشیر اس بھواں کی[2] سیں گھایل ہوا ہوں میں
مانند آسماں ہے مشبک میرا جگر | کس کی نگاہ سیں آج مقابل ہوا ہوں میں[3]
زلف مطول و دہن مختصر کوں دیکھ | تیرے درس کے علم میں فاضل ہوا ہوں میں
بھاری ہے دیکھنا میرا تجھ گن رقیب کوں | چھاتی ہے اس کی آج بجر سل ہوا ہوں میں

(23)

خشمگیں ہو جب گرہ ڈالے صنم ابرو منیں | پیچ و تابی کا اثر تب سوں ہوا ہے مومنیں
آب حیواں جیوں چھپا ہو پردۂ ظلمات میں | چشمۂ خورشید یوں پنہاں ہے تجھ گیسو منیں
اے صنم کافر نگاہی سوں تری یہ چشم شوخ | استاد سامری ہے شیوۂ جادو منیں
عاشق و معشوق میں کیوں دخل کرتا ہے رقیب | یک سر مو کی بھی گنجائش نہیں ان دو منیں
شیخ مے خانہ میں سر خالی عبث کرتا ہے کیوں | وعظ کب سنتے ہیں مستان شور ہائے و ہو منیں
رنج و راحت ہے جنوں کا عنصر ذاتی ہے درد | دل سمندر ہو دھسا[4] ہے عشق آتش خو منیں
آبرو لڑکوں سیں کہنی بات نادانی ہے جان | اشک نے رسوا کیا ہے کوچۂ دہر کو منیں

(24)

دل ہے تیرے پیار کرنے کوں | جی ہے تجھ پر نثار کرنے کوں
یک لہر لطف کی ہمیں بس ہے | غم کے دریا سوں پار کرنے کوں
چشم میری ہے ابر نیسانی | گریۂ زار زار کرنے کوں
چشم نیں انجھواں کی بستی لی | ظلم تیرا شمار کرنے کوں[5]
رشک سیں جب کوئی چھوے وہ زلف | دل اٹھے مار مار کرنے کوں
اس ادا سوا لٹک لٹک مت آ | دل مرا بے قرار کرنے کوں
نانو کوں گرچہ توں ممولا ہے | باز ہے دل شکار کرنے کوں
کیا کروں کس سیں جا لگاؤ گھات | آبرو اس کے یار کرنے کوں

(25)

نازنین جب خرام کرتے ہیں | تب قیامت کا کام کرتے ہیں
گل پے جیوں اس یوں تیرے مکھ پر | ٹوٹ دل اژدحام[6] کرتے ہیں

---

۱ سینکوں، ۲ کے، ۳ یہ شعر اضافی ہے، ۴ ویسا، ۵ یہ شعر اضافی ہے، ٦ اژدہام

تم نظر کیوں چرائے جاتے ہو جب تمھیں ہم سلام کرتے ہیں
کیا تماشا ہے جب کہ دو معشوق مل کے باہم کلام کرتے ہیں
مومنوں کے دلوں کوں یہ بدکیش کافری کر کے رام کرتے ہیں
عشق کی صف منے نمازی سب آبرو کوں امام کرتے ہیں

(26)

سخن رنگین مگر اعجاز ہے صاحب جمالوں کوں
جدا ہر بات میں کرتے ہیں گویا لب سیں لالوں کوں
جو قطرے ہیں سو چشموں کی طرح دریا ہو کر امنڈے[1]
اگر گنجی ہو مژگاں کھول دیں انجھواں کے تالوں کوں
مگر ماما سیں اپنے بو الہوس نے شوق یہ سیکھا
کہتا ہے چاہتا ہوں یار کے گالوں کے خالوں کوں
جدی نسبت ہے میرے دل کوں لڑکوں سیں رقیبوں کے
لڑے تو کیا ہوا کرتا ہوں پیار ان خورد سالوں کوں
تبھی بے اختیار انکھیوں سیں چلتا ہے امنڈ پانی
جبھی منہ بند کر کے روکتا ہوں دل میں[2] نالوں کوں
لہر کھا کھا کے غم کی کیوں نہ مرجا[3] آبرو وہ دل
جو گورے چھوڑ کر کے چاہتا ہے جی سیں کالوں کوں

(27)

دل نہیں ہوتا کہ اپنا جی تجھے اے مہ کہوں
جی سیں بھی پیارا کچھ اک چھپے کہ تجھ کوں وہ کہوں
اے جو بانکے چال چلتے ہیں بتاں فرزیں کی طرح
بات[4] ہو جان سب اگر آ جا مرا وہ شہ کہوں
نام روشن تجھ کوں کرتا[5] ہے یو مثل آفتاب
تو پیارے توں جگت میں رات کوں مت رہ کہوں
آدم بے دل کوں رہتا صاحب دل کا کہاں
یک بغیر[6] از صفر ہو سکتا ہے[7] ہرگز وہ کہوں
مل رہے ہیں عاشق اور معشوق آپس میں دلوں[8]
کیا ہوا ظاہر جدائی[9] وہ کہوں اور یہ کہوں
دل سیں نہیں کہنا کہ جو مرجا[10] تو وہ ملنے کا نہیں
اس سخن کوں سن کے مت مرجاے وہ ابلہ کہوں
آبرو کا یار ہے تو حرف سب کے راز کا
کان سیں سن بر[11] زبان سیں بات کوں مت کہہ کہوں

(28)

بو الہوس تم ہی کئے ہیں یار[12] سارے خوب نہیں
عاشق آزردا ہیں سب تم سیں تمہارے خوب نہیں
چار ابرو ہو کے کچھ تم ہوگئے ہو چار مغز
عاشقوں کے ساتھ یہ اٹکھیل پیارے خوب نہیں[13]
دل میں اپنے جانتا ہے بے حیا وہ اور کچھ
غیر[14] انکھیوں سیں انکھیاں مت ملارے خوب نہیں

---

[1] اڈیں، [2] کے، [3] غم کیوں نہ مرجائے، [4] مات، [5] کرنا، [6] نفر، [7] نہ، [8] وہ یوں، [9] جدا ہے، [10] کہتا ہے کہ جو مرجاتا، [11] پر، [12] نیں کیے ہیں پارسا، [13] یہ شعر اضافی ہے، [14] غیر کی

غیر تم سیں مل کے موجیں مارتے ہیں عیش کی   آبرو کوں تم نے چھوڑا ہے کنارے خوب نہیں

(29)

کہاں رکھتا تھا ان لونڈوں سیں ہرگز اے[1] بھروسے میں   کہ اوروں سیں ملے بڑھ کر چوبانی اور بوسے[2] میں
گنہ کے بن کئے عاشق کوں جو لونڈا کہ گالی دے   سزا ہے کاٹھ[3] کھانا ہونٹ اس کے مل کے بوسے[4] میں

(30)

دیکھو تو بے رحم عاشق نے تجھے چھوڑا نہیں   کس قدر بے رویاں دیکھی[5] پے منہ موڑا نہیں
ایک چسپاں ہے تجھی پر خوش نمائی کی قبا   دوسرا کوئی جامہ زیبوں میں ترا جوڑا نہیں
لٹ پٹے سج نے تیرے دل کوں کیا ہے لوٹ پوٹ   ورنہ عالم پیچ ٹک بندوں کا کچھ توڑا نہیں
دیکھنا شیریں کا اس کوں سخت لاگا سنگ سیں[6]   بے سبب فرہاد[7] نے سر سیں پتھر پھوڑا نہیں
آدمی درکار نہیں سرکار میں حیوان ڈھونڈ   کون بوجھے یہاں[8] سپاہی کے تئیں گھوڑا نہیں
جیو نے مرنے میں حق اوپر توکل ہے اسے   آبرو نے زخم کے کھانے سیں ہاتھ اوڑا نہیں

(31)[9]

کیوں تیر مارتے ہو تم غیر کے جگر میں   وہ خوش مزہ ہمارے بیٹھا ہے آج سر میں
کیونکر مدعی سوراخ ہو جگر میں   پی کے خون اپنا کرتا ہوں درگزر میں
بارے میں حسن کے کیوں اوبجے نہ خوب روئی   ہوتے ہیں اس چمن کے سب نونہال بر میں
سردے کے صید اس کا ہووے نشہ کوں سردی   الٹا ہے نیاو میرے صیاد کے نگر میں
انسان کیوں پیاسے ترسا کے تو نے مارے[10]   رکھتا تھا آب حیواں کافر جو تو ادھر میں
شعر آبرو کا رنگین مضمون کے سبب ہے   سرخی جھلک رہی ہے ریشم کی اس گہر میں

(32)

عاشق بپت کے مارے روتے ہوئے تدہر[11] جاں   پانی سیں اس طرف کی راہیں تمام بھر جاں
ہرگز تیرے لباں کی سرخی کے تئیں نہ پہنچے   ہر چند سعی کر کر یاقوت و لعل مرجاں
جنگل کے بیچ وحشت گھر میں خفا و کلفت   اے دل بتا کہ تیرے مارے ہم اب کدھر جاں
یک[12] عرض سب سیں چھپ کر کرنی ہے ہم کوں تم سیں   راضی ہوکر کہو تو خلوت میں آ کے گر جاں

---

۱ یہ، ۲ جو پالے اور پوسے، ۳ کاٹ، ۴ مل بوسے، ۵ دیکھیں، ۶ میں، ۷ فریاد، ۸ یاں، ۹ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں غزل کے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے، ۱۰ مارا، ۱۱ جدھر، ۱۲ اک

(33)

میرے انجھواں کی خجلت سیں سدا رہتا ہے ترسانوں
کہاں سکتا ہے میرے[1] چشم کے عہدے سیں برسانوں

جھٹک ڈالے سیں دامن کے گرے چو[2] گردیوں انکھیاں
اگر اپنی پلک جھاڑیں تو گر پڑتا ہے جھڑسانوں

پڑے کیوں کر نہ بھادوں کی بھرن انکھیوں سیں عاشق کی
سجن تم غیر سیں لاگے ہو اپنے پانو پر سانوں

پڑی ہے ہوڑ آ کر عاشق اور معشوق میں باہم
ادھر سیں چشم تر اس کی برستی ہیں اِدھر سانوں

عجب کیا ہے کہ مارے رشک[3] کے بجلی کے جیوں تڑپھے
ہمارے رونے کوں آبؔرو دیکھے اگر سانوں

(34)

بیان کر کر تیرے لب کے جو میں جس وقت روتا ہوں
صفت میں لعل تر کے تب گویا موتی پروتا ہوں

کیا ہے پیر مجھ کوں ابرواں نے نوجوانوں میں
جسے دیکھوں تسی کوں دیکھ کر کے ضعف ہوتا ہوں

(35)

بھل[4] مانسی میں ترے عاشق ہوئے ہیں افزوں
سنجیدگی سیں لڑکا لگتا ہے سب کوں موزوں

لیلیٰ وشوں کے آگیں سب علم نبڑ ہو ہے
ان کافروں کے آگیں[5] ہوتا ہے بید مجنوں

کرتا ہے سرکشوں کوں ہموار عشق آ کر
مجنوں کی شان آگیں ہوتا ہے کوہ ہاموں

قدرت سیں دل ہوا ہے ابھی[6] تمام عالم
مرکز بنا نقطہ کا پھر دایرہ ہو گردوں

دیکھ عاشقی کے[7] بسمل مرتے ہیں میرزائی
خواری کی جان عزت ہوجا ہے[8] آبؔرو کوں

(36)

مدتیں گزری ہیں ہم کوں یا معین الدین حسین[9]
انتظاری میں کہتا ہے خواب کے[10] آرام و چین

کرکے وعدہ اس طرح جاتے ہو اپنے جی سیں بھول
فرض[11] ہوتا ہے ادا کرنا اگر ہو سر پے[12] ین

اس قدر غافل نہ ہوتے آشنا کے حق میں[13] تم
دی کسی دشمن نے میرے دل کی شاید تم سیں سین

آبؔرو کوں چاہتے تو دروغی مت نہ ہو[14]
آشنا صادق کیا ہے ان نے سب میں تم کوں عین

(37)

قدردان شوق محبت[15] کا تمھیں جان سجن
چاہ کر دل سیتی آئے ہیں زیارت کوں ہمن

مرگئے تھے تیری سن[16] کے سجن تعریفیں
اٹھ کے دیدار کوں دوڑے[17] ہیں گویا پھاڑ کفن

---

۱ آمجھ، ۲ جو، ۳ اشک، ۴ بھلی، ۵ سنمکھ، ۶ آپ ہی، ۷ آبروکے، ۸ چاہے، ۹ حسن، ۱۰ ہوں جھٹ گئے، ۱۱ قرض، ۱۲ بسرے، ۱۳ سے، ۱۴ بنو، ۱۵ شوق ومحبت، ۱۶ سن سن، ۱۷ دوڑیں

روبرو یار کے رہتا ہے ادب سیں خاموش　　　آبرو کے نہیں کچھ عجز و غریبی میں سخن

(38)

ڈر خدا سیں خوب نہیں یہ وقت قتل عام کوں　　　صبح کوں کھولا نہ کر اس زلف خون آشام کوں
بو الہوس کوں شوق کی گرمی کہ آئی ہے پسند　　　خوش کیا ہے روستائی نے مگر حمام کوں

(39)

دل کی لگیں سیں قدر ہوئی اس کے قد کے تئیں　　　لاگے ہے صفر ایک کے گویا عدد کے تئیں
وہ آتشیں غدار ہوا جب کہ جلوہ گر　　　تب آگ میں پسند کیا چشم بد کے تئیں[1]
خود بنی آدم[2] کو بڑی سخت قید ہے　　　پھوڑ آینا و توڑ سکندر کی سد کے تئیں

(40)

حسن ہے پر[3] خوب رویاں میں وفا کی خو نہیں　　　پھول ہیں اے سب پے ان پھولوں میں ہرگز بو نہیں
حسن ہے خوبی ہے سب تجھ میں پے ایک الفت نہیں　　　اور سب کچھ ہے پے جو ہم چاہتے ہیں سو نہیں
گھر اجالا تم کوں کرنا ہو اگر احسان کا　　　تو دیا جو کچھ کے ہو پھر نام اس کا لو نہیں
بات جو ہم چاہتے ہیں سو تو ہے تم میں سجن　　　بے دہن کہتے ہیں تو کیا ڈر ہے[4] تم کوں گو نہیں
آبرو ہے اس کوں کیونکر اس طرح کا جانئے　　　تم تو کہتے ہو پر ایسا کام اس سیں ہو نہیں

(41)

کنھیاں کی طرح پیارے تیری انکھیاں یہ سانولیاں[5]　　　کریں گے ہند میں دعویٰ خدائی کا ہم اٹکلیاں
ہوا ہے ہم کوں دنیا میں میسر سیر جنت کا　　　ملیں ہیں ذوق سیں پھرنے کوں اپنے یار کی گلیاں
میاں کہنے سیں ان کتے رقیبوں کے تم عاشق پر　　　اتے جو غرش کرتے ہو اے باتیں نہیں بھلیاں
ایسی کیوں رسمسی ہو جانہ[6] اور کیوں لال ہیں انکھیاں　　　اگر تم نے کری نہیں غیر سیں مل رات رنگ رلیاں

(42)

دوانا سیر کر آیا ہے ایسا کون سا گلشن　　　کہ نقش پا سیں اس کے ہے پر از گل دشت کا دامن
کیا گرداب خنجر سیں رقیباں نے تیرے دریا　　　ملا ہوں تجھ سوں[7] اے رشک یوسف آج پیراہن

(43)

کہو تم کس سبب روٹھے ہو پیارے بے گنہ ہم سیں　　　چرانے کیوں لگی ہیں یوں تری انکھیاں نگہ ہم سیں

---

۱ یہ شعر اضافی ہے، ۲ اپنی آدمی، ۳ پر ہے، ۴ (کہ)، ۵ سانوریاں، ۶ مرجان، ۷ سیں میں

اتی نامہربانی کیوں کری ناحق غریبوں پر — کیا کیا ہم نے ظالم اپنے جی کی بات کہہ ہم سیں
کیا تھا نقد جاں اپنا نثار اس واسطے تم پر — کہ بے تقصیر یوں دل میں رکھو گے تم گرہ ہم سیں
تغافل چھوڑ[1] ظالم بے تکلف ہو ستم مت کر — کپٹ کی آشنائی[2] یہ نہیں سکتی نبہ ہم سیں
تمہاری طرح ملنا چھوڑ کر بے درد ہو رہنا — کہو کیوں کر کے ہوسکتا ہے جیتے جیو یہ[3] ہم سیں
لگے ہیں غیر فرزیں کی طرح مل کجروی کرنے — ہمیشہ جو کہ کھا جاتے تھے سب باتوں میں شہ ہم سیں
میں اپنی جان سیں حاضر ہوں لیکن آبرو تو رکھ — خدا کے واسطے اتیا بھی تو روکھا[4] نہ رہ ہم سیں

(44)

جب کمر کستا ہے اپنی تو میاں — پیچ کھا جاتا ہے تب ہر مومیاں
دیکھ دل کے شوق کی سرشاریاں — مست ہو کلیاں چمن کی جھومیاں
زلف سیں اب دل کوں کچھ آزار نہیں — ناگ گھر کا ہوگیا ہے بھومیاں
دیکھ گل کوں دل دیوانا ہوگیا — اس پری رو کی ہے اس میں بو میاں
دل کوں ترے لب کے ہے بوسے کا شوق — اشک انکھیوں سیں بہے[5] ہیں جو میاں
گندمیں[6] رنگوں کے نہیں لائق وہ خام — بوالہوس کوں کہہ چباوے او میاں
من ہرن سب صید ہیں تجھ چشم کے — نام تیرا کیوں نہ ہو شیرو میاں
آبرو کوں شام ہو جاتا[7] ہے صبح — جب کبھی پاتا ہے تیرا رو میاں

(45)

گرچہ اس بینا[8] ہستی کے عناصر چار ہیں — لیکن اپنے نیست ہوجانے میں سب ناچار ہیں
دوستی اور دشمنی ہے ان بتاں کی ایک سی — چار دن ہیں مہرباں تو چار دن بیزار ہیں
جی کوئی منصور کے جیوں جان کرتے ہیں فدا — وہ سپاہی عاشقوں کی فوج میں سردار ہیں
اے جو سجتی ہیں کٹاری دار مشرو کے آزار[9] — مارنے کے وقت عاشق کے ننگی تروار ہیں
دوستی اور پیار کی باتوں بے خوباں کی نہ بھول — شوخ ہوتے ہیں نپٹ عیار کس کے یار ہیں
جو نشا جوانی کا اترے گا تو کھینچیں گے خمار — اب تو خوباں سب شراب حسن کے سرشار ہیں
کس طرح چشموں سیتی جاری نہ ہو دریائے خوں — تھل نہ پڑا[10] آبرو ہم وار اور وے پار ہیں

---

۱ چھوڑنا، ۲ کریہ، ۳ یہ گناہ، ۴ روکھا تو، ۵ آنکھوں سیں رہے، ۶ گندمی، ۷ جاتی، ۸ بنیاد، ۹ بے جو سجتی ہے کٹاری دار مشروع کی ازار، ۱۰ تھل نہ پیرا

(46)

دل میں ہے اب کسی کوں پیار کروں　　پیار کر کرکے اس کوں یار کروں
ہاتھ آوے اگر جو عمر خضر　　بیٹھ کر اس کا انتظار کروں
خوش نہیں آبرو سیں وہ ہرگز　　اس سیں بہتر کہ میں کنار کروں

(47)

بانی[۱] تمہارے راگ کی کیا کیجیے بیاں　　کرتی ہے کام بان کا ہر ایک تیری تان
سیدھے ہی کام کرتی ہے پھرنی کا تیرے تان　　شمشیر ہے اصیل وہ کب چاہتی ہے سان
ادھر سدا گلے سیں نکلتی ہے روح محض　　سن کر ادھر بدن سیں نکلتی ہے میری جان
دیکھے یہ روپ راگ کا اندر کی جو سبھا　　پانی ہو جا تمام کرے مینہ کے گران[۲]
سر تال[۳] تال بول عناصر ہوئے ہیں چار　　اور ہی رچا ہے راگ کی سنگت کا ایک جہان
نایک ہو راگنی کے تم اور وہ نایکا　　جا کہ مکر[۴] کے تب تو تمھیں سیں کرے ہے تان[۵]

(48)

کیا تھا غیر کے ہنس بولنے سیں ہم عتاب اس کوں　　دیا سن کر سخن میرا محبت سیں جواب اس کوں
ڈپٹ لیتا ہے جب کچھ عرض حال اپنا کیا چاہے　　غریب عاشق کے دبکانے کا خوب آتا ہے داب اس کوں
جو عاشق ہیں تنہیں[۶] سیں شرم کر انکھیاں چراتا ہے　　وگرنہ غیر سیتی کچھ نہیں ہرگز حجاب[۷] اس کوں
دیوانے ہوگئے سب دیکھ وہ گل کا سا کھل جانا　　بہار آتی[۸] ہے گویا جب کے چڑھتی ہے شراب اس کوں
تڑپھتا چھوڑ بسمل کوں ہوا مشغول اوروں سیں　　کیا ہے آتش حسرت سیں ظالم نے کباب اس کوں
سجن کے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے ہمیں جس شب　　اسی شب خواب آتی[۹] ہے میرے بختوں سیں خواب اس کوں
بچایا آبرو کوں قتل کر محنت سے ہجراں کی　　خدا روز قیامت اس کا دیوے گا ثواب اس کوں

(49)[۱۱]

بھرا ہے شیشۂ ساعت کے جیوں دل گرد کینے سیں　　دکھائی ہر گھڑی دیتا ہے تیرے صاف سینے سیں
تماشا دیکھتا ہوں آج تیرے شوق کا دل میں　　جھمکتی[۱۰] ہے شراب ارغوانی آبگینے میں

(50)

اب ٹک ستم سے باز رکھ عشوہ گری کے تئیں　　کچھ مہر بھی تو چاہیے ہے دلبری کے تئیں

---

۱ جانی، ۲ مہبہ کے گراں، ۳ تان، ۴ جا گہ پکڑ، ۵ مان، ۶ تہیں، ۷ عتاب، ۸ آئی، ۹ آتے ہیں، ۱۰ جھلکتی،
۱۱ یہ غزلیں (۵۰ سے ۷۱ تک) اضافی ہیں۔

رکھا ہے پیچ و تاب سیں زنار کے نمط
زلفِ سیہ بلانیں تری کافری کے تئیں

پکڑا ہے تب سیں تنگ مرے دل کوں رشک نے
دیکھا ہے جب سو بر میں تری بکتری کے تئیں

مجھ خاک میں ملے کوں نہ ہو کیوں جنون رشک
دیکھا ہوں فرش راہ میں تیرے پری کے تئیں

گل چھوڑ عندلیب نیں غنچے پے دل دھرا
پانوں کی دیکھ لب پے تمہارے دھڑی کے تئیں

کرتا ہوں اس کے حسن کی جھلکار کی صفت
جا شعر آبرو کا سنا انوری کے تئیں

(51)

کستے ہو کھینچ کھینچ کہو کیوں میاں کے تئیں
کرنا ہے قتل کس کوں چلے ہو کہاں کے تئیں

اے خوش خرام چال تمہاری کے رشک نے
ڈالا ہے پیچ و تاب میں آب و رواں کے تئیں

(52)

آشنا ہم سیں تم ہوئے نہ سو کیوں
حیف اس غم سیں ہم موے نہ سو کیوں

دیکھ تجھ مکھ کی آب کوں یوسف
رشک سیں جا گرے کوئے (کنویں) نہ سو کیوں

دل کوں مژگاں سیں جب ہوا رشتا
تب جگر میں چبھن سوئے نہ سو کیوں

عشق کا کھیت کیوں کہ ہوگا سبز
غم سیں تیرے نین چوے نہ سو کیوں

چاہ سیں آبرو کے خوش ہوتے
اس طرح کے پیا ہوے نہ سو کیوں

(53)

ڈوباتے ہیں ترے لب بحر میں خجلت سیں مرجاں کوں
صدق میں شرم سوں چھپتے ہیں موتی دیکھ دنداں کوں

خط کافر نیں تیرے گرد لب ہا سیں نمایاں ہو
فرنگستاں کیا ہے آج اے پیارے بدخشاں کوں

(54)

تمہارے دیکھنے کے واسطے مرتے ہیں ہم کھل سیں
خدا کے واسطے ہم سیں ملو آ کر کسی چھل سیں

تمہارے دل میں کیا نامہربانی آ گئی ظالم
کہ یوں پھینکا جدا مجھ سے پھڑکتی مچھلی کو جل سیں

طریقا مہربانی کا شرافت میں یہ ہے صاحب
کہ افزوں ہو محبت روز دوئم روز اوّل سیں

کرم اور فضل کر کے پھر تغافل اس قدر کرنا
خجل ہوتا ہے اے صاحب وفاداروں کے ڈنگل سیں

الٰہی کون زور آور ہوا دشمن غریبوں کا
رکھا ہے کھینچ اپنی آشنائی کے تمھیں بل سیں

خدا کے واسطے ٹک مہرباں ہو کر کرم کریے　　نہ کیجے سخت اپنے دل کوں اس بے تاب و بیکل سیں

پڑے گا شور اگر بدنام ہوگا آبرو جگ میں
جکڑ دیوانے کوں اپنے مہربانی کے سانگل میں

(55)

عاشقی کی راہ کی دیکھی ہے اونچ اور نیچ میں　　سو ہزار آفت ہے اس بانکی گلی کے بیچ میں
فربہی پر پھول کر تنگی کر دلوں کے جی کا بوجھ　　مت اٹھا اے احمق خر گر پڑے گا کیچ میں

(56)

تمہارے دیکھنے کے واسطے مرتے ہیں مدت سیں　　نہ ملنا اس قدر برجا نہیں اہل مروّت سیں
غریبی عاجزی بے چارگی سے عرض کرتے ہیں　　اکڑنا اس سیں برجا ہے جو کہتا ہووے قوت سیں
خدا کے واسطے جی سیں کپٹ کوں دور کر ظالم　　کہ ہم یہ بات کہتے ہیں تجھے دل کی محبت سیں
طبیبوں نے اگر چھوڑا ہے یوں مطلق مریضوں کو　　تو اب آزار یوں کیا رہی امید فرصت سیں
گنہ کے بخشنے کوں حق تعالیٰ نے کہا ہے یوں　　کہ جو بخشے گنہ اوس کوں کروں گا یاد رحمت سیں
غلامی میں ہماری کیا قصور آیا ہے اے صاحب　　کہ یوں نامہرباں ہو کر کیا مردود خدمت سیں

کہو اے آبرو کیوں کر جیئے گا درد و غم سیتی
یکایک جب ہوا ہے یوں جدا صاحب کی خدمت سیں

(57)

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں　　اس طرح حال دل کا کہتا ہوں
سر کوں اپنے قدم بنا کر کے　　عجز کی راہ میں نبہ تا(نباھتا) ہوں

(58)

نین تیرے درس بن رات کوں خونبار ہوتے ہیں　　سحر گہ چاک ہو گل کی طرح رخسار ہوتے ہیں
پڑے ہیں درد کے دریاؤ میں منجھدار اے ساجن　　کرم کر کے تمہاری مہر سیں ہم پار ہوتے ہیں
الٰہی کچھ نہیں معلوم ہوتا کس سبب ہم پر　　کرم فرما کے پھر کیوں اس قدر بیزار ہوتے ہیں
تمہارے لطف سیں ہم کوں سبھوں کے بیچ عزت ہے　　تغافل سیں پیارے ہم تمہارے خوار ہوتے ہیں
مروت مہربانی اس قدر کر کے تعجب ہے　　ستم کرنے کوں پھر کیوں اس قدر تیار ہوتے ہیں
غلط بوجھا تھا الحق جو کہ دولت مند ہیں صاحب　　سوئی مرزا غریبوں عاجزوں کے یار ہوتے ہیں

جو صاحب آبرو ہوتے ہیں سو اب اے میاں صاحب
اپس کے عاشقوں کے حال کے غم خوار ہوتے ہیں

(59)

جگر میں خون کا قطرہ رہا نہیں   کہ انجھواں ہو کے انکھیوں سے بہا نہیں
ڈسا ہے کیوں ہمارے دل کوں پیارے   اگر کاکل تمہاری اژدہا نہیں

(60)

لبھایا ہے دل تیرے اوصاف نیں   کرم نیں مروت نیں الطاف نیں
یہی سادہ رو ہے وہ بیدادگر   کیا ہے ستم ہم پے انصاف نیں

(61)

دونوں جہاں میں کافی ہیں ہم کوں یے پنج تن   محمد اور علی فاطمہ حسین و حسن
نظر سو مہر کی جس کوں نبی نیں نستارا   دل اس کا جلوۂ دیدار کا ہوا درپن
علی ہے شیر خدا جن نیں ذوالفقار سے کاٹ   جنگل کوں کفر کے سب دین کر دیا گلشن
محبت اور غلامی ہے فاطمہ کی فرض   کہ جس کے نام سیں دوزخ کی سرد ہو ہے اگن
حسن حسین ہیں دو آفتاب اور مہتاب   کہ عرش فرش جھلک سیں جنھوں کے ہے روشن
اسی کوں روز قیامت کے ہوئے گا دیدار   جو ان کی خاک قدم کوں کرے گا کحل نین

اسی کوں حشر میں ہے آبرو اسی کوں نجات
کہ جس کے ہاتھ میں ہو اہل بیت کا دامن

(62)

قرباں ہوا ہوں دیکھ ترے مکھ کی عید کوں   اب خاک و خوں ہے باغ ارم مجھ شہید کوں
ابرو ترے کی یاد میری دل سیں کیوں کہ جا   مونڈا ہے میں نیں قفل میں پیارے کلید کوں
سونا تجا و بھوک (گنوائی) ہوا یہ روپ   کستے ہو کیوں اتا بھی میاں زر خرید کوں
بولے لباں کوں کھول ہمن سیں کبھی وہ لال   شکر چڑھاوتا ہوں میں زہدی فرید کوں (اضافہ ک)

(63)

کن نین آ باغ میں حیران کیا نرگس کوں   نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہی ہے کس کوں
عیب داری سیں نہ ہو کیوں کہ ہنرور سفلہ   زر ہوا جب کہ کلنک آن لگایا مس کوں

آج قوال بجے تو نیں کیا حلقہ بگوش — نغمہ سازی سیں سب اس دائرہ مجلس کوں
جب لیا تنگ بھر آغوش میں وہ نازک تن — لے گیا جاں کوں وہ کاڑھ مزے کے سس کوں
بوالہوس کا ہے کوں مرتا ہے کر عاشق کی ریس — کیوں عبث جان کوں دیتا ہےتو اس کے ہس کوں
سرمہ سیں کیونکہ نہ ہو چشم کی خونی ظاہر — شمع کی جلوہ گری ہو ہے نمایاں تس کوں
آبرو خاک میں اس طرح نہ مل جائے تو کیوں
تم نیں تو یار کیا آپ میں اب جس تس کوں

(64)

گلی اکیلی ہے پیارے اندھیری راتیں ہیں — اگر ملو تو سجن سو طرح کی گھاتیں ہیں
بتاں سیں مجھ کوں تو کرتا ہے منع اے زاہد — رہا ہوں سن کہ یے بھی خدا کی باتیں ہیں
ازل سیں کیوں یے ابد کی طرف کوں دوڑیں ہیں — وہ زلف دل کے طلب کی مگر براتیں ہیں
رقیب عجز سیں معقول ہو سکے ہیں کہیں — علاج ان کا مگر جھگڑیں ہیں و لاتیں ہیں
کرو کرم کی نگاہاں طرف فقیروں کی — نصاب حسن کی صاحب یہی زکاتیں ہیں
رہیں فلک کے سدا ہیر پھیر میں نامرد — یے رنڈیاں ہیں کہ چرخا ہمیشہ کاتیں ہیں
لکھوں گا آبرو اب خوش نین کوں منیں ناما
پلک قلم ہیں مری مردمک دواتیں ہیں

(65)

چیں بجبیں ہو شوق کے میرے بدھاوکوں — زینا ہے موج بادہ نشے کے چھڑاؤ کوں
کھیوا نہوئے کیونکہ تماشائیوں کا پار — پلے ہیں میل سرمہ تجھ انکھیوں کی ناؤ کوں
بے ساختگی کوں دیکھ نہیں جیونے کا حلق — ٹک کم کر اے خدا کے سنوارے بناؤ کوں
چاہے سپیدہ رنگ ولایت کا آدمی — جو ہے مغل سو دوست رکھے ہے پلاؤ کوں
برداشت کر رہے ہو اِتے عاشقاں کا بوجھ — صد آفریں ہے جان تمہارے سماؤ کوں
مشکل ہے میں کہتا تھا نہو یار کا حریف — دل اب تو تو نیں روئے دیا اپنے داؤ کوں
چھوڑ آبرو کوں غیر کی بیٹھے بغل میں جا
ظاہر کروں سبھوں میں تمہارے چھپاؤ کوں

(66)

برستے ہیں نین پیارے لگی ہیں اشک کی جھڑیاں　　تمہارے پاس بن دن رات پھرتیں ہیں یوں کھڑیاں
انکھیوں سیں جب انھیں دیکھیں نظر سیں تب اثر جاوے　　کمال سیتی بھواں تیرے ہیں ان ناوک مژہ چھڑیاں
گئی اب قید میں آ زلف کی دل کی اکڑ ساری　　کریں ہیں نرم دیوانے کے تئیں زنجیر کی کڑیاں
ہجوم آ کر ہوا ہے گرد اس سلطان خوباں کے　　تماشا دیکھ لو سرور کے گویا آج ہے چھڑیاں
مزے داری کا دعویٰ کیوں نہو بینوں کے لڑکوں کو　　حساب ان کی طرف ہے ان کی باتیں ہیں سبھی بڑیاں
ایک شوہر سے وفا پہ زال دنیا کیا کرے　　مرد باغیرت ہے وہ نا . . .طلاق
جدائی کی اندھیری رات میں دیکھو تماشا ہے　　انکھیوں سیں چھوٹتی ہیں آتشیں انجھواں کی پھول جھڑیاں
کیے ہیں فتح ہم نے ریختے کے آبرو قلعے　　کہ یے بیتیں ستاروں کی طرح زیور کے جوں گڑیاں

(67)

یار روٹھا ہے ہم سیں منتا نہیں　　دل کی گرمی سیں کچھ اوپہنتا نہیں
تجھ کو گہنا پہنا کے میں دیکھوں　　حیف ہے یہ بناؤ بنتا نہیں
جن نیں اس نوجوان کو برتا　　وہ کسی اور کو برتتا نہیں
کوفت چہرے پہ شب کی ظاہر ہے　　کیوں کے کہیے کہ کچھ وہ چھنتا نہیں
شوق نہیں مجھ کوں کچھ مشیخت کا　　جال مکڑی کی طرح تنتا نہیں
تیرے تن کا خمیر اور ہی ہے　　آب و گل اس صفا سیں سنتا نہیں
جیو دنیا بھی کام ہے لیکن
آبرو بن کوئی کرنتا نہیں

(68)

نہیں رکھتا قدم اس طرف کوں جس اور عاشق ہیں　　کوئی کہتا نہیں کیا جگ میں یے ہی چور عاشق ہیں
اکڑ اور ڈنڈ دکھلا کر بتاں کو رام کرتے ہیں　　کہو دلّی کے یہ ہندوستاں زا زور عاشق ہیں
پتنگ آ شمع پر جس طرح پیارے جیو دیتے ہیں　　سرس اس سیں تھی تیرے حکم کے سب دور عاشق ہیں
دل پر داغ ہوتے ہیں نشاں اس تیر کے اڑاڑ　　نگہ کے مار کھانے کے گویا یے موز عاشق ہیں
رہے ہیں شوق کے دریاؤ میں ہم آبرو ڈوبے　　ہمیں وے جانتے ہیں جو کوئی سربور عاشق ہیں

(69)

سبب کیا ہے کہ آج انکھیاں نظر آتی ہیں کچھ بھریاں   نگاہیں تھیں جو مہر آموز سو سب قہر میں بریاں
گئے جس وقت سیں ہو کر جدا تم ہم سیں اے پیارے   ہوئے سو مرتبہ آتش میں ہم اس وقت سے بریاں
انجھو انکھیوں سیں جب سیں ٹوٹ کر کے خاک پر لوٹے   ترا مکھ دیکھ پریاں اس طرح بے ہوش ہو پریاں
پہن کر اے صنم زنّار کوں کاجر کے ہر ساعت   تری چشم سیہ کرتی ہے عاشق ساتھ کافریاں

(70)

صاف و خوش اسلوب ترا ایسا نہیں آتا ہے بن   کن گڑھا ہے جان میرے یہ ترا سیمیں ذقن
اس زمانے بیچ کم گو کس قدر نایاب ہے   ڈھونڈھتے ہیں پر نہیں پاتے کہیں تیرا دہن
خلق سیتی خوشنما تر ہے سجن تیری اکڑ   آدمیّت سیں یہ زیبا تر ہے تیرا بانکپن

(71)

سب جان بوجھ کر کے میری بے کلی میاں   کیا واسطا تھا آ کے خبر کیوں نہ لی میاں
ناحق کے اٹھپٹاؤ جو کرتے ہو ہم سیتی   یہ بانکپن کی طور نہیں ہے بھلی میاں
آخر کوں ہوگا خون ہمارا تمہارے سر   یہ بات ہم نیں خوب طرح اٹکلی میاں
باقی یہ عمر یو ہیں ارادا کہ کیجیے   صرف عاشقی کے بیچ تمہارے دلی میاں

متفرقہ

قتل کرنے کوں بلاتے ہیں   بات کہنے میں جان جاتے ہیں

راہ پکڑی ہے بتاں نے الٹی   راست کہنے سیتی چپ جاتے ہیں

اب کے امیر زادے جیتے سگھڑ ہیں دہر سیں   اکثر کو اوتے[1] ہیں کٹ راگ نیچے سُر سیں

بند تیری قادری کا خوب لگتا ہے مجھے   یا الٰہی دور رہیو چشم بد اس بند سیں

کم موافق قدر کے بولے سخن تب ہے زباں   ایک نکتا بھی اگر بڑھ جا تو ہو جا ہے زیاں

---

۱ آوتے، ۲ ہزاروں

نشانہیں ہے تو کیوں اور ہی طرح پر ہیں سجن انکھیاں
ہزاران[۲] کوں چھپاؤ گے تو کیا ہوتا ہے ہم لکھیاں

ہرگز نہیں کسی میں لکھے سب جگت کے جوان
پائی گئی ہے جان تیرے حسن میں جو آن

قتل مت کر کہے[۱] سیں ملّان کے
سر چڑھے گا[۲] سجن تیرے آ خون

مرے بختوں میں یارب کیا لکھا ہے
کہ جس سیں گل مکھی[۳] لاگے قلم کوں

اس طرح سر لگا کے سگھڑ مر گئے کتاں[۴]
یہ جان کے جگر کوں کوئی تان تھا کہ بان[۵]

داڑھی سیں کیوں بڑھائیں اس طرح دم سی موچھیں[۶]
خاطر میں آوتا ہے بانکوں سیں جا کے پوچھیں

میٹھا جسے کوں مل کر دیویں سو ذبح ہو جا
گویا کہ لب تمہارے یہ شہد کی چھری ہیں

تمہارے لعل لب نے سبزۂ خط میں نہاں ہوکر
دلاں[۷] پر خوں کیا ہے رشک سیتی بیڑۂ پاں کوں

تجھ زلف کا یہ مصرع[۸] تب سیں ہوا ہے موزوں
تب سوں[۹] بندھا ہے اس میں دل آ مثال مضمون

جہاں جہاں اپنا لہو پیتا ہوں میں بے خانماں
گھر بہ گھر جا جا کہ تم کھاتے جو ہو بنگلے[۱۰] کے پان

آغوش میں بھواں کے کرتی ہیں قتل انکھیاں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خون ہوں ہیں[۱۱]

اس وقت سن کے آنکھیں سب گاہکوں کی کھل جاں
جس وقت سانولے تم آ بولتے ہو سر میں

دو بھواں سیں لگے ہیں جس کے نین
وہ کہاتا ہے حاجی الحرمین

---

۱ کہنے، ۲ گلا (یہ)، ۳ کل لکھی، ۴ تان، ۵ بان تھا کہ تان، ۶ موچیں، ۷ دل، ۸ مصرا، ۹ جب، ۱۰ ہوجو،
۱۱ میں

زلف نیچے ڈھانپ کر مکھڑا جتایا بات کوں
یعنی آئے آج توں جب چاند چھپ جا رات کوں

میں نبل تنہا نہ اس دنیا کی صحبت سیں ہوا
رستموں کوں کر دیا ہے ناتواں انزال نے

گزک فروش کے کوں جب کہا کہ چت ہوجا
اٹھا پکار[1] تلے سیں مزا ہے پتے میں

حیف یارو چونک بھاگا آ پڑا تھا دام میں
کیا بُری حرکت کرے[2] ہم آپ اپنے کام میں

ستاتے ہیں بتاں دونے جو دین داری میں آتے ہیں
گلے میں ڈال کر تسبیح کافر سج بناتے ہیں

کوئی بولے سبھوں کی بات کہ قالب کا ہے جی توں[3]
توئی ہے پودنے کا حرف وطوطے کی زبان بھی توں

کبھی بے دام ٹھہراویں کبھی زنجیر کرتے ہیں
اے[4] ناشاعر تیری زلفاں کوں کیا کیا نام دھرتے ہیں

جان میری کا ہوا دشمن شفاعت کر نداں
مرگئے حسرت سیں جب شمشیر آئی درمیاں

مفلسی سیں اب زمانے کا رہا کچھ حال نہیں
آسماں چرخی کے جیوں پھرتا ہے لیکن مال نہیں

معزز عمر پر ہوتا ہے سارے جگ میں سیمیں تن
مسی روٹی کی جیوں کم قدر[5] ہے درہم جو ہو بے سن

دکھائی خواب میں دی تھی ٹک ایک منہ کی جھلک ہم کوں
نہیں طاقت انکھیوں کے کھولنے کی اب تلک ہم کوں

رہ آج رات جان ہماری ہے میہمان
شب ہے نپٹ اندھیاری پڑتا ہے میہ مان

عشق کی صفت منیں نمازی سب
آبرو کو امام کرتے ہیں[6]

---

۱ پکارتے، ۲ کری، ۳ جی جان بھی توں، ۴ یہ، ۵ جوں قدر، ۶ یہ شعر اضافی ہے

ردیف و

(1)

جدھر جاتا ہے توں اے سرو دل جو ‏ رواں ہو اشک سیں دریا و آنسو
جدا اے سرو قد تیری گلی میں[1] ‏ مثال فاختہ کرتا ہوں[2] کو کو
نظر بازوں کی مجلس میں کہے[3] عیب ‏ کہے جو یار کی انکھیوں کوں آہو
جو ہو دل تنگ تو پیچے پیالا ‏ کہ غم کے درد کی مستی ہے دارو
اتا[4] کیوں غیر کے پلّے پے آیا ‏ ہوا ہے تیر اس غم کا ترازو
چلا ہے تجھ گلی کوں بوالہوس گرم ‏ خدا پاؤں میں نکلے اس کے نارو
تیرے اے غنچۂ لب[5] کے اثر سوں ‏ چلم میں ہوگیا ہے گل تماکو
مروڑا کن تری مژگاں کا پنجا ‏ جگر کوں کس کے تھا یہ زور بازو
کیا قبلہ مقرر آبرو نے ‏ چھپا مت اس کی انکھیوں[6] سیں تو اب رو

(2)

نگہ ناآشنا کے ہر مژہ کوں تم زباں سمجھو ‏ سیہ چشمی کی جی باتاں ہیں سو اس کے بیاں سمجھو
لگا سرسوں قدم لگ عاشق بے دل کوں دل سمجھو[7] ‏ قدم سوں سرتلک معشوق نازک تن کوں جاں سمجھو
نظر آتی ہیں[8] انکھیوں میں جبھی سب دل کی ماہیت ‏ نگہ کوں دیکھ ان کے دل کا سب راز نہاں سمجھو
عزیزاں جب خدا کی سی طرح مالک دلوں کا ہو ‏ تو تب معشوق و عاشق کے جیوں کی داستاں سمجھو
ہوا ہے بادشاہ ملک غم دل آہ و زاری سیں ‏ انجھو کوں فوج[9] بوجھو نالۂ دل کوں نشاں سمجھو
ضعیفی میں رسائی بیشتر ہے آہ عاشق کوں ‏ قدخم کوں مرے اس تیر کے حق میں کماں سمجھو
کہو کیوں کر ولی نے جب کہا ہے آبرو ان کوں ‏ کہ یہ خوبی سدا رہتی نہیں اے مہرباں سمجھو

(3)

یار کرتا ہے سفر اے عاشقاں زاری کرو ‏ اہل دل اس درد کی سب مل کے غم خواری کرو
زندگی کوں مرگ جیسیں وصل کوں لازم ہے ہجر ‏ اس سخن کوں بوجھ کے آپس میں مت یاری کرو
عاجز[10] و زور آوری کا ناتوانی ہے علاج ‏ وہ کرے جب کافری لاچار زناری کرو

---

۱ سیں، ۲ ہے، ۳ گنے، ۴ ایتا، ۵ لب دم، ۶ انکھیاں، ۷ جانو، ۸ ہے، ۹ انجھوں کوں موج، ۱۰ عاجزی

بوجھ اس دنیا کے سیں[1] دل کوں سبک رکھتا ہے اب[2]   خوف ہے غرقاب کا کشتی کوں مت بھاری کرو
آج اس کا دل جدائی سیں[3] نپٹ بے تاب ہے   ٹک عزیزو آبرو کی مل کے دل داری کرو

(4)

دیکھ رخسار یار کے یارو   جھڑ پڑے گل بہار کے یارو[4]
پھول ہو دل کے باغ میں بکے   زخم مژگاں کے خار کے یارو[5]
آج اس ماہ رو کی ہے شب وصل   دن گئے انتظار کے یارو
نہ جئے اس نگاہ کا مارا   زخم لاگے کٹار کے یارو
اشک نے آبرو کے غرق کیے   لوگ سب وار پار کے یارو

(5)

یار غافل ہے مرے درد سیں ہشیار کرو   بے خبر جان نہ جاجا کے خبردار کرو
دردمندی سیں اگر دل کے ہوئے ہو محرم   رحم فرما کے مرے حال کوں اظہار کرو
آ کے قسمت سیں تیرے غم میں گرفتار ہوا   ہے تو برجا کہ مسافر کوں ٹک اک پیار کرو
جن نے آ دست سوں امید کے دامن پکڑا   یوں نہیں شرط مروت کی[6] اسے خوار کرو
قدر بوجھو دل خونخوارۂ عاشق کی اگر   سر چھڑا[7] گل کے نمن زینت دستار کرو
عرض احوال کیا چاہتے ہیں فدوی سب   وقت نوکر کی نوازش کا ہے دربار کرو
جن نے تمنا کے بھروسے پے پھنسایا ہے دل   شرط انصاف کی یوں ہے کہ اسے یار کرو
میں مسافر ہوں مرے حق میں رقیبوں کا کہا   مت سنو قول سیں نامرد کے انکار کرو
آبرو غم کے بھنور بیچ پڑا ہے آ کر   ایک لہر لطف کی لازم ہے اسے پار کرو

(6)

مرتا ہوں میرے حال[8] پے یاراں نظر کرو   ٹک جا خدا کے واسطے اس کوں خبر کرو
اے نالہ ہائے شوق اگر تم میں درد ہے   اس بے وفا کے دل منیں جا کر اثر کرو

(7)

جلوۂ حسن کوں دلدار کے گلزار کہو   شوق کوں دل کے میری مستی سرشار کہو
یارسوں جا کے مرے درد کا بستار کہو   غم کہو رنج کہو حسرت و آزار کہو

---

[1] تیئں، [2] خوب، [3] کوں، [4]، [5] یہ شعر زائد ہیں، [6] محبت کہ، [7] سر چڑھا، [8] دل

نگہٗ تند سوں جب مایل خوں ریزی ہو گردش چشم کوں تب مصرع نکدار کہو
سج کے دستار چھبے جاں منیں عاشق کی قد کوں اس شوخ کے تب مصرع نکدار[1] کہو
یار کے نقش قدم کوں چمن عزت میں خاکساراں کے سر اوپر گل دستار کہو
آبرو غیر کی باتاں میں[2] نہیں خوش ہرگز اس سیں جب بات کہو تب سخن یار کہو

(8)

اس زلف جاگزا کوں صنم کی بلا کہو افعی کہو سیاہ کہو ازدہا کہو
قاتل نگہ کوں پوچھتے کیا ہو کہ کیا کہوں[3] خنجر کہو کٹار کہو نیمچا کہو
ٹک واسطے خدا کے میرا عجز جا کہو بے کس کہو غریب کہو خاک پا کہو
عاشق کا درد حال چھپانا نہیں درست پرگھٹ کہو پکار کہو پرملا[4] کہو
اس تیغ زن نیں دل کوں دیا[5] ہے مرے خطاب بسمل کہو شہید کہو جاں فدا کہو
شاہ نجف کے نام کوں تو آبرو سیں سیکھ ہادی کہو امام کہو رہنما کہو

(9)

ہم مر گئے جو غیر سیں لڑتے میں تم نے آ اپنی قسم دلا کے کہا اب تو جان دو
اشعار آبرو کے یہ سب دُر ہیں بے بہا سننے کا شوق ہو تو ٹک ایک آ کے کان دو

(10)

کھو چکے ہو گو کہ گھر پر مے کشی پے[6] مت پھرو رہن کوں کچھ نہیں تو اب[7] ہی میکدے میں جا گرو
ابتدا میں خط کوں مت منڈوا خدا کا ڈر[8] کرو معصیت ہے سبزۂ خط کوں اگر کریے درو
جو سخن ہے اس کا الٹا[9] مجھ کوں دیتا ہے جواب فی المثل کہیے بیا اس کوں تو کہتا ہے برو
پاؤں مت دھر سر گئے ہیں عاشقی کے پنتھ میں آبرو کہتا ہے مشکل ہے یہ راہ الٹے پھرو

(11)

روشن[10] سواد عشق اگر شمع ہو تو ہو ہر شب سبق پتنگ سیں جلنے کا ہو[11] تو ہو
بن شوق بات درد کی مشکل ہے بوجھنی یہ کام اٹپٹا ہے ٹک ایک کان دو تو ہو
گاہک جو اس بازار میں بک جاتے کہیں[12] سودا برہ کا جان اگر نقد ہو[13] تو ہو

---

۱ شوخ کی تروار، ۲ سیں، ۳ کہو، ۴ برملا، ۵ لوں، ۶ سے، ۷ آپ، ۸ خوف، ۹ کٹے، ۱۰ روشن ہوا، ۱۱ لو،
۱۲ گاہن جو اس ہزار منیں بک تسی کے ہیں، ۱۳ رکھو

میں جان لوں ٹک آو سجن نام اس کا لے — کس نے کہا ہے تجھ کوں میرے روبرو تو ہو
آتش برہ کی دل میں چھپانا کٹھن ہے کام — سختی سیں دل کوں سنگ اگر کر سکو تو ہو
بے جا کہاوتا ہے تیرا نفس ناطقا — ناطق تو نہیں رقیب اگر نفس ہو تو ہو
گھر آبرو کے آ کے سجن ایک رات رہ — جو کچھ کے اس کے دل میں ہے مدت سیں سوتو ہو

(12)

یا سجن ترک ملاقات کرو — یا ملو دو میں سیں اک بات کرو
سب بتاں رشک سیں ہو جاں پامال[1] — ناز کا اسپ اگر لات کرو
پاؤں پڑنے کوں سعادت بوجھو[2] — یار کے دل کوں اگر ہات کرو
جنگ کا وقت نہیں یہ پیارے — گھر میں آئے ہیں مدارات کرو
جن کوں مضمون کا دعویٰ ہے انھیں — آبرو سیں کہو دو ہات کرو

(13)

ہوتے ہیں ایک سر میں مل کر ہزار گھنگھرو — یاروں کے دل ہیں گویا اے بین[3] سار گھنگھرو
تیرے قدم پے سر کوں رکھنا نپٹ بجا ہے — کہتے ہیں اس سخن کوں دل سیں[4] پکار گھنگھرو
سکھڑوں کے حق میں گویا بندوق کی ہیں گولیاں — کر کر صدا جگر کے گزریں ہیں پار گھنگھرو
پنچھے کی شکل بن بن نالاں دل عاشقوں کے — کرتے ہیں شور برپا کرکر شکار گھنگھرو

(14)

خوب نہیں یوسف نژادوں سیں اگر دل بند ہو — دل رُبا یعقوب کے جیوں گو تیرا فرزند ہو
غنچہ دل کا نہیں کھلتا تو نہیں ہوتی بہار — حسن جب[5] اُپجے ترا جب جی[6] مرا خورسند ہو
کیا گھٹے ترک خود آرائی سیں اس مہرو کے زیب — توڑ ڈالے آئینا تو جلوہ گر صد چند ہو

(15)

کیا ڈراتے[7] ہو انھیں میں چاہتا ہوں ہاں کہو — جو تمہارے دل میں ہے تس سیں بھی جادوناں کہو
عجز کا یہ التماس عاشق کا کچھ جاتا نہیں — حال میرے دل کا بوجھا تم نے سب جاناں کہو
جانتا نہیں اور کچھ چھٹ ایک تجھ انکھیاں[8] کی یاد — دل ہمارے کوں اگر دیکھو تو نرگس داں کہو
اس سیہ چشم اور سیہ خط اور سیہ ابرو کے کام — ریختے میں تم اگر برتو تو کارستاں کہو

---

۱ مال، ۲ سمجھو، ۳ بےملن، ۴ میں، ۵ تب، ۶ دل، ۷ ڈراوتے، ۸ انکھیوں

خودنمائی کے تیئں جو فقر کا کر کے لباس　　خلق میں رسوا ہے وہ اس کے تیئں عریاں کہو
تجھ طرف کوں ساتھ لے قطرے کوں چلتی ہے نگاہ　　آبرو کے ہر انجھو کوں دیدۂ گریاں کہو

(16)

کہنا کہ غائبانہ مجھے مت بُرا کہو　　کہنا جو کچھ کہ ہووے مرے[1] منہ پے آ کہو
جائز نہیں ہے چوں و چرا ان کی بات پر　　معشوق اگر بُرا ہی کہے تو بھلا کہو

(17)

رقیباں سیں نہ ڈر ہم پاس آ سو　　بھلا ایک رات ہونا ہووے سو ہو
لگا رخسار دونا زلف سیں خوب　　یہ چٹّی بن گئے جب سیں پڑا مو
گیا ہے دوستی کا بیج مارا　　محبت کی نہیں آتی کہیں بو
دیا تھا رات کن نے پیچ تم کوں　　کہاں روشن کر آئے نام کہ لو
فلک نے[2] جس کوں دیکھا جگ میں یکتا　　کیا تیغ ستم سیں اس کے تیئں دو
رکھو احسان کا بوجھ اس گدھے پر　　جو اب اس بوالہوس کوں آج لادو
نظر کر آبرو مضمون کا حال　　لئے جاتے ہیں سب[3] اس ریختے کو

(18)

یارو ہمارا حال سجن سیں بیاں کرو　　ایسی طرح کرو کہ اسے مہرباں کرو
مرتا ہوں آج چھوڑو پرم کی گلی کے تیئں　　یارو نماز پڑھ کے جنازہ رواں کرو

(19)

باگیں لیے چلو ٹک گھوڑوں کی ترک زادو　　پہنچے ہیں ہم پیادے تم پاس لگ دوا دو
ہر شب چراغ کے جیوں جلتا ہے دل گہر کا　　شاید لگی ہے پیارے تجھ کان کی اسے لو
مانند جیب اپنا سینا جنوں سیں پھاڑو　　دیکھو میرے سجن کا وہ حسن گندمی جو

(20)

دل تار میں سرت کے گوہر نمن پرودو　　یا بحر میں فنا کے قطرے کے جیوں ڈبو دو
امساک سیں عزیزاں اسراف خوب ہو ہے　　اس کھودنے سیں بہتر یوں ہے کہ مل کے کھودو
عاشق بلائے غم سیں ناجی ہوا جو چاہے　　تو علم عاشقی کا دے کر پڑھا ہے کودو

---

[1] ہووے سو، [2] میں، [3] ای سب

نادان ہیں یہ لڑکے مانگ ان سیں ایک بوسا بھاگیں گے ڈر کے مارے جو تو کہے گا دو دو
کرتے تو ہو تغافل پر حال آبرو کا دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

(21)

فکر بحر شعر میں دل کوں عبث مت خون کرو فاختہ کی ضرب سیکھو نالہ کوں موزوں کرو
صاحبوں کی اور سیں بہتر ہی[1] تعظیم ہے توں کہو یک بار جس کوں اس کوں افلاطوں کہو[2]

متفرقہ

مرا اے ماہ رو کیوں خون اپنے سر چڑھاتے ہو رکت چندن کا یہ کس واسطے ٹیکا لگاتے ہو

دل پسیجے ترا تو ہو آرام میرے تپ کا علاج ہے سنگ تاو

نازک بنے پے اپنے کرتے ہو تم غروری موسی کمر پے اپنی فرعون ہو رہے ہو

عبث کیوں روبرو ہونے کی کھاتے ہو قسم جھوٹی بن آئینے پے[3] تم ایک دم بھی رہ سکتے ہو یہ منہ دیکھو

ردیف ہ

(1)

شیریں رقم ہے کلک ہم اہل سخن کے ہاتھ تیشا لگا ہے آج گویا کوہ کن کے ہاتھ
دل اس کا خون کیونکہ نہ ہوجا حنا کی طرح جس کے تئیں لگے ہوں پیارے تمن کے ہاتھ
مرتا ہوں تجھ بھواں کے مروڑاں کوں دیکھ کر چھوٹے گا مجھ سیں ترے[4] بانکپن کے ہاتھ
عاشق کے آج خوں پے باندھا ہے باندھوں مہندی کی طرح ٹیسیں[5] لگے ہے سجن کے ہاتھ
سودا نہیں ہے مجھ کوں کسی ساتھ آبرو بازار میں جگت کے بکایا ہوں من کے ہاتھ

(2)

بے طرح کہتے ہو مجلس سیں سجن ہم جانہہ جانہہ اس سخن کوں سن کے میرا جیو ہوا ہے سانہہ سانہہ
واعظوں کی عقل شاید ہوگئی ہے باولی تب تو ناحق ہر گھڑی کرتے ہیں ہم سیں بانہہ بانہہ

---

۱ تحقیر بھی، ۲ کرو، ۳ کے، ۴ سیں شہر ترے، ۵ سے یے

(3)

توئی ہے سرور خوباں دگر ہیں تری سپاہ   بجا ہے نام تمہارا جگت میں سید شاہ
تمام چشم سراپا ہوا ہے دل میرا   امیدوار پے کرتے کبھی کرم کی نگاہ
اپس کے مہر سیں اے ماہ رو کرو روشن   کیا ہے زلف نے تیری ہمن کا روز سیاہ
تمن کے ساتھ محبت کا ہم کوں دعویٰ ہے   امین صدق میرے اشک و آہ دو ہیں گواہ
عجب نہیں کہ پتھر بھی پسیج پانی ہو   اگر جو کان پڑے آبرو کے دل کی چاہ

(4)

وصل کے گھر میں خودی کے ساتھ نہیں پانے کا راہ   آپ سیتی اولاً خالی ہو تب یوسف کوں چاہ
جان میری پر تیرا[1] ہے جو کہ گذرے ہے عذاب   یار سیں ہوکر جدا پھر زندگانی ہے گناہ
ایک سیہ چشمی فقط کافی ہے بے روئی[2] کے تئیں   کیوں ہوئے ہو اس قدر تم جان سر تا پا سیاہ
یہ تمہاری سرکشی ہر دل کے تئیں افسوس ہے   جو ترے عشاق ہیں پیارے سو کرتے ہیں کل آہ
چھپ کے ہم سیں بیٹھتے ہو غیر پے بن بن کے تم   آج ہم نے یہ تمہاری ساخت دیکھی واہ واہ
لالچی معشوق ہیں[3] بے شرم اے چکنے گھڑے   آبرو جا کر کنویں میں گر یے ان سب کوں نہ چاہ

(5)

بولوں ہوں جب کبھی کہ میں اس گل بدن کے ساتھ   نکلے ہے جی ادب سیں میرے ہر سخن کے ساتھ
تنہا پلنگ پے رات یہ مرنا[4] ہے جان لے   سوتا[5] وہی جو ہوے کسی سیم تن کے ساتھ
ٹک چاشنی ضرور ہے شیریں میں ترش کی   دے ہے مزا مٹھاس ٹک ایک بانکپن کے ساتھ
اگوں[6] کے بیچ وہ گویا دانتوں میں جیبھ ہے   دشمن ہیں ہر طرف سیں سب اہل سخن کے ساتھ
معشوق سانولا ہو تو کرتا ہے دل کوں پیار   کالے کی چاہ خلق میں ظاہر ہے من کے ساتھ
ہم جی نثار کرنے کوں جاتے ہیں آبرو   دل میں کپٹ رکھو نہ پیارے ہمن کے ساتھ

(6)

مکھ نے ترے کیا گل سیراب آئینہ   خط نے بہار سبزۂ شاداب آئینہ
سر تا قدم نیاز سیں دست دعا ہوا   تیری بھواں کی دیکھ کے محراب آئینہ

(7)

کرے گی شہر میں فتنا سجن خواہی نخواہی یہ   ترے آخر کوں سر کھینچے گی ظالم کج کلاہی یہ

---

۱ سزا، ۲ پردے، ۳ یے، ۴ مرناں، ۵ سونا، ۶ لوگوں

ٹھہرتی نہیں کہیں تیرے بدن پے چشم سر تا پا
ہوئی ہے حسن کے طوفاں میں کشتی کی تباہی یہ

جگت کے لالچی معشوق یہ مفلس سیں نہیں ملتے
ہوئی ہے وصل سیں مانع ہمیں بے دست گاہی یہ

مقابل زلف کے بڑھتی ہے میرے بخت کی کالک
دیکھو سائے کے جیوں کیا خوب چلتی ہے سیاہی یہ

بھڑک اٹھتی ہے دل کی آگ اس اغماض سیں پیارے
گویا بندوق کی رنجک ہے تیری کم نگاہی یہ

بگھولے سے[1] دیوانے حکم میں ہیں اس پری رو کے
سلیمان نے کہاں پائی تھی یارو بادشاہی یہ

وہ ظالم آ کے اپنے ہاتھ کے خنجر سیں سر کاٹے
بر آوے آبرو کی جان کا مطلب الٰہی یہ

(8)

بڑھے ہے دن بہ دن تجھ مکھ کی تاب آہستہ آہستہ
کہ جیوں کر گرم ہو آفتاب آہستہ آہستہ

کیا خط نے ترے مکھ کوں خراب آہستہ آہستہ
گہن جیوں ماہ کوں لیتا ہے داب آہستہ آہستہ

لگا ہے آپ سیں اے جاں ترے عاشق کا دل رہ رہ
کرے ہے مست کوں بےخود شراب آہستہ آہستہ[2]

دل عاشق کا کلی کی طرح کھلتا جا ہے خوش ہو ہو
ادا سیں جب کبھی کھولے نقاب آہستہ آہستہ

لگا ہے آبرو مجکوں ولی کا خوب یہ مصرع[3]
سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

(9)

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ لگا اب چھوٹنا[4] مشکل ہے اس کا دل ہے یہ

بے قراری سیں نہ کر ظالم ہمارے دل کوں منع
کیوں نہ تڑپھے خاک وخوں میں اس قدر بسمل ہے یہ

عشق کوں مجنوں کے افلاطوں سمجھ سکتا نہیں
گو کہ سمجھاوے ولے[5] سمجھے گا نہیں عاقل ہے یہ

کون سمجھاوے مرے دل کوں کوئی منصف نہیں
غیر حق کوں چاہتا ہے کیوں اتا[6] باطل ہے یہ

کون ہے انسان کا کوئی دوست جو ایسا[7] کہے
موت اس کی فکر میں لاگی ہے اور غافل ہے یہ

عاشقی کے فن میں ہے دل سیں جھگڑنا بے حساب
کچھ نہیں باقی رکھا اس علم میں فاضل ہے یہ[8]

ہم تو کہتے تھے کہ پھر پانے کے نہیں جانے نہ دو
اب گئے پر آبرو پھر پایئے مشکل ہے یہ

(10)

چونکتا[9] سا رات اس کے پاس کیوں سوتا ہے کہہ
کیا ہے تیرے دل میں جان عاشق سیتی وسواس کہہ

فی الحقیقت یہ بخیل انسان نہیں خناس کہہ
آدمی کی شکل ہے ظاہر میں تو کناس کہہ

دل کوں میرے کر کے لٹو پھر گئے تم اس طرح
کھیل لڑکوں کا کیا تم نے[10] رہے کیا آس کہہ

---

۱ بھی، ۲ یہ شعر اضافی ہے، ۳ مصرا، ۴ چکاب چھوٹنا، ۵ سمجھاوے پہ، ۶ ایتا، ۷ ایسا جو، ۸ یہ شعر اضافی ہے، ۹ چونکنا، ۱۰ سیں

آبرو بندا ہے تیرا فضل اس پر کیوں نہ ہو
غیر کوں مانع ہوا ہے یہ خدا نشناس کہہ

(11)

تاب ہے کس کی کہ لاوے روبرو تجھ منہ کے منہ
پھاٹتی ہے صبح کی تجھ منہ کے آگیں پپلی پہ[1]

بوالہوس کوں چھونے مت دے تو اپنی زلف کوں
وہ جو کہتا ہے کہ میں گوندھو کتن کھاتا ہے گُہ[2]

توڑتے ہیں رشک سیں اس پنجۂ مژگاں کے
ماہ نو سیتی جگر کے بیچ میں افلاک نُہ

ادعا تھا جن بتاں کوں ہمسری کا تیرے ساتھ[3]
لے رہے سب دیکھ آئینے کوں اپنا منہ سا منہ

بیستوں کم نہیں کچھ یار کے غم کا پہاڑ
آبرو فرہاد کے جیوں اپنے تو سینے کوں[4] کُہ

(12)

اے مجرد ڈوب مت رنڈی سیں مشکل ہے نباہ
جھوٹھ نہیں میں راست کہتا ہوں کہ ایک ندی ہے بیاہ

میرزائی سیں ہوئے نامرد دلی کے امیر
ناز کے مارے پھری جاتی ہے مژگاں کی سپاہ

کیوں کے ٹھہرا دے سفر کی محنتوں کے بیچ حسن
چاند ہو تو اس کے تئیں تاریک کر ڈالے ہے راہ

چونک کر مستی سیں پیتا ہے میرا خون گرم
شب کو ہو ہے سوتے سیں جاگ کے قہوے کی چاہ

(13)

قول دے پاس آ پھر آخر کوں الٹ جاتا ہے وہ
داؤ میں میرے کسی حکمت سیں نہیں آتا ہے وہ

اب تلک مکتب میں مشغول الف با تا ہے وہ
پر سبھوں سیتی سبق باتوں میں لے جاتا ہے وہ

بے قراری کوں ہماری خوب بتلاتا ہے وہ
دل کوں میرے قطرۂ سیماب ٹھہراتا ہے وہ

جو کہ میں بولوں سوئی وہ بول اٹھے طوطے کی طرح
خوب[5] میرا آئینہ کرتا ہے جو باتا[6] ہے وہ

دل رُبا مرا اگر خورشید تاباں نہیں تو کیوں
رات کوں چھپتا ہے جا اور دن کوں پھر آتا ہے وہ

کیوں نہ پاوے[7] میرے کہنے سیں تل اپنے گال پر
بات سن کر کے کسی کے منہ پے نہیں لاتا ہے وہ

جی کے ڈر سیں بوالہوس کا پانو پڑ سکتا نہیں
عاشقی کی راہ میں دل گو کہ دوڑاتا ہے وہ

کھلکھلا کر پھول غنچے کی طرح جاتا ہے موند
بے تکلف ہنس کے جب عاشق سیں شرماتا ہے وہ

آبرو کے ڈر کے مارے غیر سیں محجوب ہے
پر ادا و ناز کے چاؤں سیں اوگلاتا[8] ہے وہ

متفرقہ

سرد مہری کیوں نہ برسے دل سیں تیرے خواہ مخواہ
تو ہے مہ رویاں میں پیارے موسم سرما کا ماہ

---

[1] پھوہ، [2] گوندھوں گٹھن کھاتا ہے گہہ، [3] سات، [4] کوہ، [5] حرف، [6] پاتا، [7] بناوے، [8] اکلاتا

رقیب زہر کے سے گھونٹ پی رہے کڑوے   جبھی کرم کی کری تم نے ہم پے نیم نگاہ

دیکھو یہ دختر رز کتّی ہے شوخ دیدہ   دونی چڑھی سر اوپر جیوں جیوں ہوئی رسیدہ

اب تو سجا ہے جاما اس شوخ نے چکن کا   کیونکر رہے نہ ہم سیں وہ سر و قد کشیدہ

زلف رسا کوں کہہ کہ کوئی سیں گرے کوں کاڈھے   آج آبرو پے غم سیں زنخ کے پڑی ہے گاڈھ

زخمی[1] عاشق ہمیشہ کیوں نہ زخمی کی طرح خستہ   کہ[2] اس کے دل میں ہے شمشیر تجھ ابرو کی[3] پیوستہ

ردیف ی

(1)

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم زوروں کی   تاب لاتا[4] ہے جو کوئی عشق کے جھک جھوروں کی
قدرداں حسن کے کہتے ہیں اسے دل مردہ   سانولے چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی
گانٹھ کاٹی ہے مرے دل کی تری انکھیوں نے   دو پلک نہیں یہ کترنی ہے مگر چوروں کی
لب شیریں پے تیرے سبزئے یو[5] خط سیاہ   ڈاڑ[6] ٹوٹی ہے مٹھائی پر شکر خوروں کی
جل کے سورج میں ہوئے خط شعاعی شعلے   دیکھ انکھیوں میں جھمک[7] لال ترے ڈوروں کی
قادری جب کہ سجی بر میں سجن بوٹے دار   عقل چکر میں پڑی دیکھ کے چھب موروں کی
آبرو کوں نہیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ   کس کوں برداشت ہے ہر وقت نکی نگھوڑوں[8] کی

(2)

کاکل تمن کے ناحق پیارے جو ہم سیں اکڑی   کچھ سر بوجھتے نہیں یہ طور کب سیں پکڑی
کیونکر کے حیلہ جوئی حالا[9] ہمن کے دل کوں   شاید سکھاوتا ہے یہ سب رقیب مکڑی
لڑکوں میں کھیلتے تم جب سیں ادھر ہو نکلے   لٹو ہوئی ہے تب سیں یہ عاشقاں کی چکڑی
نالے نیں اب ہمارے کاٹے ہیں کوہ سارے   اس تیغ نے پیارے پتھر کیا ہے ٹکڑی

---

۱ رہے، ۲ گر، ۳ کوں، ۴ سانورے، ۵ سریجن کے نہیں، ۶ ڈار، ۷ جھلک، ۸ کے نکتوروں، ۹ جالا

(3)

جھلجھلاہٹ

چنچلاہٹ میں توں ممولا ہے ‏ ‏ ‏ جھلجھلاہٹ میں ڈرا مولا ہے

دیکھ تجھ مکھ کوں یوں چھپے یوسف ‏ ‏ ‏ جیوں کبوتر کوئی میں لولا[1] ہے

سیر کرتا ہوں بیٹھ کر اس بیچ ‏ ‏ ‏ دل ہمارا اڑن کھٹولا ہے

سرو سیں قد ہے یار کا موزوں[3] ‏ ‏ ‏ میں نے میزان میں لے[2] کے تولا ہے

سرد مہری سیں بے وفا کا دل[4] ‏ ‏ ‏ ہے خنک اس قدر کہ اولا ہے

جان کر کے اجان ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ تم نہ جانو کہ جہان بھولا ہے

ہم سوں سب مل کہو مبارک باد ‏ ‏ ‏ کہ ٹک ایک ہنس کے آج بولا ہے

آبرو ہائے کیوں گلے نہ لگا ‏ ‏ ‏ میرے دل میں یہی ملولا ہے

(4)

آونے کی خیر[5] قیامت ہے ‏ ‏ ‏ آوتا ہے اگر قیامت ہے

عالم دل ہوا ہے زیر و زبر ہے ‏ ‏ ‏ خوش نین کی نظر قیامت ہے

شور برپا ہوا ہے آمد سوں ‏ ‏ ‏ خوش قداں کا گزر قیامت ہے

پڑی ملک عدم میں بے تابی ‏ ‏ ‏ خوش ادا کی کمر قیامت ہے

ہجر ہر چند غم سیں مرتا ہوں[6] ‏ ‏ ‏ وصل اس کے سوں ڈر قیامت ہے

اقربا صدقا[7] گئے سب بھول ‏ ‏ ‏ عشق تیرا مگر قیامت ہے

شور ہے اس کی اشک باری کا ‏ ‏ ‏ آبرو چشم تر قیامت ہے

(5)

بر میں سجن کے قادری از بس کہ تنگ ہے ‏ ‏ ‏ غنچے کے دل میں رشک سیں خوں جائے رنگ ہے

تجھ لب کے خط سبز کی جب سیں سنی ہے بات ‏ ‏ ‏ بزم شراب تب سیتی اے شوخ بھنگ ہے

زلف سیاہ، ابروئے کج، خط سبز رنگ ‏ ‏ ‏ ہر ایک کافری میں نرالا فرنگ ہے

افلاس نہیں[8] ہے جگر بیچ جس کے آہ ‏ ‏ ‏ وہ دردمند بحر میں غم[9] کے نہنگ ہے

شکوا رقیب کا نہ کرو رمز شوق کے ‏ ‏ ‏ کیونکر سمجھ سکے وہ کوئی غولے دنگ ہے

مطرب نے بس میں سنگ دلاں کوں کیا ہے آج ‏ ‏ ‏ لینے کوں قلب گھر کے نکڑ پے شرنگ[10] ہے

تیری گلی کی خاک کوں کر آبرو بھبھوت ‏ ‏ ‏ اودھوت خاکسار مثال ملنگ ہے

---

۱ کولا، ۲ میزان لیں، ۳ حال، ۴ آ، ۵ خبر، ٦ ہے، ۷ صدقا، ۸ میں، ۹ کوئی کٹھن، ۱۰ پکڑنے سرنگ

(6)

کیوں بند سب کھلے ہیں کیوں چہرہ لٹ پٹا[1] ہے　　کیا قتل کوں ہمارے اب ٹھاٹھ یوں ٹھٹھا ہے
اس وقت میں پیارے ہم کوں شراب دیجیے　　دیکھو تو کیا ہوا ہے رتجھو تو کیا کہا[2] ہے
برہن کے نین رو رو جوگی برن ہوئے ہیں　　کاجر بھبھوت انجھو مالا تلک جپا[3] ہے
خواہ لاٹھیوں سیں مارو خواہ خاک میں لتاڑو[4]　　عاشق کا دل پیارے چوگان کا بٹا ہے
لب کوں انکھیوں کوں مکھ کوں برکوں کمر کوں قد کوں　　ان سب کوں چاہتا ہے ٹکڑے ہو دل بٹا ہے
سامان عیش ہم کوں اسباب غم ہوئے ہیں　　خون جگر ہے صہبا بخت سیہ گھٹا ہے
کیا رنگ ہے تمہارے رخسار کا سریجن　　جس پر نظر کرے سیں گل کا جگر پھٹا ہے
عاشق کی آبرو ہے خواری میں جان دینا　　نا مرد وہ کہاوے جو عشق سیں نٹا[5] ہے

(7)

دلوں[6] کی آرزو دل میں مری ہے　　تغافل سیں ہمارے[7] داوری ہے
پھنسے ہیں اس قدر تجھ زلف میں دل　　کہ ہر ہر تار موتی کی لڑی ہے
تماشا دیکھ کر اشک آتشیں سوں　　ہماری چشم رشک پھول جھڑی ہے
ترا قد آج خوبی میں علم ہے　　مجھے خوش قامتاں کی سروری ہے
نہیں سنتا کوئی احوال میرا　　لبالب دل منیں حسرت بھری ہے
نہ دل چھوڑا نہ دل[8] تس پر تغافل　　کسی نے بھی کسو[9] سیں یوں کری ہے
دیوانا ہوں تو یارو آپ کوں ہوں　　کسی کے تئیں ہماری کیا پڑی ہے
خرد سوں آبرو کی بوجھ یہ بات　　اٹھانا بوجھ دنیا کا خری ہے

(8)

تم سیں کوں جس کا دل پیار کرے　　دل پے وہ جان کوں نثار کرے
موسم گل ہو جائے[10] فصل خزاں　　باغ میں توں[11] اگر گزار کرے
سوز دل دیکھ داغ جل جاوے　　نے فغاں سن میرا پکار کرے
دل پیاسا ہے زخم کا گھنا[12]　　تیغ کوں خوب آبدار کرے

---

۱ چیرااٹپٹا، ۲ گھٹا، ۳ پلک جٹا، ۴ لتھاڑو، ۵ ہٹا، ۶ دنوں، ۷ ہماری، ۸ نہ دیں، ۹ کسی، ۱۰ ہوجاں،
۱۱ توہ، ۱۲ کہنا

دل پھڑکتا ہے دیکھنے کے تیئں　　دیکھئے کب خدا دوچار کرے
کیا عجب ہے اسی کا بندا ہوں　　گر خدا اس سیں مجھ کوں پار کرے
قد کا میں آشنا ہوں طوفان ہے　　آبرو کو کہو کنار کرے

(9)

لب ترا جب حکیم ہوتا ہے　　شافی ہر سقیم ہوتا ہے
ترے قامت سیتی خجل ہو الف　　سرنگو مثل میم ہوتا ہے
یکھ باتاں میں تجھ بھواں کی ادا　　دل ہمارا دو نیم ہوتا ہے[1]
خال لازم ہے گردۂ خط پیچ　　بے نقط کیوں کہ جیم ہوتا ہے
دل یو جنت سیتی سفر کر کر　　تجھ گلی کا مقیم ہوتا ہے
کب مقابل تنک[2] جھمک نین پیا　　روپ ترے کا سیم ہوتا ہے
گو کہ اس سیں بھی سخت ہو احوال　　سنگ دل کب رحیم ہوتا ہے
بے کسی دل کوں آبرو ہے تمام　　قیمتی در یتیم ہوتا ہے

(10)

ہنسیں کھل کھل سنے بے درد جب نالے غریبوں کے　　چمن کے پھول اے[3] دشمن ہیں یاروعندلیبوں کے
نہ پہنچایا کبھی اس سر[4] کے تیئں اس پاؤ لگ ہرگز　　گلہ منداس قدر کیوں کر نہ ہوں ہم ان نصیبوں کے
تمہارے سبزۂ خط اور لب شیریں کے عاشق سب　　محلّہ دار ہیں پان اور مٹھائی کے دریبوں کے
دیوانے سب گئے[5] پھرتے ہیں غم کے دور ہونے کے　　نہ ہو کہ کیوں کے دشمن دردمند عاشق طبیبوں کے
کہاتے تھے جگت میں آبرو وے تو بڑے[6] سرکش　　کہو کیونکر ہوا اب اس قدر بس میں رقیبوں کے

(11)

زنانوں کے ہر ایک کھٹکے میں خوش وقتی نرالی ہے　　جو دستک ہے سو دل کے قفل کوں گویا کہ تالی ہے
کلنکی کے برابر عیب ہو ہے خوب کوں گہنا　　ترے گالوں کوں کہیے چاند تو گویا کہ گالی ہے
تیرے حتی[7] رخساروں آگے ٹھکرا سا لگتا ہے　　اگرچہ آئینہ نے مصقّلا کر کے صفا لی ہے
وہ سادہ رو کہ جس کے منہ اوپر ایک تل نہ ہو ہرگز　　دو سب چاندوں کے گنی[8] بیچ گویا چاند خالی ہے

(12)

پھرے ہے مست اکڑتا لاوبالی　　ہوا بانکا سج اب اور ہی نکالی

---

[1] یہ شعر اضافی ہے، [2] نمک، [3] ہی، [4] کے، [5] دوائیں سب لیے، [6] پڑے، [7] ترے چنی، [8] کی گنتی

زبانی ہے شجاعت ان سبھوں کی — امیر اس جگ کے ہیں سب شیر غالی[1]
جو بے خود ہیں تری چشم سیہ کے — وے نہیں پیتے شراب پرتگالی
نہیں کرتا کسی سیں گرم جوشی — سجن میرا نپٹ ہے لاوبالی
نہ بوجھو[2] مجھ سیں نعمت خاں کی تعریف[3] — بیاں کرنے کے ہے رتبے سیں عالی
سویدا کی طرح ہر دل منے ہے — کوئی اس تل کے نہیں سودا سے خالی
کیا مکتب سیں آخون آبرو کا — یہی کچھ تم نے ملاں کی دوا لی

(13)

پانی پت آج چھوڑ جو گنور تم چلے — تو راہ بیچ جائیو جانی سنبھال کے
تیری نگاہ تیر کی پیکان ہے صنم — تم دیکھ دیکھ زخم لگاتے ہو بھال کے

(14)

تم کوں نہیں سکتا ہے پیارے جان کوئی — جان ہو کیوں کر سکے پہچان کوئی
کون ہے جی اس پے میں قربان کروں — ایک دم میں[4] لا ملاوے آن کوئی
دوسرا ایسا نہیں اے مہربان — لطف اور خوبی میں ہے انسان کوئی
آبرو کے شوق کی لہروں سیں بوجھ — یار اس کا ہووے گا طوفان کوئی

(15)

زلف کے عقدے کھلے اب اور بھی مشکل ہوئی — دل کے اوپر یہ نئے سر سے بلا نازل ہوئی
اب تو مرتا تھا تغافل سیں قسم تیری سجن — مہربانی ٹک بھلے وقت آئے[5] کے شامل ہوئی
سر سیں پاؤں لگ کھلی دیکھی تری زلف دراز — اب سر نو عمر سیں[6] دل کی طلب کامل ہوئی
آب ہو خجلت سیں اپنا عکس دیکھا دوسرا — کیا دوئی سیتی مجھے شرمندگی حاصل ہوئی
سب خزانا کھو کے بیٹھا کھنکھ ہو تحویل دار — جو کہ باقی تھی سو سب سرکار میں داخل ہوئی[7]
بیٹھنا دنگل منیں کرتی ہے انکھیوں سیں قبول — سلسلے میں تاک کی دختر بڑی قابل ہوئی

(16)

شہر میں تھے خوار و خستہ کوچۂ بازار کے — اے[8] جو سودائی ہیں تیرے[9] دشت میں رفتار کے
بے خودی کی راہ میں کچھ حکم کی حاجت نہیں — آپ سیں جاتا ہوں اپنے شوق میں دلدار کے

---

١ قالی، ٢ پوچھو، ٣ تشریف، ٤ کوں، ٥ آن، ٦ تیئں، ٧ یہ شعر اضافی ہے، ٨ یے، ٩ تیری

(17)

دیکھو تو جان تم کوں مناتے ہیں کب سیتی   بولو خدا کے واسطے ٹک لال لب سیتی
مکھڑا ترا ہے جان یہ اچرج طرح کا چاند   روزانہ اور خوب جھلکتا ہے شب سیتی
زلفاں کوں کہہ کہ دل کوں کریں آپ میں سیں دور   یہ پیچ و تاب ان کوں ہے اس کے تعب سیتی
دست سلام سر کے اوپر نقش پا ہے اب   ہر چند خاک راہ ہوا ہوں ادب سیتی
پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مرو پے ایک   عاشق نہ ہو پکار کے کہتا ہوں سب سیتی
ہرجائیوں ہر ایک سیں لالچ نہیں ہے خوب   ہے بھیک مانگ کھانا بھلا اس کسب سیتی
باندھا ہے برگ تاک کا کیوں سر پے سہرا   کیا آبرو کا بیاہ ہے بنت العنب سیتی

(18)

مقتل منیں گھرے تھے کھڑے اور بھڑے ہوئے[1]   سب سیں جب آگے تیغ پڑی ہم سرے ہوئے
جو دیکھنے کوں غیر کے پیارے گئے نہ تھے   تو کیوں ہیں آج چشم تمہارے بھرے ہوئے
انکھیوں کی راہ دیکھ کے نکلے جو دل کا حال   تڑپھے سرشک خاک کے اوپر گرے ہوئے

(19)

کیوں بلائے بھیڑ میں یہ تم[2] سیں نادانی ہوئی   دختر رز شرم سیں مجلس میں آ پانی ہوئی
میں عبث مرتا ہوں کچھ مرنا بھی اب درکار نہیں   جی دیے ہوتا ہے کیا جب دوستی جانی ہوئی

(20)

کیا بری طرح بھوں مٹکتی ہے   کہ مرے دل میں آ کھٹکتی ہے
زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو   کہ گویا عرش میں لٹکتی[3] ہے
اب تلک گرچہ مرگیا فرہاد   روح پتھر سیں سر پٹکتی ہے
دل کبابوں میں گوں[4] کچا ہے   عشق کی آگ کیوں چٹکتی ہے
آبرو جا پہنچ کہ پیاسی زلف   ناگنی کی طرح بھٹکتی ہے

(21)

شوق کی گرمی ہے دونو[5] اور دل کی لاگ ہے   غیر سیں کہہ بیچ میں مت آ جلے گا آگ ہے
زلف تیری کے ہر ایک حلقے میں ہے اجگر کا کام   ہر بھواں[6] کے بیچ اس کا لندری کے تاک[7] ہے

---

۱ مقتل منیں کھڑے تھے کھڑے اور پھرے ہوئے، ۲ بلائی بھیڑ میں یہ ہم، ۳ لٹکتی، ۴ کون، ۵ دونوں، ۶ بھنور، ۷ ناگ

(22)

مت دیکھ اس طرح سیں انکھیاں بنا کے ڈھیلی   لیتی[1] جان پیارے چتون تیری لجیلی

مے رنگ[2] زعفرانی کرتی ہے ارغوانی   ہوتا ہے لال جن نے شیشی تمام پیلی

راوت نین تمن کے بانکیت نہیں تو کیا ہے[3]   چھوٹی نگہ سیں ہل مل یہ بانک کیسی کسیلی[4]

(23)

مجلس میں شمع آ کہ جلتی جو ہے ستی سی   مردوں کوں پیار اپنا دکھلاتی ہے چھپی سی

ہر رات تجھ درس سیں ہوتی ہیں رنگ راتی   کچھ تو مرے نین کی جاگی ہے اب رتی سی

حقے کے بیچ موتی جلنے لگے دیے سے   پیارے دہن میں میرے جھمکی چھپی بتی سی[5]

(24)

جان اے جیوں کے دشمن ہوتے ہیں ہم کوں مرنے   ہنس ہنس کے اے[6] تمہارے جھک جھک سلام کرتے

زلفاں کے تیئں خوشامد افسوں ہوئی ہے یارو   ڈسنے[7] سیں رہ گئے ہیں جب سیں کہ ناگ برنے

(25)

کیا سرخ چھچھے ہیں تجھ انگلیوں کے پورے   اے شوخ کس جگر میں یہ اس طرح چھوڑے[8]

کاری نین تمہاری کیا بگھ بھرے[9] ہیں ظالم   گویا کہ اے[10] دہن ہیں دو ناک[11] کے کٹورے

آخر کوں بو الہوس نے سر بار غم سیں کھینچا   نام عاشقی کے یارو سب ان گدھے نے بورے

تم سانورے اور سیں میٹھے ہو نے شکر سے   گورے تمن کے آگیں پھیکے لگے اکورے

کیوں آبرو نہ پیوے اب جان خون غم کا   مدت سیں نیہہ تم سیں[12] سوگند کھا کے توڑے

(26)

چبائے پان کیوں اور ہی کسو کے   مگر پیاسے تھے تم میرے لہو کے

گئے اب غائبانہ بھول ہم کوں   سجن کے پیار تھے سب روبرو کے

سجی جب قادری اس نازنین نے   بدن پر نقش اٹھ آئے اتو کے

چلے منہ موڑ جب تری گلی سیں   گھٹا آرام و بے کل ہو کے گو کے

کیا[13] عذاب نہ ملنے کی[14] خطا کا   سجن سیں جو کہ جھگڑے تھے سوچو کے

سخن یک رنگ کے[15] سب گانٹھ باندھو   کہ وے گوہر ہیں بحر آبرو کے

---

[1] لیتی ہے، [2] مردنگ، [3] ہیں، [4] جھوٹے نگہ سیں مل مل یہ بانک کیسے کسیلی، [5] تیرے جھمکے تبھی، [6] لیے، [7] دشنے، [8] جھورے، [9] بہکہ پھرے، [10] یے، [11] ناگ، [12] کے نہہ تم نیں، [13] گیا، [14] کا، [15] کا

(27)

دل کوں کمند تیرا ہر بال ہے پیارے　　زلفیں سیں نکلنا جنجال ہے پیارے[1]
یہ دل سیاہ طالع اٹکا ہے جا ہمارا　　خورشید سے مکھ اوپر یا خال ہے پیارے
کیوں سرزمیں پے دل کی اب زلزلہ پڑے نہیں　　حرکت تجھ ابرواں کی بھونچال ہے پیارے
یہ پردۂ شفق میں خورشید خاوری ہے　　یا لال مکھ پے تیرے یہ شال ہے پیارے
انکھیاں اگر ملاؤ تو جی کوں ہو بھروسا　　مقصود کے دلوں کی یہ فال ہے پیارے
یوں آبرو سیں دل کوں تم سخت جو کہا[2] ہے　　کچھ جانتے ہو اس کا کیا حال ہے پیارے

(28)

یوں بے وفا ہوا توں اے سرخ چڑے[3] والے　　ہم کوں پڑے ہیں تیرے اب دیکھنے کے لالے
اوپر کے دل سیں تم یوں سر پَر[4] چڑھاوتے ہو　　کیا پیچ ہے کہ پیارے دیتے ہو ہم کوں بالے
دے خاص پرورش تم ہمنا کے کیوں نہ بھولو　　جب عام کے پڑے ہو یوں جائے کرکے پالے
روٹھا ہوں میں بھی دل سیں[5] نہیں بولنے کا ہرگز　　ایک بات رہ گئی ہے ٹک دوڑ اسے بلا لے
ضد دیکھ کر تمہاری اے بے وفا ہٹا ہے　　عاشق نے ہار مانی اب تو گلے لگا لے
جو چھوڑ آبرو کوں جاتے ہی ہو تو جاؤ　　میں[6] نے بھی اب خدا کے تم کوں کیا حوالے

(29)

دل کوں تڑپھ ہے آج جدائی سیں یار کی　　انکھیاں اوپر پڑی ہے بہت انتظار کی
دونا بڑھا جنوں لگی انجھواں کی جھڑ　　جیوں جیوں امنڈ گھٹا ہیں[7] جنگل میں بہار کی
یارو کوئی کہے کہ کبھی یوں بھی ہوے گا　　باتیں کریں گے بیٹھ کے آپس میں پیار کی
ہے درد سر تمام کہوں کیا شراب دے　　ساقی نہ پوچھ مجھ کوں حقیقت خمار کی
ہوتی نہیں[8] پیار سیں سیدھی کبھی نگاہ　　تس پر ہے آرزو مجھے بوس و کنار کی
دلی میں درد دل کا[9] کوئی پوچھتا نہیں　　مجھ کوں قسم ہے خواجہ قطب کے مزار کی
دشمن ہوئے ہیں لوگ سجن آبرو کے سب　　یہ بات اپنی[10] ہے ترے دوست دار کی

(30)

آتش میں عشق کے ہے ہم کوں فراغ اور ہی　　جو ہے خلیل تن کا ہوتا ہے باغ اور ہی
دیدار کی شرابیں پیتے ہیں چشم سیتی　　مستوں کا ہے درس کے یارو ایاغ اور ہی

---

۱ ہمارے، ۲ کیا، ۳ چیرے، ۴ سے، ۵ دل سیں میں بھی، ۶ ہم، ۷ نیں، ۸ نہیں ہے، ۹ کوں، ۱۰ آبنی

نقش قدم کے جا کے سر کا نشان ڈھونڈھو — یہ راہ دل ہے اس کا ہو ہے سراغ اور ہی
ہر دن کسی نئے سیں ملتا ہے گرم جا کر — ہر روز مجھ کوں ظالم دیتا ہے داغ اور ہی
جو کچھ کہو گے تس سیں بڑھ آبرو کہے گا — پیارے اٹھاوتے ہیں تیرا دماغ اور ہی

(31)

سراسر جال کیا یکسا بنی ہے — ہنر میں صید کے کاکل گنی[1] ہے
ہوئی ہے انتخاب جامہ زیباں — تمہاری جبیں[2] پیارے کن چنی ہے
اسے اسپند کروں گن گرم دیکھا — میرے پیارے کی دیہی گن گنی ہے

(32)

بول کیں ایک تان صاحب رائے — لے گیا کاڑھ جان صاحب رائے
جوئے دیکھے سوئے بچھڑ جاوے — حسن تیرے کی آن صاحب رائے
دب گئے سب جہان کے معشوق — دیکھ کر تیری شان صاحب رائے
تیری بھولی طرح لگے پیاری — جان تم ہوا جان صاحب رائے
لال گویا کلی ہے رنگ بھری — یہ تمہارا دہان صاحب رائے
ڈرتا ہوں تجھ کمر کے کسنے سیں — کہ نہ ہو جا زیان صاحب رائے
ہم نمانوں سیں یوں مٹھن مت کر — پیار کی بات مان صاحب رائے
بات باریک ہے کمر کی تیرے[3] — کیوں کے کیجیے بیان صاحب رائے
آج کے دن ہے آبرو اس کوں — جس پہ ہو مہربان صاحب رائے
آبرو اب کہو غلام حسن — کہ ہوا مسلمان صاحب رائے

(33)

داڑھی نے تیرے حسن کی خوبی تمام کھوئی — گئی اس کمل سیں تیرے منہ کی اتر کے لوئی
گل نے مگر چمن سیں عزم سفر کیا ہے — گلشن کے بیچ شبنم کیوں اس طرح سیں روئی
کہنا سجن سیں قاصد کیوں کر میری[4] حقیقت — جب ان لکھی کتابت انکھیوں نے یوں بھگوئی
بد راہ ان دنوں میں از بسکہ ہوگئے ہو — تیری گلی میں آکر پھرتا نہیں ہے کوئی
بیزار کیوں نہ ہو جا اب آبرو تمن سیں — معشوق بن کے[5] تم نے اوروں سیں مل ڈبوئی

---
۱ گھنی، ۲ چیں، ۳ طرح، ۴ کہوں، ۵ بن کی

(34)

کچھ کچھ رقیب نے کہتے سچ ہو کہا[1] تو ہے — کہنا نہیں ہے منہ سیں لے[2] کچھ انمنا تو ہے
جو ہے نہیں کچھ اور تو دل میں صفا تو ہے — منہ کیوں چھپاوتے ہو سجن آئینا تو ہے
شاید کہ ہو رہے گا کبھی مہربان بھی — پیارے نے شوق دل کا میرے اٹکلا تو ہے
اے لوگ بے حساب او کہتے ہیں اس کی بات — عاشق گلی میں یار کی جا کر گرا تو ہے
پھاندے کے بیچ غیب سیں آ جا تو کیا عجب — دل آج اپنی گھات میں جا کر لگا تو ہے
ٹھٹھا کیا جو بات پے میری تو کیا ہوا[3] — خندوں کا یہ ملاپ پیارے برا تو ہے
بیزار ہوگئے ہیں جو گورے ہمن سیں سب — بیزار سیں ہوئے ہیں میرا سانولا تو ہے
ہرگز خط غبار کے سبزے سیں منہ نہ پھیر — گو بھنگ کے تلے میں مزا نہیں نشا تو ہے
جو آبرو برا بھی کہا تو بھلا کیا — زمرے میں عاشقوں کے ہمن کوں گنا تو ہے

(35)

تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے — کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے
لب شیریں چھپے نہیں رنگ پان سیں — نہاں منقار طوطی میں شکر ہے
کیا ہے بے خبر دونو جہان سیں — محبت کے نشے میں کیا اثر ہے
تیرا مکھ دیکھ آئینا ہوا ہے — تحیر دل کوں میرے اس قدر ہے
تخلص آبرو برجا ہے میرا — ہمیشہ اشک غم سیں چشم تر ہے

(36)

دشمن جاں ہے تشنۂ خوں ہے — شوخ ہے بانکہ ہے نکٹ[4] بھوں ہے
تجھ کوں لیلیٰ بھی دیکھ مجنوں ہے — دل رباؤں کا دل رُبا توں ہے
دل کے چھلنے کوں یہ لٹک چلنا — سحر ہے ٹوٹکا ہے افسوں ہے
خال مشکیں ہے لعل[5] لب ہا پر — یا مئے سرخ بیچ افیوں ہے
آن ہے درد کے ضعیفاں پر — آہ دل کی الف ہے قد نوں ہے
درگزر کر رقیب سیں اے دل — بے حیا ہے رجالا ہے دوں ہے
درد سر کا علاج کیوں نہ کرے — یار کا رنگ صندلی گوں ہے

---

۱ گیا، ۲ لے، ۳ تب، ۴ بانک ہے نکت، ۵ لال

شیخ خرقے میں جب مراقب ہو گربہ مسکین ہے مری جوں ہے
گر وفادار کش نہیں وہ شوخ آبرو ساتھ دشمنی کیوں ہے

(37)

تولا تمہارے رنگ لباں ساتھ جس گھڑی غنچے کا رنگ اڑ کے ہوا تب دھڑی دھڑی
ہیں بھنگ[۱] کے نشے میں ہزاروں طرح کے رنگ سب بونٹیوں کے بیچ مرصع ہے یہ جڑی

(38)

ترا قد سر و سیں خوبی میں چھڑ[۲] ہے لٹک سنبل سیتی زلفاں سیں بھڑ[۳] ہے
حریفاں نوجواں میرا سراپا ادا ہے ناز ہے سج ہے اکڑ ہے

(39)

نالا ہمارے دل کے غم کا گواہ بس ہے دینے کے[۴] تئیں شہادت انگشت آہ بس ہے
ناقص تھی عاشقی کی تدبیر میں زلیخا رکھنے کوں یوسفاں کے ایک دل کی چاہ بس ہے
عاشق کی زندگی کوں اے جان دیدہ و دل جو پیار سیں دیکھے تو آدھی نگاہ بس ہے
شوخی و سرکشی میں کوئی تیرے مقابل دیکھا نہیں جگت میں اے کج کلاہ بس ہے
درکار نہیں زباں سیں کرنا بیان غم کا اے آبرو ہمارا حال تباہ بس ہے

(40)

نپٹ یہ ماجرا یارو کڑا ہے مسافر دشمنوں میں آ پڑا ہے
رقیب اپنے اوپر ہوتے ہیں مغرور غلط جانا ہے حق سب سیں بڑا ہے
جو وہ بولے سوئی وہ بولتا ہے رقیب اب بھوت ہو کر سر چڑھا[۵] ہے
خدا حافظ ہے میرے دل کا یارو پتھر سیں جا کے یہ شیشا بھڑا ہے
برنگ ماہئ بے آب نس دن سجن بن[۶] دل ہمارا تڑپھڑا ہے
رقیباں کی نہیں فوجاں کا وسواس ادھر سیں عاشقاں کا بھی دھڑا ہے
کرے کیا آبرو کیونکر ملن ہوئے رقیباں کے صنم بس میں پڑا ہے

(41)

جان[۷] میں جس کے شوق الٰہی ہے اس کے دل کوں تڑپھ کماہی ہے

---

۱ بنگ، ۲ چڑھ، ۳ بڑھ، ۴ اپنے، ۵ لڑا، ۶ نیں، ۷ چال

جگ کے خوباں ہیں تجھ پے سب مفتوں　　تن میں یوسف بھی ایک چاہی ہے
داغ سیں کیوں نہ دل اجالا ہوے　　چشم کی روشنی سیاہی ہے
اب تلک کھینچ کھینچ جور و جفا　　ہر طرح دوستی نباہی ہے
طور کیا پوچھتے ہو کافر کا　　شوخ ہے بانکہ ہے سپاہی ہے
ہاتھ میں کہربا کی سمرن دیکھ　　رنگ عاشق کا آج کاہی ہے
حال عاشق کا کیا بیاں کیجیے　　خوار ہے خستہ تباہی ہے
آبرو کیوں نہ ہو رہے خاموش　　درد کہنے کی یہاں مناہی ہے

(42)

شاخ گل قد کوں ترے دیکھ کے مرجھائی ہے　　سرو کوں چال تری باعث رسوائی ہے
نازنین گل کے نمن آج نہ کملائے سو کیوں　　بو الہوس کی نظر اس مکھ کے اوپر چھائی ہے
سچ کہا تب سوں کمر بند ہوا یہ تار نگاہ　　وہ کمر موسی مری جب سیں نظر آئی ہے
دامن دشت کیا نقش قدم سوں پر گل　　کس بہاراں کا یہ دیوانا تماشائی ہے
عاشق شیفتہ دل کیوں کے نہ ہو سرگرداں　　حسن کی قدر کوں بوجھا نہیں ہرجائی ہے
دل سوں عاشق کے ہے جب حسن کوں معشوق کے زیب　　تب تو عارض میں صفا تل کو سویدائی ہے
وار اور پار کے شہراں کوں ڈباوے گا سب　　گریہ کی آبرو کوں آج لہر آئی ہے

(43)

سپارس[1] سیں مرا سرکش نپٹ بیزار ہوتا ہے　　زیادہ ضد پکڑ کر باعث آزار ہوتا ہے
رقیباں کے ستم کی دل نے کی[2] برداشت تب جانا　　کہ دیوانا بھی اپنے کام میں ہشیار ہوتا ہے
کرم فرما کہ تیرا نقش پا ہم خاکساروں کوں　　چمن میں سربلندی کی گل دستار ہوتا ہے
تری شمشیر ابرو نے کیا ہے قتل عاشق کوں　　جو ایک بانکی ادا کرتے ہیں سو[3] ایک وار ہوتا ہے
وہی رشتا کہ دانایاں کوں ہے اسلام میں تسبیح[4]　　سوئی رشتا گلے کا[5] کفر کے زنار ہوتا ہے
تری تصویر پر نیرنگ کے معنی کو جو دیکھے (بوجھے)　　سوئی حیرت میں جا کر صورتِ دیوار ہوتا ہے[6]
جگر کا خوں انکھیوں سیں اشک کی صورت پکڑ نکلا　　صدف میں جا کے قطرا گوہر شہوار ہوتا ہے
کنارا عشق کا گرداب ہے اے آبرو مت ڈر　　ہوا جو غرق اس دریا میں سوئی پار ہوتا ہے

---

[1] سپارش، [2] ستم دل نے کیے، [3] سوئی، [4] تسبی، [5] جا، [6] یہ شعر اضافی ہے

(44)

عاشق کوں رات بیچ درس کا ظہور ہے   ظلمت کے بیچ زلف کے یہاں منہ کا نور ہے
ہردم منیں قیامت دیگر ہے جلوہ گر   بجتا[1] نہیں ہے نے کا مگر نفخ صور ہے

(45)

وہی بوجھے ادا پیارے نگہ کے دل لے جانے کی   طرح دیکھی ہے جن انکھیوں سیں انکھیوں کے ملانے کی
چمن میں شمع کی مانند کلیاں گل ہوئی[2] بجھ بجھ   لباں سیں بات نکلی تھی تمہارے پان کھانے کی
تمھیں آتی ہے انکھیاں پھیر جانے کی طرح جیسیں   ایسی آتی نہیں عاشق کوں اپنے[3] دل پھرانے کی
رکھوں نقش قدم کوں سر پے اپنے دل کی انکھیاں جیوں   نظر بھر جب کبھی دیکھوں لٹک تمنا کے آنے کی
فلاطوں بھی ہوا لیلیٰ وشاں کوں دیکھ کر مجنوں   دوانی ہوگئی یہاں عقل آ کر کے سیانے کی

(46)

افسوس ہے کہ ہم کوں دلدار بھول جاوے   وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جاوے
رستم تری انکھیوں آوے اگر مقابل   ابرو کوں دیکھ تلوار[4] بھول جاوے
عارض کے آئینہ پر تمنا کے سبزۂ[5] خط   طوطی اگر[6] جو دیکھے گفتار بھول جاوے
کیا شیخ کیا برہمن جب عاشقی میں آوے   تسبیح[7] کرے فراموش زنار بھول جاوے
یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتیں   جب روبرو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

(47)

کہو کہ ظالم شتاب آوے اتا کیوں غافل اٹک رہا ہے   نکل چلا تھا سو جی لباں پر درس کی خاطر ٹھٹھک رہا ہے
رقیب نے جب سیں پاس دیکھا تمن کے اب[8] جان دل ہمارا   تدہاں سیں مانند کرنکے کے انکھیوں میں اس کی کھٹک رہا ہے
اگر جو چھوٹے تو گر کے پھوٹے وگرنہ چھوٹے تو قید ظالم   پڑا ہے دل بیچ میں ہمارا پکڑ کے گیسو لٹک رہا ہے
کمر نین لب عذار گیسو تو[9] ایک سیں ایک سب سرس ہیں   کدھر کدھر ہو سبھی کا عاشق یہ دل بچارا بھٹک رہا ہے
مری ہے جانی سیں من کے جیسیں کہ سانپ سر مار مار اپنا[10]   یوں دل خوشی سیں برہ اگن میں سپند ہو کر چٹک رہا ہے
پکڑ کے شمشیر اب جو نکلو تو ہم کوں یہ عید ہو مبارک   کہ بوالہوس چھوڑ آبرو کوں تیری گلی سیں سٹک رہا ہے

(48)

بات سن کے[11] طلب رکھتا ہے اوروں سیتی   ہم کوں کہتا ہے سجن لاکھ نہوڑوں[12] سیتی

---

۱ بجنا، ۲ ہوئیں، ۳ اپنا، ۴ تری دیکھ ترِوار، ۵ سبز، ۶ آ کر، ۷ تسبی، ۸ اے، ۹ یوں، ۱۰ کلی چمن میں گلاب کی جوں شگفتہ ہو کر صدا کرے ہے، ۱۱ سن نیں کی، ۱۲ سخن لاکھ نہوروں

چاند سے مکھ کوں ترے عیب ہوا ہے پیارے　　کہ تجھے[1] شوق پڑا آ کے چکوروں سیتی

(49)

نمازی خون دل[2] انجھواں کے پانی سیں وضو کیجیے　　تب اے خوش چشم تجھ محراب کوں ابرو کے رو کیجیے
کیا ہے چاک دل تیغ تغافل سیں تجھ انکھیوں نے　　نگہ کے رشتۂ وسوزن سوں پلکاں کے رفو کیجیے
شکست پے یہ پے یوں خوشنما ہے دل کو تنگی میں　　کہ جو سیمیں براں کی قادری اوپر اتو کیجیے[3]
نسیم باغ کے دم مارتی ہے[4] یاد میں اس کی　　بجا ہے[5] غنچۂ گل خوش دماغاں دل کوں بو کیجیے
بچشم وسر ترے آگیں ہیں ساقی مے کشاں حاضر　　انھوں کی چشم کوں پیمانہ و سر کوں سبو کیجیے
تمھارے اے سجن مرتے ہیں مدت ہے تغافل سیں　　ہمن پر بھی نظر ٹک مہربانی کی کبھو کیجیے
جہاں پیش از قیامت آبرو زیر و زبر ہوجا　　اگر بے تاب ہو کر درد سیں یک بار ہو کیجیے

(50)

ہر وقت جس پری کا گھر میں مرے گزر ہے　　شاید اسی پری کے دل کوں مری نظر ہے
قد ہے نہال تیرا پیارے اگر ہمارے　　توں برمنے نہ آوے تو شاخ بے ثمر ہے

(51)

نگہ تیری کا ایک زخمی نہ تنہا دل ہمارا ہے　　جگت سارا تری اے شوخ دو انکھیوں کا مارا ہے
ہوئے ہیں عاشقاں کی فوج میں ہم صاحب نوبت　　بجایا آہ کے ڈنکے سیتی دل کا نقارا ہے
ہمارا دین و مذہب اے سجن تیری اطاعت ہے　　خدا کا کیوں نہ ہو بندا کہ جن تجھ کوں سنوارا ہے
بجھا اے بے وفا پانی سوں اپنی مہربانی کے　　دہکتا دیکھ کر دل کا ہمارا برق ہارا ہے[6]
خجل ہو کر مری انجھواں کی جھڑ سیں ابر پانی ہو　　تڑپنا دیکھ کر دل کا ہمارا برق ہارا ہے[7]
ہمیں تو رات دن دل سیں تمھاری یاد ہے پیارے　　تمن نیں اس قدر پیارے ہمن کوں کیوں بسارا ہے[8]
نظر کرنا کرم سوں آبرو پر تم کوں لازم ہے　　کسی لائق نہیں تو کیا ہوا آخر تمھارا ہے

(52)

دل کب آوارگی کوں بھولا ہے　　خاک اگر ہوگیا بگھولا[9] ہے
جب چلے جان[10] تب یوں ہو معلوم　　دل پے گویا[11] گیند ہولا ہے
زلف نین[12] آج خوش ہے کودک دل　　یو رسن حق میں اس کے جھولا ہے

---

[1] مجھے، [2] جوں اول، [3] یہ شعر اضافی ہے، [4] مارتے ہی، [5] بجائے، [6] دہکتا دل منیں میرے تیرے غم کا انگارا ہے، [7]، [8] یہ شعر اضافی ہے، [9] بگولا، [10] چال، [11] یہ گوئیا، [12] میں

دل میرا چاک چاک پنجرے جیوں کیوں نہ ہو دل ربا ممولا ہے
آبرو نامراد دل میرا غم کے دریاؤ کا بلولا ہے

(53)

اے خوش نما ترا قد پھولوں کی جیوں چھڑی ہے بر میں تیرے چکن کے گلزار بکتری ہے
ناحق ہمارے جی کے پچھوسوں[1] کیوں پڑی ہے کاکل کوں کہ سیہ دل یہ کون کافری ہے
گل رنگ قادری میں سیمیں بدن ہے تاباں یا پردۂ شفق میں خورشید خاوری ہے
خونخوار ہیں لباں کوں پان سوں[2] کیا ہے رنگین عاشق کے مارنے کی[3] بنیاد یوں دھری ہے
قشقا تری بھواں کا خونریز تر ہے ظالم یہاں تیغ بے اماں پر تیرے[4] کوں برتری ہے
ڈرتا ہوں جب سوں تری دیکھی ہے سرد مہری نالے کوں میرے دل کے جیوں بید تھرتھری ہے
اس قد دلربا کے کرتا ہوں وصف موزوں اب آبرو تخلص میرا صنوبری ہے

(54)

جو دل قطرا ہوا[5] ڈوبا تھا بھنور میں زلف دلبر[6] کے گہر ہو کان میں ڈستا ہے مجھ کوں آج دلبر کے
کتابت[7] پہنچنا آہ سیں میری ہوا مشکل جلے جاتے ہیں گرمی سیں ہوا کی پر کبوتر کے

(55)

زباں مجھ دل کی سوزش کے بیان کرنے سیں جل جاوے زباں کیا حرف زن جیوں شمع سرتا پا پگھل جاوے
کروں خاک عدم میں جب کہ درد دل سوں بے تابی برنگ زلزلہ ساری زمیں اس وقت چل جاوے
جدائی سیں اگر یہ حال ہے تو کچھ تعجب نہیں مرے کیونکر نہ یارو جس کے تن سوں جی نکل جاوے
ہوا ہے درد دل کالا دوا یہاں لگ کہ حسرت سوں جو میرا حال دیکھے سو کف افسوس مل جاوے
طلب چوں کردگاں[8] کرتے ہیں طفلاں یوں مرے دل کوں جہاں وہ شوخ نادان دیکھ پاوے وہاں مچل جاوے
برہ کے پنتھ میں اے گرم رو لغزش سیں ڈرتا رہ اٹھے ہے برق جیوں گر کر قدم جس کا پھسل جاوے
اگر اے آبرو دیکھے ہمارے شعر کوں گوہر تو پانی ہو کے خجلت سوں برنگ ژالہ گل جاوے

(56)

ہم نے سجن سنا ہے اس شوخ کے دہاں ہے لیکن کبھی[9] نہ دیکھا کیسا ہے اور کہاں ہے
ڈھونڈا ہزار تو بھی تیرا نشان نہ پایا لشکر میں گل رخاں کے تیرے مثل کہاں ہے

---

۱ پیچھے، ۲ سے، ۳ مارنیں کوں، ۴ ترے، ۵ قطرہ ہو، ۶ امبر (غیر)، ۷ کتابت کا، ۸ کبھو، ۹ اب

لب[1] تشنگی کا زورا شاید کھلے ہمارا　　شام و شفق سجن کا مسی و رنگ پاں ہے
دل نے[2] کیا ہے دعوا انکھیاں ہوئی ہیں منکر　　تیری کمر کا جھگڑا دونوں[3] کے درمیاں ہے
رہتا ہوں اے پیارے قدموں تلے تمہارے　　جس راہ آوتے ہو عاجز کا وہیں مکاں ہے
تجھ خط پشت لب میں جس[4] کا سخن ہوا سبز　　اس کی زباں دہن میں مانند برگ پاں ہے
پیری سیں قد کماں ہے ہر چند آبرو کا　　اس نوجواں کی خاطر دل اب تلک بساں[5] ہے

(57)

قربان جو[6] نگہ پے نہ کرتا[7] تھا توں مجھے　　تو پیار کی انکھیوں سیتی دیکھا تھا کیوں مجھے
لاسے کی طرح چونکتے لونڈے کوں جا لگوں[8]　　اڑتے چڑے پھسانے کی آتی ہے گوں مجھے
مجھ کوں کہے رقیب تجھے یہاں سیں کاڑھ دوں　　یہ بات سن کے جیو میں لاگی ہے دوں مجھے
ظاہر رہا ہوں روٹھ و لیکن نپٹ لگے　　شوخی اس اچپلے کی پیاری[9] دلوں مجھے
یہ بات آبرو کی ہے جو اور سیں ملے　　تو ہم[10] سیں پھر ملو تو تمہارے ہی سوں مجھے

[11]
(58)

غم سیں تیرے بے قراری ہے مجھے　　گھن طپش گھنی آہ وزاری ہے مجھے
صید ہو تیرا ہوا ہوں اہل زر　　دام تجھ مکھ کے کناری ہے مجھے
ہے وہی تیغ کشیدہ قد یار　　زخم جس کا دل میں کاری ہے مجھے
اس رقیب سنگ دل کی سخت بات　　کوہ سیتی دل پے بھاری ہے مجھے
سرخ تیرے آتشیں تکمے کی یاد　　جیب میں دل کے انگاری ہے مجھے
دشمناں کے طعن نے زخمی کیا　　بات ان سب کی کٹاری ہے مجھے
آبرو ظاہر میں شاکی ہوں ولے　　شوخی اس کی دل میں پیاری ہے مجھے

(59)

میرا جی ڈوب جاوے[12] دیکھ ترے کان کا موتی　　قیامت آب ہے اس کی یہ ہے طوفان کا موتی
زمیں میں کوہ گڑ جا شرم سیں دریا ہووے پانی　　ترے جو لب کا دیکھے لال اور[13] دندان کا موتی
پیارے پہ جو کہتا ہے کہ میں ہوں آبرو کا دل　　غلط نہیں بولتا سچا ہے تیرے کان کا موتی[14]

---

۱ اب، ۲ میں، ۳ ان دو، ۴ تس، ۵ کشاں، ٦ یوں، ۷ کرنا، ۸ کہوں، ۹ پیارے، ۱۰ تم، ۱۱ یہ غزل زائد ہے، ۱۲ چاہے، ۱۳ وہ، ۱۴ یہ شعر اضافی ہے

(60)[1]

مصری میں تیر مژگاں جب من ہرن کے برنی — چھبنے کوں دل میں تب سیں ناخن ہوا نہرنی
تیرے زنان پن کی نازک ہے شکل بندھنی — تصویر پدمنی کی اب چاہیے چترنی
کیونکر بھرن انجھو کی انکھیاں سیتی پڑی نہیں — عاشق کوں آ پڑی ہے ہجراں کی رات بھرنی
ہجرت کی اپنی آکر تم نے خبر جو دی ہے — مشکل ہے اے پری رو کل مجھ کوں آج پڑنی
مائل ہے آبرو پر یوں چشم آج تیری — پیاسی ہو ٹوٹتی ہے پانی پے جیوں کہ ہرنی

(61)

گناہ گاروں کی عذر خواہی ہمارے صاحب قبول کیجیے — کرم تمہارے کی کر توقع یہ عرض رکھتے[2] ہیں مان لیجیے
غریب عاجز جفا کے مارے فقیر بے کس گدا تمہارے — سووے ستم سیں مرتے[3] بچارے اگر جوان پر کرم نہ کیجیے
پڑے ہیں ہم بیچ میں بلا کے کرم کرو واسطے خدا کے — ہوئے ہیں بندے تیری رضا کے جو کچھ کے حق میں ہمارے کیجیے
بپت پڑی ہے جیوں[4] پہ غم کی جگر میں آتش لگی الم کی — کہاں ہے طاقت اسے ستم کی کہ جن پہ اپنا عتاب کیجیے
ہمارے دل پر جو[5] کچھ کے گزری[6] تمہارے دل پرا گر ہو ظاہر — تو کچھ عجب نہیں پتھر کی مانند اگر بتھا دل کی سن تو لیجیے[7]
اگر گنہ بھی جو کچھ ہوا ہے کہ جس سیں اپنا ضرر ہوا ہے — تو ہم سیں وہ بے خبر ہوا ہے دلوں اس کے بھلائے دیجیے
ہوئے ہیں ہم آبرو نشانے لگے ہیں طعنے کے تیر کھانے — تیرا ابرا ہوا رے زمانے بتا تو اس طرح کیونکے جی جے

(62)

جلوہ گر مجھ دل منیں ہر وقت وہ دلدار ہے — آئینے میں جب کبھی دیکھو تو تب دیدار ہے
بے وفا ہے شوخ ہے بے رحم ہے بیزار ہے — جو کہو سب کچھ ہے[8] لیکن کیجیے کیا یار ہے
ہر قدم میں جان تو یتا ہے تیرا آ دوڑنا[9] — موج آب زندگی پیارے تیری رفتار ہے

(63)

تجھ ڈر کے[10] اے پیارے مارے تیری اکڑ کے — زخمی ہوئے مرے ہم لیکن کبھی نہ بھڑکے[11]
ظالم تری انکھیوں نے[12] کاڑھے سیہ دنبالے — لے[13] قتل کوں ہمارے اٹے[14] نیچے ہیں سر کے
دل ٹوٹ کر بتاں کے جل خاک میں گئے مل — اے جلوہ گر جبھی تم بجلی سے آئے کڑ کے
جب سیں اگن میں غم کی تن جل گیا ہمارا — تب سیں ہوئے ہیں دونے ہم عشق میں ندھڑ کے
اشعار آبرو کے سلک گہر ہوئے ہیں — پڑھتے ہیں شعر[15] اس کا موتی سے صاف لڑ کے

---

۱ ہرنی، ۲ کیتے، ۳ سووین ستم سیں مریں، ۴ جنہوں، ۵ پہ، ۶ گزرا، ۷ یتھا دل کی سن لیجیے، ۸ سب ہے جو، ۹ جان تو دیتا ہے تیرا آونا، ۱۰ درپے، ۱۱ پھڑکے، ۱۲ میں، ۱۳ یا، ۱۴ یہ، ۱۵ نظم

(64)

پھرتے تھے دشت دشت دیوانے کدھر گئے[1]
وے عاشق کے ہائے زمانے کدھر گئے

مژگاں تو تیز تر ہیں و لیکن جگر کہاں ہے
ترکش تو سب بھرے ہیں نشانے کدھر گئے[2]

کہتے تھے ہم کوں اب نہ[3] ملیں گے کسی کے ساتھ
عاشق کے دل کوں پھر کے ستانے کدھر گئے[4]

جاتے رہے پے نانو بتایا نہ کچھ مجھے
پوچھوں میں کس طرح کہ فلانے کدھر گئے

میں گم ہوا جو عشق کی رہ میں تو کیا عجب
مجنوں و کوہ کن سے نہ جانے کدھر گئے

پیارے تیرے[4] پیار کوں کس کی نظر لگی
انکھیوں سیں وے انکھیوں کے ملانے کدھر گئے

اب روبرو ہے یار نہیں بولتا سو کیوں
قصے وے آبرو کے بتانے[5] کدھر گئے

(65)

یہ باد[6] کیا پھری کہ تیری لٹ پلٹ گئی
ناگن کی بھانت ڈس کے میرا دل الٹ گئی

بے کل ہوا ہوں اب تو تری زلف میں سجن
شب ہے دراز نیند ہماری اچٹ گئی

احوال اس زلف کا ان یدوں سیں بوجھ دیکھ
یہ شب تو ہے دراز پر انکھیاں میں کٹ گئی[7]

سیدھی تھی ہم سیں یار کی مژگاں اور نگاہ
ہے کیا قیامت آج کہ صف سے الٹ گئی[8]

ادھر نگہ کی تیغ ادھر آہ کی سناں
اس کشمکش میں عمر ہماری بھی کٹ گئی[9]

نادان تو نیں غیر کوں کیوں درمیاں دیا
الفت تری کی ڈور اسی مانجھے سے کٹ گئی

مجھ باؤلے کا شور اٹھا دیکھ کرکے فوج
بادل کی بھانت ڈر سیں رقیباں کی پھٹ گئی

توڑی پریت ہم سیں پیارے نے آبرو
لاگی تو تھی یہ بیل پے آخر اُکھٹ گئی

(66)

رکھتا نہیں ادب کچھ لاتے ہیں عذر جیتے
کن نے تجھے پڑھایا کرتا ہے ہم سیں بے تے

ملنے کے طور[10] شاید خورشید رو نے بدلے
آتا نہیں نظر وہ دن ہوگئے ہیں کتّے

زنجیر توڑ بھاگا کیوں شہر سیں دوانا
کیا سوہنے لگے ہیں اس کوں جنگل کے ریتے

مرتے ہیں یاد کر کر پیارے کی نکتہ فہمی
جو بات رمز کی سی کہتے تو[11] جان لیتے

(67)

خوباں بھواں کی[12] تیغ لے جس پر نہیں تلے
زخماں سیں اس کے دل کے کواڑے نہیں کھلے

---

[1] کہاں، [2] یہ شعر اضافی ہے، [3] نام، [4] تمہارے، [5] بنانے، [6] باؤ، [7]، [8]، [9] یہ اشعار زائد ہیں، [10] شور، [11] ہم کہتے سو، [12] پے

جب سیں غبار خط نے لیا خال سب چھپا   دل عاشقاں کے تب سیں گویا خاک میں رلے
اس لعل لب کی بات مگر یاد آ گئی   عاشق کے اشک چشم اے موتی سے کیوں ڈھلے
دیکھو گدھا رقیب یہ بتلاوتا ہے جل   واقف نہیں کہ ہم تو کبھی ملے جلے
پانی ہوا نہیں ہے فقیری میں جس کا دل   وے آبرو پریت کے رنگ میں نہیں گھلے

(68)

کہیو اہیر کے سیں تجھ کوں گئو[1] دوہائی   کب لگ رہے گا بچھڑا ٹک آ مل اے کسائی
عشق اور خودی میں باہم ہے دشمنی اے بھائی   پانی ہے اس اگن کے حق میں منی ومائی
تیری سیاہ چشمی اصلی ہے اے جو آئی[2]   تین تو تئے پے تہمت کس واسطے لگائی
آئینے نے صفا یہ پوچھو کہاں سیں پائی   تیرا ہی حسن اس کوں دیتا ہے منہ دکھائی
جو بالکوں کوں مونڈے جھوٹے سنا کے نالے   [3] سب بے نوا بجا کے کہتے ہیں اس کوں نائی

(69)

معشوق دل شکستہ ہوتے ہیں خط کے آئے   الٹا اثر کرے یہاں آ کے مومیائی
اتّا بھی امردوں کوں جوانوں[4] سیں کھل کے ملنا   کیا خوب ہے پے کہیے تو بات ہوا پرائی[5]
تیری بہار آگے خیرات مانگنے کوں   گل ہاتھ لے[6] پیالا کرتا ہے اب گدائی
بن وصل ہاتھ سیتی جاتی تھی جان اس کی   جب یار پاس پہنچا عاشق کوں تب کل آئی
تجھ خط کے آونے سیں زیادہ ہوا تغافل   سبزا اگا چمن میں دونی ہوئی[7] روکھائی
کیوں آبرو نہ چھوڑاتیں اشتیاق ان کا   رسوا کرے گی آخر لڑکوں کی آشنائی

(70)

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی   کہاں ہوتی ہے یہاں میری سمائی
کرے جو بندگی سو ہو گنہ گار   نیاری ہے بتاں[8] کی کچھ خدائی
ذبح کرنے کوں ناحق بے کسوں کے   بتا تیری کمر یہ کن کسائی
تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے   کہے سیں ضد تمھیں ہو ہے سوائی
چمن کوں جیت آئے ناز بو جب   تمہارے سبزۂ خط میں[9] ہر آئی
سپیدی قند کی پھیکی لگی جب   تمہارے رنگ میں[10] دیکھی گرائی

---

[1] لہو، [2] تھی اے چوائی، [3] محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں غزل بالا غزل میں شامل ہے، [4] اوروں، [5] بات ہے پرائی، [6] بات پے، [7] بڑھی، [8] یہاں، [9] نیں، [10] کی

بہا خون جگر انکھیوں سیں پل پل　　سجن بن رات ہم کوں یوں بہائی
نہیں ٹکتی کا نانو[1] اب آبرو کا　　گلی کی راہ اس کے ہاتھ آئی

(71)

آج یاروں کوں مبارک ہوئے[2] صبح عید ہے　　راگ ہے مے ہے چمن ہے دل رُبا ہے دید ہے
دل دیوانا ہوگیا ہے دیکھ یہ صبح بہار　　رسمسا پھولوں بسا آیا انکھیوں میں نیند ہے
سیر[3] عاشق آج کے دن کیوں رقیباں پے نہ ہو　　یار پایا ہے بغل میں خانۂ خورشید ہے
غم کے پچھو راست کہتے ہیں کہ شادی ہوے ہو[4]　　حضرت رمضان گئیں تشریف آب عید ہے[5]
عید کے دن روتا ہے ہجر سیں رمضان کے　　بے نصیب اس شیخ کی دیکھو عجب فہمید ہے
سلک اس کی نظم کا کیونکر نہ ہووے قیمتی　　آبرو کا شعر جو دیکھا سو مروارید ہے

(72)[6]

اس زمانے میں جس کے ہو بھائی　　اس کی ہوتی ہے دونی چوڑائی[7]
بو الہوس آگے سب سجود ہوئے　　دیکھ عاشق کے غم کی سرسائی

(73)

چھاوے ہے تا[8] قیامت خوش نین فتان کی　　دو جہاں برہم ہیں ایک جنبش میں اس مژگان کی
گردش انکھیاں میں وہ ترچھی[9] نگہ قاتل مجھے　　یوں دستی تلوار[10] کوئی جیسے دھری ہو سان کی
ہائے یاراں دل سیں باہر کیونکے اب نکلے یہ غم　　ضعف سیں حالت نہیں رہی[11] نالہ و افغان کی
دل میں جب خنجر کمر سیں اینچتا آیا وہ جان　　شادمانی عید کی اس آن پر[12] قربان کی
آبرو کا شوق ہے تو چھوڑ دنیا کی طلب　　در بدر مت جان کر منت سگ و دربان کی[13]

(74)

آتا ہے جب یہ[14] لالا کانوں میں ڈال موتی　　رخسار کی جھلک سیں ڈستا[15] ہے لال موتی
تجھ مکھ کی دیکھ خوبی شاید ہوا ہے عاشق　　کرتا ہے بے قراری دل کی مثال موتی
بونداں عرق کی تیرے رخسار پر ڈسیں ہیں[16]　　گویا کہ لا رکھے ہیں دوبھر کے تھال موتی
سوراخ کر جگر کوں تجھ کان جا لگا ہے　　شاید ہمارے دل کا کہتا ہے حال موتی

---

۱ نہیں ٹکنے کا پاؤں، ۲ ہوکہ، ۳ شیر، ۴ ہے، ۵ گئے تشریف لے اب عید ہے، ۶ بھائی ہو، ۷ چورائی، ۸ چھاونی ہے یا، ۹ برچھی، ۱۰ دستے تروار، ۱۱ رہی نہیں، ۱۲ اوپر، ۱۳ یہ مقطع کا شعر اضافی ہے، ۱۴ تو، ۱۵ دستا، ۱۶ دسیں یوں

کیوں نقد جی کوں اپنے دیتا ہے اس کے بدلے　　اے مرجئے نہیں ہے اتنے کا مال موتی
سینے سیں دل ہمارا یوں کاڈھ کر لیا ہے　　لیتے ہیں سیپ سیتی جوں کر نکال موتی
ٹک آبرو کی باتاں تم کان دھر سنو جی[۱]　　رکھتے ہیں گوش بھیتر[۲] صاحب جمال موتی

(75)

آشنائی ہمن سیں کیوں کٹ کی　　کیا ترے دل میں آگئی پٹکی
جھبی تیری انکھیاں پلک ماریں　　تجھبی عاشق کے دل میں لیں چٹکی
ارے لڑکے نہ کر بڑی باتیں　　عمر ابھی ہے تری نپٹ چھٹکی[۳]
ڈر میرے خون گرم سیں ظالم　　پاس مت آ شرر ہے ہر پھٹکی

(76)

تمہارا دل اگر ہم سیں پھرا ہے　　تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے
ہماری کچھ نہیں تقصیر لیکن　　تمھیں کوں سب کہیں گے بے وفا ہے
ہوئے ہو اس قدر بیزار ہم سیں　　کہو ہم نے تمہارا کیا کیا ہے
کسو سے مت ملو معشوق ہو کر　　غلط ہے ہم نے تم سیں کب کہا ہے
وہ جھوٹھا ہے کہا ہے جن نے تم سوں　　ملو جس سیں تمہارا دل ملا ہے
اسے یوں منع کرنا پہنچتا ہے　　تمہارے ساتھ جس کا دل لگا ہے
فقط ایک دوستی ہے ہم کوں تم سیں　　ہمیں یوں منع کرنا کب رو ہے
فقط اخلاص میں اتیا اکڑنا　　ستم گر بے وفا یہ کیا[۴] ادا ہے
مگر دینِ مروّت میں تمہارے　　یہی کچھ دوست داری کا[۴] جزا ہے
تمہاری[۵] ایک لہر لطف اور کرم کی　　ہمارے درد کوں دل کی دوا ہے
غریبوں کی محبت کی اگر قدر　　اپس کے دل میں بوجھو تو بھلا ہے
وگرنہ بیت آخر کی ہماری　　سنو سمجھو کہ جانِ مدعا ہے
تمہارے ساتھ میں قدموں لگا ہوں　　مجھے یوں ٹال دینا کب بجا ہے[۶]
فقط صیاد دل خوبصورتی نہیں　　کرم ہے مہربانی ہے وفا ہے[۷]
عبث بیدل کرو مت آبرو　　مسافر ہے شکستہ ہے گدا ہے

---

۱ ٹک کان دھر سنو تم جی باتاں آبرو کی، ۲ بہتر، ۳ یہ شعر اضافی ہے، ۴ کی، ۵ تمہارے، ۶، ۷ یہ اشعار اضافی ہیں

(77)

میاں صاحب مرے بے تاب دل پر سخت مشکل ہے — نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے بعینہٖ مرغ بسمل ہے
تڑپھنے کی مرے[1] دل کوں سر مو دست قدرت نہیں — کہ انجھواں سیں نین کے تجھ گلی میں پاے در گل ہے
گرفتاری میں اپنے دو سخن کا التماسی ہے — اگر منظور کریئے تو وفاداری کے قابل ہے
اول ہر روز اپنے فضل سیں دیدار دکھلانا — کہ دل دونوں جگت کوں چھوڑ کر کے تم پے مایل ہے
خدا شاہدؔ[2] کہ اس دل کوں تمہارا پیار سیں ملنا — گویا مفلس کے حق میں بادشاہی کے مقابل ہے
دویم یہ عرض ہے جو کچھ تمہارے دل منیں آوے[3] — ستم اور ظلم سب کریئے ہمیں برداشت کامل ہے
و لیکن غیر کا کہنا میرے حق میں نہیں سنا[4] — کہ وہ مردود اس زمرے[5] سوں اہل دل کے انمل ہے
اگر یے دو سخن منظور اپنے فضل سیں کریئے — تو اس میں ہر چرخ سیں مدعا سب دل کا حاصل ہے
نہ ہو تیرے غلاماں سیں سو کیوں کر آبرو جگ میں — کہ اس کے حال پر تیرا کرم ہر وقت شامل ہے

(78)

یوسف مرا سراپا آئینہ ساں صفا ہے — دیدار آ دکھاوے ہم کوں تو مرجبا[6] ہے
کیوں شمع رو نہ ہو جا مل آبرو سیں ناخوش — پانی پڑے سیں دیوا البتہ چڑچڑا ہے

(79)

غیروں کے ساتھ رہنے کی جو بات من دھری — شمشیر ظلم سنگ پے گویا تمن دھری
ہوتے نہیں ہیں سیر دیوانے سیں[7] اشک کے — مردم ہمارے چشم کے ہیں کیا جلندھری
دل کوں جیوں[8] کے حق میں ہوئی ہے گویا بہار — تیرے لباں کی دیکھ یہ رنگین چمن دھری
بوسا نہیں نصیب میں میرے تو کیا کروں — روزی کسی کے تئیں نہیں ملتی ہے ان دھری
بیڑا ہمن کے خوں پے اٹھایا جان کر — اس شمع رو کے بیاہ کی جن نے لگن دھری
آیا نہ میری بیت کے سننے کوں آبرو — کیا ہم بری گھڑی کہ[9] بنائے سخن دھری

(80)

جیونا دنیا کا تو مت چاہ اگر انساں ہے — نام آب زندگی کا چشمۂ حیواں ہے
آبرو کہتے ہیں رونے میں اثر ہے درد کے — یہ تیرا رونا مگر سچا نہیں طوفان ہے

(81)

بات کی طرح تبسم نے ہمیں بتلا دی — لطف پنہاں ہوا یہ راہ سخن کا ہادی

---

۱ ترے، ۲ شاہد ہے، ۳ آوتے، ۴ سننا، ۵ طرح، ۶ مرحبا، ۷ ہوتی نہیں ہے سیر (دوآبے) سوں، ۸ جنوں، ۹ یہ

کہنہ عاشق کوں نہیں سیل فنا کی دہشت
نہ ڈرے خانہ خرابی سیں جو ہو بنیادی

اس قدر باغ میں[1] نہیں ہے یہ ہزاراں کا ہجوم
تجھ گلی بیچ ستم گر جیتے ہیں فریادی

نہ مسی تم نے لگائی و نہ بیڑا کھایا
کیا تھی ان بن کہ کری جان اپتی بیدادی

زور سیتی نہ نوے[2] صاحب جوہر قطعاً
نہیں دتی[3] ہے وہ تلوار جو ہو فولادی

جب سیں جو باغ میں آیا ہے سجن تب سوں ہوا
سروکوں فاختہ کا طوق خط آزادی

یار تیں[4] نانو لیا اپنی زباں سیں اس کا
آبرو کوں کہو سب مل کے مبارک بادی

(82)

رہائی چاہنا ہوتا ہے ان انکھیوں کا نادانی
دلوں کوں باندھ کر رکھنے میں ہو جن کی نگہ بانی

قناعت تاج دولت کیوں نہ ہوے تارکوں کے تئیں
کہ ہے دنیاے دوں سیں پھیرنا من کا سلیمانی[5]

(83)

طوفان ہے شیخ قہریا ہے
جو حرف ہے تس کے نہ ریا ہے

دل کیوں نہ بھنور ہو آج میرا
چڑا[6] تیرے سر پے لہریا ہے

تجھ حسن کے باغ میں سریجن
خورشید گل دوپہریا ہے

اب دین ہوا زمانہ سازی
آفاق تمام دہریا ہے

(84)

مرے[7] ہیں سیل غم میں ڈوب عاشق سب بھی[8] روتے
کہ اب[9] لڑکے کسی کے آشنا ہرگز نہیں ہوتے

اگر ہم بوجھتے اے جان تیری بے وفائی کوں
تو ہرگز آبرو کی طرح اپنی عمر کیوں کھوتے

(85)

جب سیں تیری زنخ میں پیارے کوئی[10] ہے گہری
تب سیں میرے نین ہیں پانی بھری جلہری

خورشید رو سر اوپر[11] آوے تو ہو شگفتہ
ہے شوق کے چمن کا یہ دل گل دوپہری

ایسی جو شکل دیکھے سو کیوں کے ہو نہ مجنوں
ٹک واسطے خدا کے اے عقل تو ہی کہری

رخسارۂ صفا پر جھمکے ہے یہ کناری
یا سیم کے صفے پر جدول کھنچی سنہری

نام اس کا اب سند ہے جس پر ہو مہر اس کی
بخشی ہے دل کوں غم میں[12] اب داغ کی کچہری

اس طرح ناصحوں میں آکر پھنسا ہے عاشق
دہقانیوں میں جب سیں واقعہ ہوا ہو شہری

---

۱ منیں، ۲ زور ہستی نہ ہوے، ۳ دبتی، ۴ یارنیں، ۵ مسلمانی، ۶ چیرا، ۷ پڑے، ۸ بہے، ۹ بے، ۱۰ کنویں
۱۱ وہ دوسر بر، ۱۲ نیں

سنتی نہیں کسی کا کہنا یہ چشم تیری　　صید آبرو کی دل کوں کرتی ہے ہو کے سحری[۱]

(86)

قیمت چنانچہ راگ کے سر کا لگاؤ ہے　　یوں ناچنے کے پیچ بڑی بست بھاؤ ہے
یہ ابرواں بھی قتل کوں انکھیوں سیں کم نہیں　　ان میں کٹاچھ[۲] ہے تو انھوں میں کٹاؤ[۳] ہے
عاشق کا شوق اور بڑھا آہ کے کیے　　بھڑکاونے کوں آتش دل کی یہ بھاو ہے
مغرور ہو کے کیوں نہ کرے ہم کوں دور دور　　اس کوں جدھر کوں[۴] جائے تدھر آو آو ہے
اس چاہ کا نباہ نہیں آبرو کا کام　　ہر وقت لالچی کے تیئں لاو لاو ہے

(87)

زندگی[۵] مثل حباب اس جگ میں دم کا پیچ[۶] ہے　　یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے
کام کرتی ہے تیرے[۷] دستار کاکل کا تمام　　سر تمہارے کا سجن ہر پیچ ڈھیلا پیچ ہے

(88)

جو اہل دید اور صاحب نظر[۸] ہے　　اسے جلوا جدھر دیکھو[۹] تدھر ہے
وہ مورکھ[۱۰] ہے کہ ہر جائی ہوا ہے　　جو کوئی خانہ نشیں ہے وہ سگھڑ ہے
وہ اپنی جان سیں تجھ پر ہے قرباں　　جسے کچھ عالم دل کی خبر ہے
ہماری چشم گریاں جوہری ہیں　　تسلسل اشک کا موتی کی لڑ ہے
نگاہ اس کی گہر ہے آبرو کی　　جسے مکھڑا ترا مدنظر ہے

(89)

سادہ رویاں کوں دل سیں الفت ہے　　تب تو آئینے ساتھ صحبت ہے
جان تیرے سبب مجھے دل ساتھ　　پیار ہے، شوق ہے، محبت ہے
زندگانی تو ہر طرح کاٹی　　مر کے پھر جیونا قیامت ہے
اس کے تیئں کوئی کچھ نہیں کہتا　　ہر طرف سیں مجھے ملامت ہے
ہووے[۱۱] ممسک کا تھوڑا تھوڑا دل　　یہ بھی بخشش میں ایک کفایت ہے
جان یہ تم نے کیوں نکالا[۱۲] خط　　کسی کے قتل کی روایت ہے
تیرا شیریں دہن ہے انبرت پھل　　سبزۂ[۱۳] جاں اسی کا شربت ہے

---

۱ چونکہ بہری، ۲ کٹاچھری، ۳ باو، ۴ کہ، ۵ جیونا، ۶ پیچ، ۷ ہیں تیری، ۸ ہنر، ۹ دیکھے، ۱۰ مورک ۱۱ ہوہے، ۱۲ نکالے، ۱۳ شیرۂ

کہنہ عاشق پے نو خطاں سیں رحم[1] حسن کی شرع بیچ بدعت ہے
آبرو شعر ہے ترا اعجاز جوں ولی کا سخن کرامت ہے

(90)

اٹھ چیت کیوں جنوں سیں خاطر نچنت کی آئی بہار تجھ کوں خبر ہے بسنت کی
کالک لگا کے منہ کوں بھگوئیں گئے[2] بسن ٹیسو[3] ہوا بسنت میں صورت مہنت کی
پھولے نہیں ہیں پھول یہ لو ہو میں لو پوٹ[4] بتلاوتے ہیں بات میرے دل کے انت کی
رو رو کے ہم ہوئے ہیں دیوانے کہ تم نے رات گھر چھوڑ کر بہار پیارے بس انت کی
تب ہے بہار جب کہ سدا رنگ کے ہو راگ بولے گی جو کہ میں سو ہے[5] بات انت کی

(91)

تماشا دیکھ انجھواں کا کہ نچوبوں کا دہارا ہے[6] ہمارا رونا پیارے یہ اندر کا اکھاڑا ہے
بہار حسن سیں اپنی ہوا اب اس قدر مجنوں کہ گل کی سی طرح اپنا گریباں آپ پھاڑا ہے
تجیر سیں ایسے[7] کیوں لگ گئی ہے ایک طرف تاڑے مگر عاشق نے کہیں[8] اس سروقد کوں آج تاڑا ہے
یہ مژگاں نہیں ہماری چشم گریاں ہیں[9] سخی ہوکر گہر افشانیوں کا آستیں سیں ہاتھ کاڑھا ہے

(92)

کوئی کرتا نہیں اُس بے وفا کے تئیں ملامت بھی کہ ناحق چھوڑ دی ہے ہم سیں اب صاحب سلامت بھی
گریباں پھاڑ دامن گیر ہو انصاف لیں[10] اپنا ستم سیں مر گئے یارو نہیں آتی قیامت بھی
مجھے پیارے سبوں میں جب مجھی پر ایک تغافل ہو اگر چہ شوق بڑھتا ہے پہ ہوتی ہے ندامت بھی
سری[11] ہیں دل سیہ کرنے کوں مرے گو ترے کاکل پے کم نہیں ان سیتی کچھ یہ میرے بختوں کی شامت بھی

(93)

پیارے زلف تیری کیوں ہمیں اپتا ڈراتی ہے سبب کیا ہے کہ کھا کھا پیچ و تاب انکھیاں[12] دکھاتی ہے
کہو زلف طویل القد کوں اپنی کہ یہ ناداں کجی کوں چھوڑ دے جو تو بڑی[13] سب سیں کہاتی ہے
مراجی ناک میں آیا ہے اس کے کان کوئی ڈالے کہ نہیں آرام پیارے رات انکھیوں میں بہاتی ہے
مرے کے بعد یارو دوست پھر کیا کام آتا ہے اسے کوئی دوڑ کر پھیرو کہ میری عمر جاتی ہے

(94)

جو دل کی بات تھی سو شمع پروانے سوں کہہ گزری کہ اس محفل میں آپس بیچ یہ سودا ہے رہ گزری

---

۱ زخم، ۲ کیے، ۳ بنسو، ۴ لوٹ پوٹ، ۵ بین سوہی، ۶ کہ یہ نچویوں کا ڈھاڑا ہے، ۷ اسے، ۸ عاشق کہیں، ۹ نیں، ۱۰ سیں، ۱۱ بڑے ۱۲ انکھیں، ۱۳ بڑھی

نہاں[1] جی میں جلا کے اور نمایاں ہو ہوئی[2] رسوا ‏ مرے دل کی محبت پے جو کچھ گزرا سوسہ گزری
گزر جا شاہ تیرانداز کا جوں تیر سینے سیں ‏ معلق مجھ گدا کے دل سیں یں تیری نگہ گزری[3]
بچھڑ پانی سیں جو حالت کہ مچھلی پر گزرتی ہے ‏ مرے دل پر جدا ہوتم سیتی اے جان وہ گزری[4]
غنیمت جان جیتے جیو کر لے فکر مرنے کی ‏ بھروسا عمر کا ہرگز نہ کر ناداں یہ گزری
رجھاہا[5] خواب میں جیوں دابتا ہے آ کے سوتے کوں ‏ ہماری آبرو یوں عمر غفلت میں نبہ گزری

(95)

جان ہے بات اس شکر لب کی ‏ اس کے طوطی کوں کہہ کہ جگ جگ جی
دل میں آیا خیال اس کا جبھی ‏ آ گیا تب ہمارے جی میں جی
معجزا ہے صفائے حسن تمام ‏ اس سیں آدم کہاوتا ہے صفی
ہم کوں لاوے پیام جو ان کا ‏ ہے مرے حق میں جبرئیل وحی
اس دہن کے کلام سن سن کے ‏ غیر کوں ہوگئی ہے گمراہی
پے رہتا ہوں نین میں انجھواں کوں ‏ روتا نہیں ہوں میں پیاسیں کبھی
سر نوایا خجل ہو کر اپنا ‏ دیکھ غنچے نے تیری کج کلہی
خاک میں مل رہا ہے مدت سیں ‏ پیار کر آبرو پے[6] تیئں بھی کبھی

(96)

سر پے یوں بلدار بانکے طور پگڑی کیوں سجی ‏ اس قدر بھی جان جائز نہیں ہے قبلے کوں کجی[7]
کیوں کرے دل ساغر سرشار مے کی التجا ‏ مست[8] انکھیاں دیکھ کر تیری ہوا اب ملتجی
کیوں نہ مرئے تب کہ جب ہم نے کہا کیا ہم کوں چھوڑ ‏ اور کے تیئں قتل اب کرئے گا فرمایا نجی[9]
آدم خاکی کے کیا ممکن کہ ہووے حرص سیر ‏ کھا گئی سارا جہاں یہ خاک ہرگز کب اجی[10]
کھو چکا سب تاب و طاقت خانماں صبر و قرار ‏ آبرو کوں آ پڑی ہے جان اب نوبت بجی

(97)

مجلس میں دل خوشی کے جو چاہیے سوشے تھی ‏ میں تھا و یار تھے سب معشوق تھاونی[11]
بے ہوش گھر پرائے چوکا کہ رات سویا ‏ اٹھ آوتا اگر وہاں سب غیر تھے وے تھی
آپس کے بیچ شکوا بے جا ہے مے کشوں کا ‏ عالم میں بے خودی کے کس کی خبر کسے تھی

---

[1] نہیں، [2] ہوے، [3]، [4] یہ شعر اضافی ہے، [5] اچھاہا، [6] کے، [7] ے کبھی، [8] جب کہ، [9] تجی، [10] رجی، [11] تھادے تھی

دیکھے ہیں ہم[2] نے جھمکے[1] سو کیا تمھیں بتا دیں　　سب رات شمع نہاد ہے مکھڑے آگے جلے تھی
جو چاہتا تو اس کوں کرتا ہے رام آخر　　ہاتھ آبرو کے لونڈے[3] پھسلاونے کی رے تھی

(98)

معشوق ہے وہی کہ جو اپنی کہی کرے　　فوجیں منع کریں تو نہ مانے وہی کرے
کب کرسکے ہے میرے انجھو[4] کا ندی حساب　　لہروں کے گو ملا کے ورق سب بھی کرے
حق میں مرے رقیب یہ کہتے[5] ہیں سب غلط　　ظالم ٹک ایک بات کے تئیں جو صحی کرے
دشمن ہوئے ہیں لوگ جدے اور تم جدی　　اب آبرو کا کام مگر الٰہی کرے

(99)

جنوں سیں دل کا اب کیا حال ہوتا ہے بہار آئی　　کلی اس فکر میں جا کر گریباں اپنا پھاڑ آئی
وہی ان اطلسی افلاک پر منصور ہوتا ہے　　کہ چتر آوے سکندر کا تو سر کھینچے کہ دار آئی
کہا جس کام میں ہوتس میں محکم گاڑ پاؤ اپنے　　مجھے واعظ کی سب باتوں[6] میں بھی ایک استوار آئی
گھٹی ٹک مہر کی سردی لگا کرنے کچھ ایک گرمی　　پھرے دن بلبل اب تو گل کے کھلنے کی[7] بہار آئی
دیا کیا داؤ بازی سیں تیری انکھیوں[8] نے نرگس کوں　　کہ سارا سیم و زر اپنا گلے پڑ[9] پڑ کے ہار آئی
جو دنیا چھوڑ کر منہ موڑ[10] بیٹھا زیب و زینت سیں　　سراپا داغ ہے اس کوں[11] بدن اوپر خود آرائی
اثر سیں رونے کے آشنا آغوش میں آیا　　یہ کشتی آبرو لہروں سیں دریا کے کنار آئی

(100)

ہمارے قتل کوں شمشیر سیں با دل یہ دونا ہے　　بُری چمکے ہے بجلی بے طرح کا ابر اونا ہے
کیا گھر بار سارا ڈاہ کر کے خاک سیں یکساں　　میرے دل کے اوپر یہ عشق کا پہلا ستونا ہے
جسی کے روبرو کیجے اسی کی شکل بن جاوے　　مرا دل آئینہ کی جیوں دو عالم کا نمونا ہے
کسی کے دل کوں ساقی نے نہ چھوڑا خام یا پختا　　کباب آیا نہ جانا مست نے کچا کہ بھونا ہے
ترشح ابر کا کرتا ہے گلشن کے تئیں رنگیں　　دلوں کوں پان کا کھایا[12] یہی انکھیوں کا چونا ہے
دل صد چاک میں ٹوٹے الجھ کر تار آہوں کے　　سجن کی زلف کوں کنگھی نے ایتا کیوں سہونا ہے[13]
نہ بوجھا[14] آبرو کا غم بہانے سیں چھپا پن[15] کے　　تم اس لڑکے کے تئیں نادان مت جانو یہ گھونا ہے

---

۱ دیکھیں ہیں ہم نیں جھمکیں، ۲ یو، ۳ لونڈوں، ۴ سکے مرے انجھوں، ۵ یے کہیے، ۶ کی باتوں، ۷ کے، ۸ انکھیاں، ۹ پر، ۱۰ توڑ، ۱۱ کے ۱۲ کھایا، ۱۳ نیں ایسا کیوں تبھوتا، ۱۴ پوچھا، ۱۵ چھٹا بن

(101)

گلے پڑ پڑ سجن کوں غیر نے دی رات ایک سیلی
لگا دل پر ہمارے اشک کا صدما جبھی لیلی

مزیداری جو تجھ کوں یاد ہے جو اس کوں توں کا ڈھے
تو الٹے دے گرا ہے بھونچلی اور آگے ہو جیلی[1]

گیا تنہا برہ کی رات میں اٹھ آبرو کا دل
نپٹ شہدا شکستہ تھا بچارے کا خدا بیلی

(102)

نکل کر آفتاب اس طرح کب مشرق سیں چلتا ہے
فجر اٹھ کر گھر سیں اپنے جس جھمک سیں تو نکلتا ہے

جھمک منہ کی گھٹی تب سیں گھٹا آ رام لوگا[2] کوں
کہ کم ہوتی ہے گرمی جس قدر خورشید ڈھلتا ہے

زنا کے وقت دل کے تھرتھرانے سیں ہوا روشن
کہ ایسے وقت میں یارو خدا کا عرش ہلتا ہے

نہیں درکار تربت میری[3] کچھ شمع کا[4] رکھنا
ہنوز آتش سیں حسرت کی ہمارا جیو جلتا ہے

شکر خوابی مجھ انکھیوں میں شرر کا کام کرتی ہے
انجھو گرمی کے مارے شیر کی سی جوں ابلتا ہے[5]

نہ تھی دم مارنے کی ہم کوں قدرت جب چلا اٹھ کر
کہ اول بند ہوتی ہے زباں جب جی نکلتا ہے

زمانہ دیکھ الٹا آبرو حیرت میں ٹھاڑا ہوں
چکنیا جو کھاتا ہے سو آ ہم پر پھسلتا ہے

(103)

بڑا ہر چند ہو پر زر طلب کم ظرف ہوتا ہے
قدوں میں اونٹ سا لیکن جنوں کے بیچ بوتا ہے

بغیر اولاد قلعی سیں نہیں ہوتا ہے گھر روشن
اُجالا جان اس گھر کوں کہ جس گھر بیچ پوتا ہے

(105)

میرے ملنے سیں پیارے کیوں عبث تو جی چھپاتا[6] ہے
اِنھیں باتوں سیتی اے بے خبر اخلاص جاتا ہے

دلوں کے پیار کے ملنے کی اور ہی طرح ہوتی ہے
یہ ملنا روریا کا بے وفا کس کام آتا ہے

مجھے تو بندگی ہے دل سیں پر تیری اداسی سیں
کروڑوں کوس پیارے دل ہمارا بھاگ جاتا ہے

اگر دل چاہتا نہیں ہے تو کیوں تصدیع کرتے ہو
تمھیں زور آوری اس طرح کوئی کب بلاتا[7] ہے

گنہ تو کچھ نہیں پر ایک شاید یہ سبب ہووے
کہ میرے چاہنے والوں کا ملنا کیوں چھڑاتا ہے

کہو پیارے میرے دل کوں[8] برا لاگے تو کیا کریئے
جو چاہے تس کوں ملنا غیر سیتی کب خوش آتا ہے

جو اپنا فضل کر کے ہم پے ملنا سب کا چھوڑا ہے
تو پھر ایتا کپٹ دل میں تمہارے کہہ کیوں آتا ہے

---

۱ کڑا ہی پونچھ لے اور آگے ہو چیلی، ۲ لوگوں، ۳ تربت پر میری کیا، ۴ کیا، ۵ یہ شعر اضافی ہے، ۶ کھپاتا، ۷ کوئی بلاتا، ۸ میرے کوں

اگر چھوڑی ہے صحبت سب کی تو اخلاص سیں چھوڑے — اگر اخلاص نہیں تو چھوڑنا کس کام آتا ہے
میں تیرا دل سیں بندا ہوں و تیرے مہر کا طالب — رُکھاوٹ دے کے میرے جی کوں ناحق کیوں کڑھاتا[1] ہے

(105)

خدا شاہد کہ تب میرے بدن میں جیو سا آ جا[2] ہے — کہ جب خوش[3] ہو کے تو میری طرف ٹک مسکراتا ہے
میاں صاحب بدن سیں تب ہمارے[4] جی نکل جاوے — خفا ہو کر جبھی ٹک طرح تو روکھے بتاتا ہے[5]
عجب ہے میں پیارے اس طرح مرتا ہوں الفت سیں — پے تو اپنے[6] تغافل سیں مجھے ہر دم ستاتا ہے
تمھیں لازم ہے ہردم ہم سیں اپنے پیار سیں ملنا — ترے ہم یوں گلے پڑ پڑ ملیں تم کوں خوش آتا ہے
جو مردے آدمی ہوتے ہیں ان کوں خوبروئی پر — نہیں ہوتی ہے مغروری کہ آخر حسن جاتا ہے
ہوئی جب آشنائی اور محبت تب کپٹ کرنا — جو ہیں اشراف ان کے دل میں آوے کیا کہاتا ہے
رجالوں کی طرح ہوتی ہے یہ اوتراونا — جو صاحب ہوش ہے سو ان کے تیئں کب منہ[7] لگاتا ہے
ہمارے دل میں ہیں مدت سیں اے باتیں جو کہی[8] ہم نے — سمجھ دیکھو کہ اب پیارے سمجھنا کام آتا ہے
بُرا کرتے ہو آخر دل شکستہ ہو کے اے ظالم — محبت چھوڑ دے گا آبرو تم کوں سناتا ہے

(106)

بدن دیکھے کی خوش وقتی جدی ہے — کہ دیہی[9] جان تیری گدگدی ہے
مزا اب لگ ہمن کوں بھولتا نہیں — ہمیں وہ یاد ہے گالی جو دی ہے
غریبی ہے تو ہرگز ڈر نہیں کچھ — مگر دشمن خدائی کی خودی ہے
کروں گا چشم کوں دل کا نگیں داں — کہ اس ابرو کی بیت اس میں کڑھی ہے
ملو جان[10] آبرو سیں خود بخود تم — کہ اس کوں تو پیارے بے خودی ہے

(107)

مجھے بوجھو تو سب عیدوں سیتی یہ عید خاصی ہے — میں قربان آج کے دن پر کہ میرے پاس گھاسی ہے
اگرچہ رات کوں جا کر کے گھر آرام کرتا ہے — پی دل[11] میں بیٹھ کر دیکھو تو تب بھی میرے پاسی ہے
ہمیں شادی نئی ہے اور خوش وقتی ہوئی تازی — کہ اپنی زلف میرے یار نے پھولوں میں باسی ہے
کہو ایتا بھی میری بے قراری سیں نہ ہونا خوش — گردن[12] کیا جان میری چاہ یہ ظالم تراشی[13] ہے
تمھیں نے جب کہ تیری[14] اور سیں انکھیوں کوں پھیرا ہے — تبھی تو جی نہیں لگتا میرے دل کوں اداسی ہے

---

۱ کڑاتا، ۲ آتا، ۳ کہ خوش، ۴ ہمارا، ۵ کے جبھی یک طرح تو روکھی بناتا ہے، ۶ اپنی، ۷ منھ کب، ۸ یہ باتیں جو کیں،
۹ دی یے، ۱۰ ملوجا، ۱۱ پی دے ۱۲ کروں، ۱۳ تراسی، ۱۴ میری

بھلا ملنا نہیں تو مت نہ مل پر خوش رہ تو ہم سیں   کہ خوب اس طرح میں بھی کچھ میرے دل کی خلاصی ہے
کہو جا کر خدا کے واسطے بخشو گناہ اس کا   نہ ہو بے آبرو بندا ترا یہ التماسی ہے

(108)

آب سیں انکھیوں کے ہم سینچا نہال دوستی[۱]   جاوے اوروں کی اور آخر کوں ڈال دوستی
جب گواہی سوں دلوں کی ہو چکی ثابت عرض[۲]   تب نہیں رہتا ہے ہرگز احتمال دوستی
دل کا دانا خاک میں تن کے جل اخگر کیوں نہ ہو   دون لگے جگ میں پڑا ہے قحط سال دوستی
وحشیوں کوں صید کراے دل انکھیوں سیں پیار کی   رشتہ تار نگہ کے بن کے جال دوستی
کرنے میں اخلاص خرچ[۳] کم ہوتا نہیں   آبرو گنج نہاں ہے[۴] جگ میں مال دوستی

(109)

گیا اب روزگار آشنائی   ہوا ویران دیار آشنائی
کرو مت اعتبار آشنائی   نہیں کوئی جگ میں یار آشنائی
نہ ہو جا حرکت بے جا خبر دار   نپٹ نازک ہے تار آشنائی
دو دل یک رنگ آپس میں ملیں جب   کرے تب گل بہار آشنائی
بجائے آب خون دل رواں ہے   نظر کر جوئبار آشنائی
نظر بھر دیکھ لے خوباں کوں ہر وقت   نہ رہ امیدوار آشنائی
محبت میں زر و گوہر کی کیا قدر   دل و جان کر نثار آشنائی
اسی کوں آبرو ہے جگ میں دائم   نہیں جو شرمسار آشنائی

(110)

خورشید رو کے آگے ہو نور کا سوالی   کاسا[۵] لئے گدا کا آیا ہے چاند[۶] خالی
سنّاہٹا جدا ہے اور بے خودی نرالی   ہے میرے جی کے حق میں یہ ابر برش[۷] گالی
لوہو میں لوٹنا ہے بختِ سیہ کا برجا   کالی گھٹا میں زیبا لاگے شفق کی لالی
مجنوں تو باولا تھا چلا تھا چن راہ لی جنگل کی   سیانا وہی کہ[۸] جن نے تجھ شہر کی حوا لی[۹]

(111)

زور آوری چلا تھا بیزار ہم سیں ہو کے   زاری سیں اپنے یاری گھیرے ہیں ہم نے رو کے

---

۱ جاں ہوئی جاوٗں اوروں کی اور آخر کوں دال دوستی، ۲ غرض، ۳ جس قدر کرتے ہیں خرچ اخلاص، ۴ آبرو گنج رواں ہے، ۵ کانسا، ۶ برس، ۷ جن، ۸ کہ، ۹ یہ غزل زائد ہے

دل نہیں تو زلف لڑکے کس کام آوتی ہے
بن گیند مار سر سیں چوگان ہوے گو کے

گو کہ بھائیوں سیں ٹھہری ہے بادشاہی
قائم ہے تخت تب سیں جب سیں لگی ہیں گو کے

زلفوں کی بوالہوس نے بوجھی نہ قدر ہرگز
غافل نیں وصل کی شب کھوئی تمام سو کے

بازار کی نشینی اور غیر گھر کا جانا
دشمن ہوئے ہو پیارے اپنے آبرو کے

(112)[۱]

اگر دل عشق سیں غافل رہا ہے
تو اپنے فن میں ناقابل رہا ہے

دل و دیں سیں تو گزرا اب خودی چھوڑ
گھر اس مہ کا یہ ایک[۲] منزل رہا ہے

جدائی کی کرے تدبیر اب کون
یہ دل تھا سو اسی سیں مل رہا ہے

نہ باندھو صید رہنے کا نہیں باز
دل اپنی حرکتوں سیں مل[۳] رہا ہے

مثال برق دنیا سیں گزر جا
ایتا کیوں اس میں بے حاصل رہا ہے

نہیں تضمین کا ذوق آبرو کوں
کہاں[۴] اس کوں دماغ و دل رہا ہے

(113)

دانتوں کا اب بناؤ بنایا مسی سیں ہے
نالوں کا تو تمام جگر خوں اسی سیں ہے

مرتا وہی ہے جس کوں ملے یار پیار سیں
ہو جس کا دوست دشمنی اس کوں اسی سیں ہے

جو جو کہ مالدار ہیں تن سیں نپٹ ہے پیار
ایک بیر میرے ساتھ بہت مفلسی سیں ہے

معنا ہے آبرو کوں تیرے منہ کا اشتیاق
ایک[۵] صورت آشناسی کچھ ایک آرسی سیں ہے

(114)

دل سیں اول دل ملاتے ہو یہ کیا ترکیب ہے
پھر پرائی جان کھاتے ہو یہ کیا ترکیب ہے

درد دل رکھتا ہوں میں اور تم لبوں کے جام سیں
اور کوں دارو پلاتے ہو یہ کیا ترکیب ہے

سرمنڈا کر کے تیرے پیچھے ہوا جو کے تو میں
اور سوں آسن نواتے ہو یہ کیا ترکیب ہے

ہم سیں نہیں ملتے ہو تب یا غیر سیں ملتے ہو تب
ہر طرح ہم کوں کڑھاتے ہو یہ کیا ترکیب ہے

آبرو ناجی کے اس مصرے کا ہے اسلوب خوب
اپنے[۶] چھب تختی دکھاتے ہو یہ کیا ترکیب ہے

(115)

اس کے ان ٹھہرنے نیں مارا ہے
زال دنیا یہ خام پارا ہے

---

۱ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں یہ غزل ص ۲۸۱ کے حواشی میں نقل کی گئی ہے، ۲ اب اک، ۳ ہل، ۴، ۵، ۶ یہ غزل زائد ہے

ان نے جی کوں جلا کے خاک کیا   دل نہیں یہ کوئی انگارا ہے
اس طرف ہم ادھر رقیب میرا   یہ نگہ نیچا دو دھارا ہے
رشک سیں آفتاب جلتا ہے   تیرا مکھڑا سبھوں کو پیارا ہے
بے حیا ہے تو بے نمک ہے حسن   گو کہ نمکین ہے پے کھارا ہے
بن بن آتے ہیں قتل کرنے کوں   کہ تیرا ہم نے کیا بگاڑا ہے
آبرو جس کے تئیں نہیں درکار   ۱؎ اس سیں کرنا بھلا کنارا ہے

(116)

اگر بلبل چمن میں شوق کی آتش نہ بھڑکاتی   نہ گل بھڑکاوتا شعلا نہ شبنم آب ہو جاتی
ملاقات اس کی طالع میں لکھے ہوتی جو تصنع بھی   تو عاشق پاس لگ تیری کتابت پہنچنے پاتی
جہاں تجھ خو کی گرمی ہے تہاں نہیں ایک کوں عزت   مقابل ان کے جو جاتے تو آتش لکڑیاں کھاتی
کہو پیر مغاں کیوں کر نہ کاڈھے دختر رز کوں   وہ مارے جوش کے جوانوں کے تئیں خاطر میں نہیں لاتی
گیا خوار اب کہا ہیں آبرو کا اشتیاق اس کوں   ۲؎ پڑا ہے گا کہیں بے ہوش وہ مست خراباتی

(117)

اے حادثے فراق کے دیکھے نہ تھے کبھی   ہجرت کی اب لگی ہے مگر بار ہیں صدی
آئی تو تھی لہر کہ کہوں حال دل کا سب   ۳؎ پر رونے نیں بات کی فرصت مجھے نہ دی

(118)

کہہ رہے پر کچھ نہ بدلی طور روکھے یار کی   تب رہا جب چھوڑ دی ہم نے توقع پیار کی
جو کہا ہم نے کیا میرے کہے کا برخلاف   بیر بوجھا بے وفا باتیں دلوں کے پیار کی
ہم جہاں بیٹھے تہاں سیں سرک کر بیٹھے جدا   غم نہ آئے اس کے دل میں کچھ میرے آزار کی
گھن ملے گھن روٹھ جا گھن صلح گھن کرتا ہے جنگ   شرم دی ہے چھوڑ اپنے قول اور اقرار کی
دم بہ دم یوں بے مزا ہو ہو محبت کی خراب   ہر گھڑی کر کر کچاپن دوستی سب خوار کی
بے مروّت ہوے جس بیمار کا ایسا طبیب   غم کے مارے کہہ کہ کیا حالت ہو اس بیمار کی
آبرو میں اب دیا ہے پھر اسی کا اختیار   ۴؎ ہے قبول اس کے تئیں ہر طرح مرضی یار کی

(119)

اتی گریاں ہزاروں پیچ ہو ہے چشم تر کوئی   ایسی ندیاں بہا سکتا ہے انجھواں کی نہر کوئی

۱؎، ۲؎، ۳؎، ۴؎ یہ غزل زائد ہے

نہیں اب دل کوں طاقت ضبط کی اے آنجھواں برسو   کہ ہجراں کی گھڑی بے چشم تر سکتا ہے بھر کوئی
نہ تھا جو دل چلا تو پانو کیونکر پڑ سکے سنمکھ   مہم ایسی بغیر از شوق کر سکتا ہے سر کوئی
لیا تڑپھا کے تم نے آبرو کا جی قضا یوں تھی   وگرنہ ایک مجھ ہی پر اڑی ہے اس قدر کوئی

(120)

کہاں جاتی ہے پیش اس کے مقابل اس کے او دھوتی   کہ دل کنجشک ہے میرا و تیری چشم ہے دھوتی
لگایا کافری سیتی جگر میں منہ پے آبھالا   تیرے قشقے نے ظالم آج کی ہے ہم سیں رجپوتی
رہتی ہیں رشتۂ اخلاص کی باتیں سدا مکھ میں   بدی ہے ہم نیں گویا مل کے اپنے یار سیں سوتی
سخن سنجی سیں ہو ہے سبز سب آئینہ رویاں میں   پے تیرے لب کے سنمکھ لال جا ہو ہے سخن طوطی
نہیں ساغر میں اے ساقی تمہارے لب کی کیفیت   شراب ارغوانی سیتی یہ جھڑتی ہے یاقوتی
کہاں خاطر میں اب وہ لاوتا ہے تاجِ شاہی کوں   ہوا ہے آبرو کا دل تمہارے پانو کی جوتی

(121)

خداوندا اٹھا دے درمیاں سیں ہجر کے پردے   ہمارے دام میں صیاد کوں لایا ہمیں پر دے
عشاق اے سب معشوق کے دیداروں کے ہیں پردے   غبارِ غم اے دل داروں کے تصویروں کے ہیں گردے
رکھے بیضہ کے جیوں ہمیاں میں پنہاں کرکے بچوں کوں   اگر کناس مرغے کے تئیں بالفرض کوئی زردے
نتیجا پرورش کا ان کی بمہری دفنگی ہے   یہ لونڈے پیار کے حق میں گویا پانی ہیں پروردے
نہیں ہے یار دنیا خوب ان بے پر لوگوں کوں   خداوندا مجھے خلوت سرا ایک دے بے پے دردے

(122)

آشنائی بزور نہیں ہوتی   مت کرو شر و شور نہیں ہوتی
دوستی جو کہ بے طمع ہو ہے   زر اگر دو کروڑ نہیں ہو ہے[1]
ایک مرتا ہوتس پے توں مت مر   گور پر اور گور نہیں ہوتی

(123)

محبت سحر ہے یارو اگر حاصل ہو یکروئی   یہ افسوں خوب اثر کرتا ہے لیکن جب کہ جادوئی
خیال ماسوا سیں صاف کر توں اپنے سینے کوں   کہ دل کے رشتۂ اخلاص کوں لازم ہے یکسوئی
لباس اب پہنے بن[2] کیونکے گزرے موسم سرما   قیامت ہے تیری[3] یہ سرد مہری تس پے بے روئی[4]

---

۱ ہوتی، ۲ پنہئی بن، ۳ یہ تیری، ۴ یہ سردی

اندھیرا آ گیا انکھیوں کے آگیں چشم سوں میری　　جبھی اس چھوکرے کی بوالہوس نے زلف ٹک چھوئی
پسینے سیں ترے اے شوخ بو آتی ہے دارو کی　　اتی اے فتنہ گر سیکھی کہاں سیں تو نے بدخوئی
مقابل دخترِ رز کی جبھی وہ مغ بچہ بولا　　لب اس کے دیکھ مارے شوق کے پانی ہو کر چوئی
ہوئے پھرتے ہو دشمن آبرو کے اے سجن اب تو　　کہو الفت دلی اور دوستی جانی وہ کیا ہوئی

(124)

یہ تیرے دشنام کے پیچھے ہنسی گلزار سی[1]　　خوب لگتی ہے گنہ کے بعد استغفار سی
یار کی انکھیوں سیتی جب سیں لگا ہے دل میرا[1]　　طبع میری تب سیتی رہتی ہے[3] کچھ بیمار سی
حسن کی چڑھتی کبھی ہو ہے کبھی گھٹتی[2] کلا　　چاند کی ہوتی نہیں گنتی ہیں[3] دن ہر بار سی[3]
ریختے کے شعر یہ لگتے ہیں اسی کوں فارسی　　آبرو کہہ آوتا ہے شعر جس کوں پار سی[4]

(125)

نحس[5] کوں جو کہ دیجے سو عبث ہے　　کہ اس دینے کا کچھ پن ہے نہ جس ہے[6]
جو لونڈا چھوڑ کے گرنڈی[7] کوں چاہے　　وہ کوئی عاشق نہیں ہے بوالہوس ہے

اضافہ

غیر کے قبضے میں جس کا یار ہے　　اس کو جو دم ہے سو اک تلوار ہے[8]

متفرقہ

تبسم رنگ پان سیں قاتل خونخوار ہوجاوے　　دہڑی لوہو بھری تروار کے سی دھار ہو جاوے

تب سوں قدم ہمارے کانٹوں سیں چھن گئے[9] ہیں　　جب سیں پڑی ہے ہم کوں یہ راہ عشق چلنی

انجان جو تلاش میں دارو کی مرگئے　　وے درد کے مرنے[10] سیں نپٹ بے خبر گئے
گلرو کے شوق میں نہ ہمیں دربدر گئے　　اس عاشقی کے بیچ ہزاروں کے گھر گئے

جا کر کہو اس طفل سیں احوال اس مظلوم کے　　واسطے بارہ امام اور چہار وہ معصوم کے

کیا بند اس کے ملنے سیں مجھے اس چشم[11] گریاں نے　　ہمارے پاؤں کوں یہ اشک کی ندی ہوئی بیڑی

---

۱ میرادل، ۲ بڑھتی، ۳ میں، ۴ یہ شعر زائد ہے، ۵ نجس، ۶ ....، ۷ رنڈی، ۸ یہ شعر اضافی ہے، ۹ گئیں، ۱۰ مزے، ۱۱ ان اشک

آرام کے ہم اپنے[1] نہیں ہیں غرضی — آزار ہے بھلا ہے جو ہے تمہاری مرضی

طالع میں باوری کے حق میں[2] جو تجھے ملائے — تم وہاں سیں پاس میرے کیا خوب بھاگ آئے

اٹھیں صف باندھ کر مژگاں جتی شمشیر لے[3] ابرو — نظر باز وڑرو اُس دور سیں انکھیوں کی[4] کل جگ ہے

عشق کا تیر دل میں لاگا ہے — درد جو سووتا[5] تھا بھاگا ہے

منت کے بوجھ سیتی گردن کے تیئں نوالے — تب خوان سیں کسی کے جا کر اٹھا نوالے

اب میں مرتا[6] ہوں تغافل سیں یقیں کر مان لے — حال میرا جان لیتا ہے تو پیارے[7] جان لے

کیا رقیباں کی بیٹھی[8] پڑتی ہے شان — کیوں کہتے ہیں آبرو بد نفس ہے

پر بے درد بوجھتے ہیں نہیں — میٹھے اس شہر کے ہیں سب نگری

جان میرے اس قدر کیوں ہم سیں تو دل گیر ہے — کیا ہماری آج کم بختی ہے کیا تقصیر ہے

چالاک محنتی کوں چاہیے کما کے کھاوے — لولا ہے جو پرائی بیٹھا تکے ہے لنگڑے

چشم سیہ سجن کی[9] گردش میں جب کہ ڈستی[10] — بادام رشک سیں تب چکی کے بیچ پستی

چکر میں آ پڑی ہے تیری دیکھ کر گلی — واعظ کی عقل کیوں نہ پھرے اب چلی چلی

بن زر گمان کے چوں پھر جاں بناں ہیں ایسی[11] — جو کوئی ٹکے دے ان کوں تس کوں لگے ہیں بیسی[12]

---

۱ اپنے تیئں ایتے، ۲ نے یاوری کی حق نیں، ۳ جتے شمشیر بے، ۴ سے، ۵ ہووتا، ۶ تو مرتا، ۷ لینا ہے تو پیارے،
۸ رقیبوں کی پھٹی، ۹ سج کے، ۱۰ دستی، ۱۱ بن زرستی کماں (ہیں) جوں (کہ) بتاں ہیں ایسے، ۱۲ پیسے

جو یکا یک جاگ اٹھے ظالم ٹوکے گز کی پری　　بو الہوس کیا ہے یہ سوتے زلف چھپ کرتا پٹی

سنبل تمن کے دیکھ کے اے بال مڑ گئے[۱]　　پھر چال دیکھ سرو چمن میں نہڑ گئے[۲]

اس مو کمر کا غم یہ میرے غم کے نام ہے　　یاد اس میاں کی دل میں ہمارے وبال ہے

بخت تھی یاور جنوں کے سو میرے ہمرہ گئے　　سست تھی طالع ہماری ہائے جو ہم رہ گئے

تمام فوج میں یہ طور بانکوں کا نرالا ہے　　کیا ہے سیر ہم نے سب یہ بے معنی رسالا ہے

درس والوں کوں اس کا دیکھنا ہر نحو واجب ہے　　کہ تیرا خال یہ ابرو تلے کا ابن حاجب ہے

قمر اس حسن کے شعلے سیں جو سیماب ہوتا ہے　　از خورشید آ کر چرخ میں بیتاب ہوتا ہے

پر مردوں کی نصیحت بیٹھ جا ہے دل منیں　　قد ان کا ہے کمان اور بات ان کی تیر ہے

حاتم وہ شخص ہے کہ اگر روزہ دار ہو　　روٹی گدا کوں بخش دے اور آپ طے کرے

مار ڈالا عشق کے جنجال نے　　بول لڑکوں کی بڑی ہے[۳] پالنے

خوباں منیں کسی کوں بہتر نگہ[۴] کسی سیں　　اے[۵] طفل آبرو سب موتی ہیں ایک لڑکے

وصل مشکل ہے جدا ہجر جدا مشکل ہے　　توئی انصاف کر اے یار کہ کیا مشکل ہے

صنم بتاں میں ہمارا بڑا سا[۶] کافر تھا　　کیا ہے رام میں[۷] اس کوں خدا خدا کر کے

---

۱ یہ بال مرگئی، ۲ نہڑگئی، ۳ کے پڑے ہیں، ۴ نکہو، ۵ یے، ۶ مراسا، ۷ کہا ہے رام سن

مل گیا ہم سیں وہ کبوتر باز ۔۔۔ اور گئے تب رقیب کی سینے

دل رشک سیں ہمارا ہو ہے دو نیم پیارے ۔۔۔ کرتے ہو بوالہوس کی جب عرض سن کے آرے

کن بار[1] دے کہ ہم کوں مژگاں بھواں تمہاری ۔۔۔ دکھلاوتے ہیں ناحق تروار اور کٹاری

ایسا کوئی نہ یار[2] ہے نازک نہ مال[3] ہے ۔۔۔ تیری کمر میاں یو عدیم المثال ہے

جاماں اے شوخ کہ اس طرح سیں کیوں جس کا[4] ہے ۔۔۔ یہ مزا کب سیں پڑا کن نے تجھے مسکا ہے

غیر کے قبضے میں جس کا یار ہے ۔۔۔ اس کوں جو دم ہے سو اک تروار ہے

تیرا بدن سراپا پیارے تمام جان ہے ۔۔۔ جو مو ہے تیرے تن کے اوپر سو اک رواں ہے

میرے گھر مہرباں ہو جب کبھی وہ نازنیں آوے ۔۔۔ حسین کوں دیکھ کر نقش قدم رشک زمیں آوے

سجا[5] ہے نرگسی بوٹے کا جاماں ۔۔۔ کرے کیوں کر نہ ہم سے چشم پوسی

دیکھا ہے جب سیں ہم نے وہ سبز رنگ لڑکا ۔۔۔ دل تب سیتی ہمارا لٹو ہوا ہے بن کے[6]

ایک بار پھر کے دے لے مڑ مسکرا کے گالی ۔۔۔ پیارے لگی ہے پیاری تیری ادا کی گالی

بوالہوس کے آگیں سب سجود ہوئے ۔۔۔ دیکھ عاشق کے غم کے سر سائے

سارے معالجوں میں جلاب خوب تر ہے ۔۔۔ پیمبر[7] ان سبھوں کا پچھانیے[8] تو ہڑ ہے

---

[1] پار، [2] تار، [3] بال، [4] چسکا، [5] آیا، [6] بنگی، [7] ہمشیر، [8] پچھانتے

رکھتے ہو مسکرا کے[1] لوگاں کے دل[2] کوں گھیر
پیارے تیرے یہ پیار کی ہانسی حصار ہے

ٹھوڑی سیں ہاتھ چھو کر جا گال کوں لگایا
پائی یہ بو الہوس نیں پھل پاوتی سہالی

سب کہیں غراے کم کوں[3] یہ تیرے منہ کوں کہی
آج عاشق نے کری ہے سب جگت سیں دوسری

جب سیں لگی ہیں تیری انکھیوں سیں مری انکھیاں
تب سیں نہیں لگی ہے پلک سیں پلک مری

تیری ابرو مگر شمشیر ہے خونریز اے ظالم
کہ ڈہ پڑتا ہے مارا جس کے تئیں یہ خوب لگتی ہے

زلف یوں دل باندھ لیتی ہیں قیامت دست ہے[4]
کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیا بست ہے

شجاعت مال سیں نامرد کوں حاصل نہیں ہوتی
جو اصلی خیر ہے سو کب طلا سیں مرد ہوتا ہے

تیری انکھیوں کی جو حرکت ہے سو ہے بھلی
تب تو رکھا ہے نام میں نے اس کا اچپلی

عاشق ہوں میں رکھیں گے سب لوگ نام تجھ رے
یوں ناز سیں[5] لٹک کر مت کر سلام مجرے[6]

لوہے کا بیش و کم کا اور ہی حساب ہو ہے
شمشیر زن ہو سوئی یہ گھاٹ پاڑہ[7] جانے

دن ہیں کوں چل میرے گھر مان میری بات کوں پیارے
کہ یہ برسارات ہے قطرات ہومت رات کوں پیارے

دشنام سیں جو بھر کر بھیجی تھی تم نے ساری
ہم پاس وہ کتابت اب لگ ہے یاد گاری

اگر تجھ کوں برا کہتا ہے سیدھے بھیڑ دے منہ پر
وگرنہ ہر کسی کوں غائبانہ مت برا بک رے

---

۱ کر، ۲ گھر، ۳ غرا ایم کوں گو، ۴ زلف کوں دل باندھ لینے میں قیامت ہے بہت، ۵ نیں، ۶ مجھ رے، ۷ باڑھ

ہم سے جو عاصیاں کوں روٹی ملی ہے روکھی
تو جانتے ہیں دل میں اس نان کوں خطائی

گلال ابرو سودۂ ابرق[1] سیہ ابرو پے سبزاں کے
جو دیکھے[2] سو گویا تروار کا چو رنگ ہوتا ہے

شیخ توں چھوڑ جہاں کوں کہ جہاں فانی ہے
موڑ دنیا سیں منہ اپنا کہ سلیمانی ہے

لونڈوں کا چوتڑاونا دیکھو تو تم کہو
رنڈی وہ کیا ہوئے گی نظارا مراونی

اہتمامی کوں تیری ہیں لوگ مشکل بھانتے
سامنے پیارے تمہارے بھیڑ کی ہے عام نے

لگنے کوں سیام کے منہ لینے کوں ایک مجھے
جھک مارتی ہے رادھا کرتی ہے راج بنسی

تیرے منہ سیں نکل خط نے لیا ایمان و دین سب کا
جو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

منہ سیتی تیرے کیا خط سیہ کا ظلم رفع
اسطرا یارو نہیں یہ سیدئی فولاد ہے

اس میں رکھتے ہیں کمر کا لوگ وہم
قد تمہارا مصرع ابہام ہے

تواضع ایک روٹی پر کہو یہ کیا کھاتی ہے
مدارات اس طرح کی اور لوگوں کوں یہ چپاتی ہے

کیونکر نہ ہو زاہد تردامنوں سے بدتر
لے کر رکھی ہے اپنے سر پر کلاہ ترکی

جیتا کہ میں کہتا ہوں سجن آئینہ نہ دیکھ
کرتا نہیں قبول بڑا خود پسند ہے

کٹار و بانک خنجر دیکھنا تیرا اکیلا ہے
ہمارے قتل کوں ایتا یہ لوہا کیوں سکیلا ہے

---

۱ گلال اور سودہ ابرک، ۲ جو کوئی

تماکو کی چلم ہوتا ہے ہندوستان نزا لوندا   کہ ہو ہے جس قدر کڑوا ویتا منہ خوب لگتا ہے

چلے ہر چند لیکن عشق کی راہیں نہیں کٹتی   مگر یہ پاؤں کا پھرنا نہیں یہ سر کا پھرتا ہے

پیالوں کو پیتے پیتے سورج نکل نہ آوے   ہوتی ہے دیر ساقی دے مجھ کوں توں صبوحی

سیاح سب جہاں کے تئیں دیکھتے پھرے   آخر کوں دل سیں ریجھ کے دلّی میں آ گرے

اغیار دیکھ حکم میں عاشق کے سب جلے   معشوق ان نے زیر کیا اے گئے تلے

برا کرتا ہے اے بے صبر کیوں قسمت سیں روتا ہے   خدا کے علم میں جو کچھ کہ ہوتا ہے سو ہوتا ہے

نہ کہو آبرو کا گھر ڈوبا   کیا کرے چاہ باولی ہے گی

برا کروا کے لونڈے کیوں تو اپنا حسن کھوتا ہے   عبث کیوں ہو کے موتی اس قدر بے آب ہوتا ہے

نان پر مت کر تکبر دشمن ایماں ہے   دل کے تئیں گمراہ کرنے کوں بڑی سی نان ہے

جب جان کوں رجھا کر گھر بار چھین سب لے   انسان کوں بجا ہے مرد ٹک ہاتھ تب لے

تجھ زلف کا لگا ہے ہم دوش اب کھانے   کرتا ہے میرے دل پر شمشاد شاخ سیانے

لٹک چلنا سجن کا بھولنا نہیں اب تلک مجھ کوں   طرح وہ پاؤ رکھنے کی میری انکھیوں میں پھرتی ہے

تم سا اے پیارے زمانے میں سلونا کون ہے   رنگ تیرا پاؤ سیں سر لگ تمامی لون ہے

مہتاب سیں کری ہے جن جنے آشنائی　　چھوٹے گی ان کے منہ دو رات میں ہوائی

ہے عجز اور غریبی دولت بڑی ہماری　　مجھ حق میں کیمیا ہے جیتی ہے خاکساری

گیا کیوں رات ملنے میں خلل یوں تند جل جل کر　　نہ دیکھا حال ٹک میرا مگر یہ باو آندھی ہے

حیف یارو کیا ہوا ہے کس طرح کا ابر ہے　　پر جسے جی چاہتا ہے سو نہیں کیا جبر ہے

ہر ایک پر چھاڑنا تیرے کبوتر نامہ آور کا　　ہمارے شوق کی آتش کے بھڑکانے کوں دامن ہے

کون سے یوسف کا جا جھانکا کُوا　　آبرو نے کس جنگل کی باد لی

نہ جا او بیت منے سیں مان یہاں رتواہ پڑتی ہے　　دھرے مت پانو لونڈوں کی طرف یہ راہ مڑتی ہے

خداوندا کرم کر فضل کر احوال پر میرے　　نظر کر آپ پر مت کر نظر افعال پر میرے

اے ابر کرم تند جو توں[۱] برسا ہے　　یہ کافر جی شراب کوں ترسا ہے

پلٹا[۲] ہوں میں اس برس توئی دھو دیجے　　ناماں میرے[۳] عصیاں کا کہ اب ترسا ہے

وقت جس کا ریختے کی شاعری میں صرف ہے　　ان سیتی کہتا ہوں بوجھو حرف میرا زرف (ظرف) ہے

جو کہ لاوے ریختے میں فارسی کے فعل حرف　　لغو میں افعال اس کے ریختے میں حرف ہے

۱؎ آ، ۲؎ پیتا، ۳؎ نامامرا

مستزاد

انکھیوں نے تیرے دل کوں میرے قتل کرا[1] ہے — بانکی نظر اں میں
زخماں کی تمن خون جگر غم سیں بھرا[2] ہے — چشم نگراں میں
اے جان تیری کرتے ہیں نزاکت کی غلامی — دل بیچ سمجھ کر
خوباں نے تجھے دیکھ میاں[3] دھرا ہے — سب موکمراں میں
معشوق کوں جی منتی[4] خوب نہیں ہے — عاشق کا سخن سن
کہتا ہوں محبت سیں کہ یہ طور برا ہے — مت مل نفراں میں
عاشق کا گھو رنگ نہ ہو زرد سو کیونکر — اس طرز کے دیکھے
زردار سیں ملتے ہیں یہی طور برا ہے — اب سیم براں میں
اور چھوٹ گئے صید ہوا دام میں خط کے — ایک آبرو تنہا
بزی نے تیری آج اسی دل کوں ہڑا ہے — سب دیدہ وراں میں

مخمس[5]

دیوانۂ اسیر سلاسل کہا کرو — ریش و فگار و زخمی و بسمل کہا کرو
صید کمند عقدۂ مشکل کہا کرو — بیمار اور خستہ و گھایل کہا کرو
اس خانماں خراب کوں مت دل کہا کرو

وہ[6] سنگ دل کہ جس کوں بہت امتحان کیا — شوخی سیں ان نے زیر و زبر سب جہاں کیا
سختی کوں دیکھ کوہ نے جس کی فغاں کیا — اس کوں اپ[7] کے دل کے اوپر مہرباں کیا
مجھ کو ہنر میں عشق کے کامل کہا کرو

بن شوق جس کوں جیونا ایک دم کا ننگ ہے — دلدار بن خیال سیں دل کے بتنگ ہے
جس انجمن میں شمع کوں دیکھے پتنگ ہے — بلبل کے دل میں شوق وجنوں گل میں رنگ ہے
یکتا ہے عشق میں اسے واصل کہا کرو

سودائیاں ہیں گر دکان[8] چاکری کے بیچ — وحشی کوں رام دیکھتا ہوں دلبر کے بیچ

---

۱ کیا، ۲ غم سوں بہا، ۳ میاں نام، ۴ پاجی مستی، ۵ تضمین برغزل خود، ۶ دو، ۷ اپس، ۸ گرم دوکان

طفلاں کے سنگ صرف ہیں میناگری کے بیچ   میں لے گیا ہوں راہ[۱] حریم پری کے بیچ

دیوانہ مت کہو مجھے[۲] عاقل کہا کرو

نسخے کوں نوبہار کے دیکھا ہے[۳] پات پات   رنگیں زبان حال سیں گل کی سنی ہے بات

بلبل کی گفتگو کے سمجھتا ہے سب نکات   غنچے کے دل کی جانتا ہے حل مشکلات

دل کوں جنوں کے علم میں فاضل کہا کرو

سرگرم ہے ریا[۴] کے رکوع و قیام کا   طالب ہوا ہے[۵] دولت ناموس و نام کا

صیاد ہے[۶] تلاش نہ ہو کیونکے دام کا   میں معتقد ہوں شیخ یہ ہے[۷] اپنے کام کا

ناکردہ کار مت اسے قابل[۸] کہا کرو

مشکل ہے یار عشق کے کوچہ میں آونا   دشوار مشکلات ہیں یہاں کی اٹھاونا

ہر روز نقد جاں کوں آتش سیں تاونا   پہلا قدم ہے تیغ سیں یہاں سرکٹاونا

مرنے کوں اپنے اول منزل[۹] کہا کرو

نازل ہوئی ہے جس پے عنایات یار کی   مصحف کے جیوں بھری ہوں روایات یار کی

واضح ہوں اس کی دید سیں آیات یار کی   پڑھتے ہوں[۱۰] جس کی روسیں حکایات یار کی

وہ دل نہیں ہے اس کوں حمائل کہا کرو

طالب ہوا ہے کفر کا اسلام و دیں[۱۱] چھوڑ   زنار کا رہتا[۱۲] ہے جو تسبیح کے تیئں کون توڑ[۱۳]

فرعون ہوگیا ہے بھواں کے تیئں مروڑ   مردود جان اس کوں رکھے گو بڑا سا زور[۱۴]

جو حق کوں چھوڑ دے اسے باطل کہا کرو

مطلع پے گال کے ہے نشان انتخاب کا   یا دل لگا ہے آگے کسی[۱۵] ایک خراب کا

نقطا ہے جس میں علم بھرا ہے کتاب کا   تارا مصاحب آ کے ہوا آفتاب کا

اس جھلجھلاوے[۱۶] کوں نہ تم تل کہا کرو

جس دم منے کہ یار یکایک دوچار ہو[۱۷]   ہنس کر شگفتگی سیتی رشک[۱۸] بہار ہو

سب دور کر کے دل سیں تکلف کون یار ہو   عاشق کوں پاک جان کے آہم[۱۹] کنار ہو

اس دم کوں زندگی کا محاصل کہا کرو

---

۱ ہوں رام یہ بتاں جو، ۲ اسے، ۳ ہوں، ۴ یار، ۵ ہوں، ۶ بھی، ۷ یہی، ۸ قایل، ۹ منزل اول، ۱۰ ہیں،
۱۱ اسلام دین کو، ۱۲ بنا، ۱۳ تیئں توڑ، ۱۴ رہے گو بیر ایسا زور، ۱۵ آئے گی، ۱۶ جھلجھلاوے، ۱۷ ہوے، ۱۸ اشک، ۱۹ اس میں

جوش بہار جلوۂ با آب[2] و تاب کوں   پنہاں نگاہ عجز[1] کے طرز[3] حجاب کوں
شوخی و جنگ جوئی و ناز[4] و عتاب کوں   کرنا خوشی سیں مل کے سوال اور جواب کوں
حسن و ادا و ناز شمایل کہا کرو

وہ بے نوا کہ دل میں جسے درد و قلق نہیں   کام اس کا جگ میں غیر شکایات خلق نہیں
موچھوں کے تئیں صفائی و داڑھی کوں حلق نہیں   خونِ جگر غذا و لباس اس کا دلق نہیں
آزاد مت کہو اسے سائل کہا کرو

فرہاد جائے کوہ اگر جاں کنی کرے   مجنوں کے دل سیں دشت اگر دشمنی کرے
پروانہ جی جلا کے اگر روشنی کرے   بلبل جگر کے خوں سیں اگر گلشنی کرے
تو بھی مت آبرو کے مقابل کہا کرو

مخمس[5]

دستور پر اپنے سجن[6] آیا نہیں یہ کیا سبب   مچھلی پھڑکتی کی طرح گزری ہے مجھ بیکل کی[7] شب
کر عرض جا کر اے صبا احوال میرے دل کا سب   تنت[8] آگاہے جیوں کوں نہیں طاقت رہی ایک دم تب کے اب[9]
اس وقت[10] آتا نہیں ظالم تو پھر کر آوے[11] گا کب

اے بے مروت بے وفا بے رحم ظالم دل شکن   یوں کب تلک دیوے گا توں حیلے سوں میرے دل کوں فن
میں کیا کروں تجھ ہاتھ[12] سیں آتی نہیں کچھ مجھ سیں بن   پر بس ہوں بے کس مبتلا عاجز مسافر بے وطن
احوال پر ہمنا کے یوں سختی کا کرنا ہے عجب

یوں کرم کر کے دوستی پھر کیوں کیے ناگاہ تم   لے کر ملائے خاک میں دل کی ہماری چاہ تم
کیا درد اور غم سیں میرے دل میں نہیں آگاہ تم   کیوں کر کہے کوں غیر کے سن کر ہوئے[13] گمراہ تم
کچھ جانتے نہیں کس سبب ایتی ہے تم کوں اس کی دب[14]

ظالم رقیب رو سیہ مردود کافر کیش ہے   جس کی جفا کی تیغ سوں ہر بے گنہ دل ریش ہے
اپنی زبردستی سیتی کر زیر تم کوں پیش ہے   یوں کیوں ہے اس حیرت میں ہوں دل میں میرے یہ نیش ہے
وہ حرکت بے جا کرے برداشت تم کرتے ہو سب

---

۱ لطف، ۲ خوئی جور، ۳ و، ۴ فلق، ۵ تضمین، ۶ سخن، ۷ کو، ۸ انت، ۹ اک دم کی اب، ۱۰ وقت گھر، ۱۱ پھر آوے، ۱۲ کروں بات ہی، ۱۳ سن ہو رہے، ۱۴ سبب نہیں کسی کو اس کے دب

اے نازنیں دل میں ترے کیا طور کیا انداز ہے   یا دوستی یا دشمنی یا دلبری یا ناز ہے
جو بھید سن کر اور سیں جا کر کہے غماز ہے   خدمت میں تیری اے سجن دل میں میرے ایک راز ہے
ہے عرض اس کی واجبی کہیے کے فرماؤ گے جب

آتا[1] نہیں کہتا ہے یوں فرصت نہیں کچھ کام ہے   ترک وفا اور مہر کا ہر روز اٹھ پیغام ہے
کچھ تغافل ہے مگر مجھ عاشقاں کا دادم ہے[2]   یا کچھ وہی آڑے ہوا کافر کہ جس کا رام ہے
گر یوں نہیں تو کیوں ہوئے آزردا ہم سیں بے سبب

کیا[3] چلے جب دل میں یوں کفر فرنگ آیا تمہیں   کیوں شوق میرے قتل کا دل میں امنگ آیا تمہیں[4]
آئینہ دل کے اوپر کیوں ہم سیں زنگ آیا تمہیں   ہم بے گناہوں سیں عبث دل کیونکے تنگ آیا تمہیں
ٹک[5] تو خدا کے واسطے دل پر نہ کر ایتا غضب

پھر مسکرانے کی سرت دل میں ستاتی ہے ہمیں   شب[6] کیا کہیں کیونکر پیا تم بن بھاتی ہے ہمیں
تم دیکھتے تھے جس طرح سو یاد آتی[7] ہے ہمیں   جو یاد آتی ہے ادا تیری سو کھاتی[8] ہے ہمیں
آزار و غم درد و الم آہ و فغاں رنج و تعب

تجھ حسن کا اے بے وفا دل جاں عاشق پاک ہے   جب کرتی ہے تجھے تب بندگی میں خاک ہے
تیرا ہے جیسا ہے اگر شاداں یا غمناک ہے   جو خاک سیں یکساں کریں لے کر اسے کیا باک ہے
لیکن کرم کی آس ہے تمنا سیں اس کوں جب نہ تب[9]

نامہرباں ہو اے[10] پیا میں اس سبب ناشاد ہوں   دل پر ستم کرتے ہو تم سر تا قدم فریاد ہوں
جتی ہیں تقصیریں میری سب وے مجھے ارشاد ہوں   تب عجز و زاری کر گنہ گاری سیں ہم آزاد ہوں
اے ماہ رو تجھ مہر کی ہے آس ہم کوں روز و شب[11]

خورشید انور ہے سب خوباں منے اے[12] ماہرو   زہرہ جبیں ہے مشتری تیری کے سوبسو
باغ و بہار حسن ہے اور سرزمیں ناز بو[13]   چشم و بھواں مل کر ہیں اے[14] ہم شکل میزان آبرو
موزوں یاں ہوتی ہیں اس میزان سیں یکسر منشعب[15]

---

۱ سنتا، ۲ یہ کچھ تغافل ہے کمر جو عاشقاں کا دام ہے، ۳ کیا کہہ، ۴ یہ مصرع مخطوطہ میں نہیں ہے، ۵ ٹک آ، ۶ تب، ۷ سو بار آتے، ۸ تیرے پہ کھاتے تھے، ۹ یہ بند زائد ہے، ۱۰ ہو ہے، ۱۱ مہر کے...روز و شب، ۱۲ خوباں ہیں تو اے، ۱۳ زمیں تازتو، ۱۴ کر بنیں، ۱۵ ہوتی ہے اس میزاں سے عمر متعشب

مخمس

مچی ہے آج جگت میں جہاں تہاں ہولی   پڑی ہے دھوم کہ[1] آئی ہے دف زنان ہولی
لگے ہیں کھیلنے معشوق و عاشقاں ہولی   پکارتے ہیں ہر ایک پر[2] اور جوان ہولی
اٹھا ہے شور یہی ہر طرف کہ ہاں ہولی

سروں پے چڑے[3] ہیں نکدار زعفرانی رنگ   برو میں زرد نپٹ گھیر دار جامے تنگ
دلوں میں حسن جواناں کے[4] بھر رہی ہے امنگ   گویا کہ لوٹ کوں آئی[5] دلوں کی فوج فرنگ
لگے ہیں کھیلنے معشوق و عاشقاں ہولی

لٹ ہے شراب کی شیشے ادھر ہیں[6] رنگ گلال   ہوئے ہیں مست خوشی سیں کلا نوب[7] اور قوال
لگے ہیں گاونے ہولی بجاونے دف و تال   جگت نشاط و طرب سیں ہوا ہے مالا مال
بھری زمین سیں لگا تا با آسماں ہولی

ہوا تھا سب کا نمایاں دلوں میں تھا جو چھپاؤ[8]   گواہی عضو نین دی بتا[9] کے ناچ میں بہاو
ہوا تھا دل کے اوپر نفخ[10] صور نے گا بجاؤ   سبھی تھے حال میں یکساں غریب و رانا راو[11]
سنے تھے[12] کل جو قیامت سو آج یہاں ہولی

کہنا کہ آو پیارے خوشی سیں کھیلیں پھاگ   بجی ہے بین سدا رنگ کے ہوا ہے راگ
غنیمت آج سمجھ عیش کا جگا ہے بھاگ   بلاوتا ہے تجھے آبرو گلے آ لاگ
پھر اور سال سجن ہم کہاں کہاں ہولی

مخمس[13] (تضمین)

تری[14] کاکل میرے دل کوں بلا ہے   سیہ مار دراز جاں گزا ہے
غضب سیں اس قدر[15] کیوں پیچ کھا ہے   جگر اس ڈر سیں میرا تھرتھرا ہے
ایسی آفت سیتی ڈرنا بھلا ہے

سجی جب سر کے اوپر سرخ دستار   سجیلے چھپے بلدے کے نکدار
چبھا دل میں چمن کے رشک کا خار   ہوا گل چاک جیوں بلبل کے منقار
نہ ہو کیونکر قیامت خوشنما ہے

---

۱ کر، ۲ پیر، ۳ چیرے، ۴ جوانی کی، ۵ لوٹ کر آئی، ۶ اڑے ہیں، ۷ کلاونت، ۸ چاؤ، ۹ میں دے تھا، ۱۰ ...اٹھا دل کے اوپر نفخ صور...، ۱۱ ...تھی خاک میں انساں...، ۱۲ سنی تھی، ۱۳ تضمین، ۱۴ امری، ۱۵ غضب اس قدر دل

محک عشاق کی جور و جفا ہے   کسوٹی خوب رویاں کی وفا ہے
دلوں کی وصف اور خوبی صفا ہے   وہی جانو جگت میں آشنا ہے
جو حاضر اور غایب ایک ہے

جو کوئی انساں کی ہوتا ہے صورت   محبت اس کوں ہو ہے[1] بالضرورت
کہ الفت دل سیں لے[2] جا ہے کدورت   جسے پیاری نہ لاگے خوبصورت
وہ بے معنی نہیں تو اور کیا ہے[3]

جگت کی دوستی[4] ہے روبرو کی   محبت ایک شی[5] ہے کم کسو کی
غنیمت جان صحبت آبرو کی   سمجھ لے قدر دل میں ایک سو کی
کہ ایسا آشنا کس کوں ملا ہے

مخمس[6] (تضمین)

آؤ[7] اے شوخ ستم گار کہاں جاتا ہے   خلق میں کر کے مجھے خوار کہاں جاتا ہے
دیکھ احوال میرا زار کہاں جاتا ہے   روتے ہیں در و دیوار کہاں جاتا ہے
یوں ہمیں چھوڑ نرادھار کہاں جاتا ہے

کہ[8] مجھے کیا ہے سبب دل میں تیرے کینے کا   حق فراموش نہ کر عاشق دیرینے کا
دیکھ ٹک داغ دل اور سوز میرے سینے کا   ہجر تیرے سیں[9] میں اے جاں نہیں جینے کا
نزع میں چھوڑ کے بیمار کہاں جاتا ہے

بے وفا ہم[10] سیتی اے یار تو کیوں ہوتا ہے   پیار ایک عمر کا تو سہج[11] میں کیوں کھوتا ہے
ہاتھ کیوں[12] خون سیں اخلاص کے تو دھوتا ہے   بے گنہ ظلم غریبوں پہ بُرا ہوتا ہے
کیوں عبث دیتا ہے آزار کہاں جاتا ہے

غم تیرے ہجر کا ہم جان نہیں سہ سکتے   آب ہیں بے[13] تیرے کوچے سیں نہیں بہہ سکتے
دیکھنے[14] بن تیرے ایک دم بھی نہیں رہ سکتے   اس قدر چاہتے ہیں تجھ کوں کہ نہیں کہہ سکتے
آؤ ٹک رحم کر اے یار کہاں جاتا ہے

---

۱ ہوئے، ۲ بے، ۳ ...نہیں تو اور کیا ہے، ۴ روشنی، ۵ سے، ۶ ؟؟؟؟، ۷ آہ، ۸ کہہ، ۹ ہجر سیں تیرے، ۱۰ ناہم، ۱۱ کھینچ، ۱۲ جیوں، ۱۳ آب بن کے، ۱۴ دیکھے

ہم تیرے جان سیں فدوی ہیں تمامی چاکر   سب اکٹھے ہو تیرے حکم پے رکھتے ہیں سر[1]
اس جماعت کوں جدا ہو کے پریشان مت کر   اپنے بندوں کوں نہ کر خوار خدا سیتی ڈر
فوج کوں چھوڑ کے سردار کہاں جاتا ہے

بات کہتا ہوں تو دیتا نہیں تو منہ سیں جواب   دل کیا ہے میرا آتش سیں[2] تغافل کے کباب
کن[3] بدآموز نے سکھلا کے کیا تجھ کوں خراب   کس سیتی مل کے تو پیتا ہے شرارت کی شراب
کیوں اتا[4] مست ہے سرشار کہاں جاتا ہے

اوّلاً مہر سیتی پیار کر اس مفلس کوں   مہربانی سیں گرفتار کر اس مفلس کوں
پھر ایسا جان سیں بیزار کر اس مفلس کوں   اس طرح بے کس و بے یار کر اس مفلس کوں
اٹکلا کس کوں ہے زردار کہاں جاتا ہے

کیوں نہ تو میرے اوپر ظلم کرے اے عیار[5]   جانتا ہے کہ دیوانہ ہوں تیری دیکھ بہار
خاطر اب جسمی[6] ہے تیری کہ ہوا ہے لاچار   طاقت اور تاب نہیں ہے یہ ہے[7] عاشق زار
ہو چکا خوب گرفتار کہاں جاتا ہے

حسرت و غم ہے جگت بیچ[8] نشاں عاشق کا   سود ہے عشق کے سودے میں زیاں عاشق کا
جیونا بوجھتا[9] ہے مرگ کوں جاں عاشق کا   غم کے دریا کا ہے منجھدار مکاں عاشق کا
وار کیونکر کے رہے پار کہاں جاتا ہے

کیوں عبث[10] شوق سیں کرتا ہے سبھوں میں[11] انکار   دیکھنے سیں نہیں ہے جن[12] کے مجھ دل کوں قرار
چھوٹنے کا نہیں اب تجھ سیں یہ[13] خوباں کا پیار   جھوٹ کیوں کرتا ہے اس بات پے[14] پھر پھر تکرار
آبرو تجھ سیں یہ آزار کہاں جاتا ہے

مثمن بجوش وخروش[15]، ترجیع بند (واسوخت)

یار[16] اب حال میرا صبر سیں در گزرا ہے   دل میرا صبر جو کرتا تھا سو کر گزرا ہے
سر کوں شمشیر تلے ظلم کی دھر[17] گزرا ہے   دن قیامت سیں بڑے ہجر کے[18] بھر گزرا ہے
جیو نے[19] جان کفن غم کا پھر[20] گزرا ہے   بلک[21] سو بار تیرے واسطے مر گزرا ہے

ا نظر، ۲ میں، ۳ کس، ۴ ایتا، ۵ کریں آئی بہار، ۶ جمع، ۷ نہیں اس میں ہوئے، ۸ حسرت وغم میں جہاں (میں ہی)، ۹ بوجھنا، ۱۰ مرے، ۱۱ سیں، ۱۲ دیکھتے بن نہیں ہے حسن، ۱۳ تو، ۱۴ اس باب پہ، ۱۵ .....، ۱۶ یارب، ۱۷ ادھر، ۱۸ دل قیامت کہ پڑی ہجر کی، ۱۹ جیوتے، ۲۰ پہر، ۲۱ بلکہ

اب نہیں[1] تاب مجھے رشک سیں چھپ[2] رہنے کی
غیر کے واسطے یہ ظلم و ستم سہنے کی

روز اول کہ تیرا کوئی خریدار نہ تھا — یہ تیرا چرچۂ و یہ[3] شور یہ بازار نہ تھا
کسی کوں زلف سیں تیری یہ سروکار نہ تھا — تیری انکھیوں کے کوئی شوق میں بیمار نہ تھا
تجھ کوں یہ خوبی و یہ حسن یہ دیدار نہ تھا — کسی کے دل منے اے یار تیرا پیار نہ تھا
ایک ہمیں[4] تھے کہ کبھی تجھ پہ نظر کرتے تھے
گاہ گاہے تیرے کوچے میں گزر کرتے تھے

شوق نے دل کے ہمارے تجھے معشوق کیا — ہوا مشتاق تیرا اے[5] تجھے معشوق کیا
ناز کی طرح سکھارے[6] تجھے معشوق کیا — سب طرح تجھ کوں بنا رے[7] تجھے معشوق کیا
بوجھ تو کن نے پیارے[8] تجھے معشوق کیا — کیا بُرا تیرا کیا[9] رے تجھے معشوق کیا
نہیں تو تجھ سے پڑے خوار کئی پھرتے تھے[10]
ہر سو کوچہ و بازار کئی پھرتے تھے

دل میں تو بوجھ تجھے کن نے اوّل پیار کیا[11] — دل کوں دے ہاتھ تیرے[12] کن تجھے دلدار کیا
باغباں ہو کے تجھے کن نے چمن زار[12] کیا — سج بنا کر کے تیری[13] کن تجھے نکدار کیا[14]
کن کھلا کر کے تجھے حسن کا گلزار کیا[15] — کس کی نظروں کے سبب حسن پے انکار کیا
اب تجھے شوق پڑا[15] غیر سیں جا ملنے کا
آ پڑا اور سیں ہر وقت مزا ملنے کا

رات کوں دیکھ کے اے یار تیرے طور مجھے — اپنے احوال کے دل بیچ ہوئی غور مجھے
یاد آئے تیرے سب[16] ظلم و ستم جور مجھے — غم میں آ گھیر کیا جان[19] میری دور مجھے[17]
فکر آئی نہ بن[18] اس وقت میں کچھ اور مجھے — مگر ایک بند کہ آیا وہی فی الفور مجھے
اسی ایک بند کوں میں ورد زباں کرتا ہوں[20]
پھر کے پھر پھر کے اسی بند کوں میں مرتا ہوں

آہ افسوس مجھے یار میرا بھول گیا — غیر سیں مل کے ستم گار میرا[21] بھول گیا

---

[1] نہیں اب، [2] چپ، [3] نہ ترا چرچہ یہ، [4] ہم، [5] رے، [6] ناز کے طور، [7] پیارے، [8] سوجتن کر کے بتارے، [9] اب ہوا شوق تجھے غیر سے جا ملنے کا، [10] آ پڑا اور سے ہر وقت مزا ملنے کا، [11] سوچ تو دل میں اول کن نے تجھے پیار کیا، [12] حسن دار، [13] سچ بتا کر کے ترے (مصرعے بدلے)، [14] کن نے نظروں کے چمن میں تجھے انگار کیا، [15] اب ہوا شوق تجھے، [16] وہ، [17] غم نے آ گھیر لیا جان مرے دور مجھے، [18] مگر آ گے یہ میں، [19] (ایک سیر کی) سوچ آئی تھی، [20] پھر گئے بندگی تیئں (بندسیب) مرتا ہوں، [20] پہر، [21] مجھے (اس بند میں مصرع بدلے ہوئے ہیں)

جان اور بوجھ کے سب پیار میرا بھول گیا　　درد اور شوق اور آزار میرا بھول گیا
محنت اور رنج کا بستار میرا بھول گیا　　ہائے یوں غم اسے یکبار[1] میرا بھول گیا
جی میں آتا ہے کہ اب یار سیں جا لڑ رہئے
یا زمیں کھود کے اس شرم سیتی گڑ رہئے

ہم تو جب پاس تمہارے اے سجن آتے[2] تھے　　تم ہمیں مل کے[4] گویا جان سے تب پاتے تھے[3]
جو نہ[5] آتے تھے کبھی آپ تو بلواتے تھے　　دیر کرتے تو چلے دوڑ کے آپ آتے تھے
بیٹھ کے پاس سجن پیار سیں بہلاتے تھے　　ہر طرح[7] ساتھ منالے کے ہمیں[6] جاتے تھے
منتیں کر کے نہ تھے چھوڑتے[8] تم راتوں کوں
یک دگر بیٹھ کے مرتے تھے سجن باتوں کوں

اب وہ اخلاص[9] محبت کی طرح بھول گئے　　غیر سیں مل کے مروّت کی طرح بھول گئے
چھپ کے ملنے کی محبت[10] کی طرح بھول گئے　　جو ہمیشہ تھی وہ صحبت کی طرح بھول گئے
مہربانی و مروّت[11] کی طرح بھول گئے　　پیار کے شوق کی الفت[12] کی طرح بھول گئے
اب وہ انکھیاں تیری اے یار وہ ابروئے نہیں[13]
وہ جو اخلاص تھا اس کے کہیں اب بوئے نہیں[14]

یار یہ طور تنے[15] ہم سیتی کچھ خوب نہ کی　　طرح تھی جو کہ میرے طبع کی[16] مرغوب نہ کی
چشم غیروں کی خجالت سیتی محبوب نہ کی　　شرم و اخلاص محبت کی اے محبوب نہ کی
یوسفی کی پے وفاداری یعقوب نہ کی　　وضع میں بیمار کے[17] یہ طور خوش اسلوب نہ کی
آبرو چھوڑ کے اوروں سیں[18] ہوا جا ہمدم
دوست اوروں کے ہوئے ہم سیں[19] کیا ملنا کم

ترجیع بند

وہی[20] جان مجھ دل کا آرام ہے　　کہ جس شوخ کا بے وفا نام ہے
نظر کوں مقوی ہے اس کا[21] جمال　　دہن پستۂ و چشم بادام ہے

---

۱ ہارے رے رے غم یار، ۲ آئے، ۳ تم سے مل کے گویا جان گئی پاتے تھے، ۴ تھے تو چل، ۵ کر، ۶ منا کر ہمیں لے، ۷ ہمیں چھوڑ مرا، ۸ مرتا ہوں، ۹ دراخلاص و، ۱۰ وہ خلوت، ۱۱ شفت، ۱۲ پیارا معشوق و محبت، ۱۳ اب یہ انکھیاں تری میں اے وہ اب جوے نہیں، ۱۴ سو اس کے تو کہوں توے نہیں، ۱۵ تو نے، ۱۶ سے، ۱۷ پیار کہ، ۱۸ کا، ۱۹ کا ہوا ہم سے ہوا، ۲۰ وہیں، ۲۱ تیرا

رکھوں کھینچ کیوں[1] تنگ آغوش میں   سجن تو[2] نپٹ نازک اندام ہے
پرستش اس کی ہوئی ہے قبول   کہ جس کا وہ کافر آدا رام[3] ہے
لگے[4] دل کوں معشوق سیں پھیرنا   سمجھ ہائے واعظ برا کام ہے[5]
نہیں دل کوں بن درد ہرگز قرار   سمندر کوں آتش میں آرام ہے
غریباں کے بیچارگان کی مدام   یہی عرض ہر صبح و شام ہے

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

جن اس سنگ دل سیں محبت کری   اسے زندگی جگ میں بھاری پڑی
پھر کر کے کاجل کے زنار کوں   کری ہے تیری چشم نے کافری
ستم ہے کہ دل چھین لینا بزور   جفا جو کے مذہب میں ہے دلبری
مبادا کہ ہو[6] ہجر میں خواب بیچ   تیری چال کوں دیکھ کبک دری[7]
سیہ دل کی محنت اثر کیوں نہ ہوے   سکھائی تجھے زلفِ نے ابتری[8]
چھپا جائے کر کوہ ساراں کے بیچ   تری چال کوں دیکھ کبک دری[9]
کرو عرض اس قبلۂ حسن سوں   جسے خوبروں[10] کی ہے سروری

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

کہاں ہے کہو[11] آج وہ خوش نین   کہ جس کی نگہ کے بندھے ہے[12] ہمن
خجل ہو پھر اس مکھ کی جھلکار سوں[13]   ہوا آب میں غرق در عدن
اسی چشم کی فتنگی نے مدام   یو[14] گردش میں ڈالیا[15] ہے چرخ کہن
حلب بیچ نازک بدن جس کہیں[16]   ختن بیچ مشہور ہے من ہرن[17]
خرام اس کا ہے موج آب بقا   کہ جس کے کئی تشنہ ہیں ذو القرن[18]
جسے[19] دل سیتی چاہتے ہم[20] سدا   فدا اس اوپر جیو سیں ہیں ہمن[21]
کہو جا کے یارو[22] برائے خدا   ہماری طرف سیں اسے یو بچن

---

۱ سکوں کیوں نہ کر، ۲ عزیزان، ۳ ادانام، ۴ لگا، ۵ یہ شعرزائد ہے، ۶ ہوکر، ۷ چھری ایک دیکھی ہے لوہو بھری، ۸ یہ شعراضافی ہے، ۹ یہ شعراضافی ہے، ۱۰ خوب رویاں، ۱۱ کہاتے ہیں گو، ۱۲ بندے ہیں، ۱۳ خجل ہوکے اس کا مکھ (کی) جھلکار سے، ۱۴ یہ، ۱۵ ڈالا، ۱۶ (؟) بیچ نازک بدن جگ تیئں، ۱۷ بمن، ۱۸ یہ شعرزائد ہے، ۱۹ اسے، ۲۰ ہیں، ۲۱ فدا ہو جیوے جس اوپر ہیں ہمن، ۲۲ عزیزاں

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

نہ جانوں کہ وہ شوخ سر تا بپا قیامت ہے یا سحر ہے یا بلا
نظر کر مرے دل کی بے طاقتی اتی[1] خوش ادائی سیں مت مسکرا
تحیر میں ہے اب تلک آرسی ترے مکھ کی دیکھی[2] جب سیں صفا
چھپا جائے[3] ظلمات کے بیچ میں لباں کوں ترے دیکھ آب بقا
عجب کیا کہ[4] یوسف غلامی کرے تری شان کوں دیکھ اے میرزا
مروں گا جدائی میں[5] بے تاب ہوں مجھے چھوڑ کر جان ہرگز نہ جا
جدائی کے مارے جلے شوق کے یہی عرض رکھتے ہیں نس دن سدا
تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

کروں میں تری زلف کا جب خیال ڈسے ناگ ہو کر مجھے بال بال
بندھا جو تری زلف کے جال میں[6] نہیں پھر[7] اسے تاقیامت نکال
جدا جو ہوا مل کے اس جان سیں اسے جیونا ایک دم ہے محال[8]
سجیلے میرے شوخ کی چال دیکھ پڑا خوبرویاں کے لشکر میں چال
کرے ترے مکھ کی مگر ہمسری کہ آیا ہے خورشید اوپر زوال
روایت ہے یوں دین کے عشق میں[9] کہ دل بر کوں ہے خون عاشق حلال
ہماری طرف سیں اسے جائے کر[10] کہے کون اتی[11] کسے ہے مجال
تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

یو گردش تری چشم بے باک کی ستم میں ہے استاد افلاک کی[12]
جھمکتا ہے خورشید جیو بے لباس نہیں تجھ کوں پرواہ پوشاک کی
نین تجھ درس کے بھکاری ہوئے پکڑ ہاتھ کشتی دل چاک کی

---

۱ ایتا، ۲ دیکھی ہے، ۳ جاکے، ۴ ہے، ۵ سے، ۶ بیچ، ۷ ہے، ۸ یہ زائد ہے، ۹ عشق کے دین کی، ۱۰ جاں پکڑ،
۱۱ اپنی، ۱۲ یہ بند زائد ہے

ترقی ترے حسن کی دم بدم   کرامت ہے عاشق نظر پاک کی
پکڑتا ہے دامن کوں دلدار کے   برابر ہے جو عجز میں خاک کی
مرے دلربا سیں کوئی دردمند   حقیقت کہی جائے غمناک کی

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

ترے لب کوں جس وقت دیکھے شراب   ہووے آگ میں[1] رشک سیں جل کباب
یو رخسار کے مطلع نور پر[2]   دسے خال جیوں[3] نقطۂ انتخاب
قلم برق بے تاب ہو ہاتھ میں   اپس دل کا گر[4] میں لکھوں پیچ تاب
ہوادار تیرا ہے اے بحر حسن   نہ دے دل کوں برباد مثل حباب
ولی ریختے بیچ استاد ہے   کہے آبرو کیونکے اس کا جواب
و لیکن تتبع سیں کہنا سخن   کرے فیض سوں فکر میں کامیاب[5]
نپٹ آبرو آج بے تاب ہے   کہو اس کے اس بے وفا سیں شتاب

تغافل نہ کر حال سب جان کر
جلا لے مجھے ایک دم آن کر

تمت تمام شد نسخۂ دیوان آبرو بتاریخ بیست و نہم شہر ربیع الثانی
بخط رحمت خان بن فیروز خان بطریق مسودہ بہ کمال استعجال نوشتہ شد
سنہ 28ء جلوسی مطابق 1158 ہجری ہر کہ مطالعہ نماید بدعاء خیر یاد آرد

○○

---

[1] ہووے آگ سیں، [2] اوپر، [3] چوں، [4] کر، [5] یہ شعر زائد ہے

مرثیہ آبروؔ[1]

افسوس ہے کہ آج رسول خدا کے تئیں حضرت امام سید ہر دوسرا کے تئیں
بے رحم کوفیوں نے بلایا دغا کے تئیں سچ جان کے امام نے اس ماجرا کے تئیں
لے اہل بیت قصد کیا کربلا کے تئیں

جب مسلم عقیل کو اول رواں کیا گویا اپس کے تن سوں جدا اپنا تن کیا
ہجرت سے اہلِ بیت نے ان کو فغاں کیا افسوس کیوں خدنگ بلا کا نشاں کیا
قدرت کسے کہ ٹھہر سکے اس قضا کے تئیں

مسلم کے ساتھ جو کہ کیا کوفیوں نے کام اس کا خدا کے قہر کو ہوتا ہے انتظام
ناحق دغا سیں قتل کیا دین کا امام لڑکے کئی یتیم کیے قتل، پھر تمام
قصا لکھا یزید لعیں بے حیا کے تئیں

مسلم ۔ اشہید کہا جب یزید نے شادی کری یہ سن کے خبر تب یزید نے
ناپاک نابکار نجس نے پلید نے اسباب کارزار کا لاگا خریدنے
بھیجی کمک امامِ جہاں کی دغا کے تئیں

یہاں حضرت امام نے حق کو کیا کفیل جو کچھ رضا تھی کی نہ کی اس میں کچھ بھی ڈھیل
آئے اور اہل بیت کے گھر خون کی سبیل رخصت ہو جد پاک سیں آئے کہا رحیل
یہ وقت الوداع ہے آلِ عبا کے تئیں

چھوٹا ہے اہل بیت سے اپنا مکان آج تن سیں نکل چکی ہے مدینے کی جان آج
ویراں امامِ دیں کا ہوا خانمان آج کرتے ہیں دوستدار۔ ۔ ۔ فغان آج
سینا تھانبے ہے کوہ کو سن اس فغا (کذا) کے تئیں

مسلم ہوئے شہید سنی جب کہ یہ خبر زخمی حرم کا تیغِ جفا سیں ہوا جگر

[1] یہ مرثیہ اضافی ہے

جو کچھ رضا ہے تس پہ پھر آخر کو صبر کر   آگے کو اپنی راہ بلا میں کیا سفر
یھاں لگ کہ جا دوچار ہوئے کربلا کے تیئں

گردوں سیتی ستم منیں دونی تھی وہ زمیں   انسان و وحش و طیر سے سونی تھی وہ زمیں
اس؟ سے مرگ جان کے ہونی تھی وہ زمیں   دستی تھی لال لال کہ خونی تھی وہ زمیں
برپا کیے حرم کے جہاں خیمہا کے تیئں

اس وقت میں غنیم کی فوجیں ہوئیں نمود   گرداں گلے میں (نکرز؟) ہاتھوں میں عمود
ہر سود سے کماں ہو و سر تیغ دو (سر) خود   سم ہائے اسپ سے اٹھے (تھی) گرد چونکہ دود
مانند شب سیاہ کیا سب ہوا کے تیئں

آب فرات بند کیا دشمنوں نے جا   بے رحم اس جماعت نا مہرباں نے جا
فریاد العطش کی کری بستگاں نے جا   ہر چند عاجزی سے امام جہاں نے جا
منت کری مگر نہ سنا ماجرا کے تیئں

ہفتاد و دو امام کے جو لوگ تھے رفیق   اس تعزیت میں ایک رہے ایک ہو شفیق
جا دشمنوں میں عجز میں اول ہوئے خلیق   دیکھا کہ ان کا بحر شرارت کا ہے عمیق
باندھی کمر پھر آخر(؟) غضب سے دغا کے تیئں

وہ لوگ جو امامِ جہاں کی رکاب تھے   سب بیقرار و بیکل و بے خور و خواب تھے
رہتے تھے آفتاب سیں عالی جناب تھے   آتش سے تشنگی کی جگر سب کباب تھے
لڑکے (؟) تمام اور ترستے غذا کے تیئں

تب حضرت امام جہاں نے کہا افال (؟)   فاسد ہے دشمنوں کا ہماری طرف خیال
بچنا ہمن کا ہاتھ سے ان کے ہوا محال   لاچار ہو سبھوں نے مقرر کیا خیال
راضی ہوے جو کچھ ہے خدا کی رضا کے تیئں

نور دو چشمِ سید کونین مصطفیؐ   جان عزیز فاطمہؓ فرزند مصطفیؐ
ہتھیار باندھ جنگ کو تیار جب ہوا   یک بار تب حرم سے اٹھا شور و غلغلا
لرزہ پڑا سمک سے لگا تا سما کے تیئں

میدان پیچ جا کے جو ٹھاڑے ہوے امام   اپنے کیے بیان کرامت کے سب مقام
قرب علی و فضل بنی کا کہا تمام   آگے امام دیں کے ہوا آ کے اژہام

سنتے تھے ابتدا سیں لگا انتہا کے تیئں

فریاد کی کہ میں ہوں تمہارا امام وہ قایم ہے آج مجھ سے امامت کی بارگاہ (گہہ)
واقع ہوا ہے ہم ایسا کون سا گناہ کرتے ہو اپنے روے کو کس واسطے سیاہ (سیہ)
پھر کیا جواب تم کو ہے روزِ جزا کے تیئں

باتیں سنیں امام کی تب حر نیں (جب؟) آیا امام بجا لاے کے ادب
ظاہر کیے نیاز جونہی دل کے پیچ سب دشمن کے ساتھ جنگ کی رخصت کری طلب
شمشیر کھینچ اٹھا کے کہا بادپا کے تیئں

لشکر میں شامیوں کے دھنسا شیر کی طرح کرٹک اثر سبھوں کو زبر زیر کی طرح
نکلا سر(؟) بیٹھ کے شمشیر کی طرح اول جو کچھ کرے تھے (وہی) شیر کی طرح
پہنچے مخالف اپنے کیے کی سزا کے تیئں

آخر کو چور ہو کے گرا کارزار میں اس بادشاہِ دیں کے ہوا انتظار میں
پہنچے امام آپ شتابی سے بار میں سر کے تیئں اٹھا کے لیا تب کنار میں
احوال دیکھ ہاتھ اٹھایا دعا کے تیئں

ایسی طرح تمام جو تھے لوگ ساتھ کے جی سیں نثار ذات مبارک صفات کے
طالب تھے اپنے جی سیں شہادت کی بات کے کرتے تھے کام دونوں جہاں کی نجات کے
پیتے تھے جوے تیغ سے آب قضا کے تیئں

باقی رہے تھے آل عبا اور اقربا پیاسے تمام آب سیں ماہی کے جوں سدا
حضرت امام شاہ شہیدانِ کربلا تنہا نہ فاطمہ نہ حسن اور نہ مرتضےٰ
آمادہَ جفا و شہید بلا کے تیئں

عباس بن علی ولی صاحبِ ظفر لے مشک ہاتھ بیچ چلے باندھ کے کمر
پانی اوپر فرات کے اپنی رکھی نظر بڑھتے ہوئے غنیم کے لشکر سیں کر گزر
پہنچے نہ دیکھ کھینچ کے جور و جفا کے تیئں

گھوڑے سیتی اتر کے بھری مشک آب سیں خیمے کی طرف لے کے چلے اضطراب سیں
تب سعد بن زیاد پکارا عتاب سیں لشکر کے تیئں دوڑ کے پہنچو شتاب سیں
جانے نہ دو حرم تلک اس باوفا کے تیئں

مردود آ کے راہ میں مانع ہوے تمام   کرنے لگے زبان سے پیکان کے پیام
جاری ہوا. . . . . زخمی ہوا. . . . . .صاحب احترام
اس طرح سب شہید کیا اقربا کے تئیں

دیکھا امام دین نے سب لوگ مر چلے   ہرایک نوبت اپنی شہادت کی بھر چلے
ظالم کے ظلم حد سے گزر چلے   کرنا تھا جو سلوک سو آپس میں کر چلے
ہرگز اثر کیا نہ کچھ ان بے حیا کے تئیں

لاچار ہو کے آپ کیا قصد جنگ کا   تنہا نہ کوئی یار نہ کوئی اپنے رنگ کا
پھٹتا حال دیکھ جگر غم سیں سنگ کا   جلتا تھا جیو درد سیں کفر فرنگ کا
جوشاں ہوا تھا خاک میں خوں کربلا کے تئیں

قاسم نے دیکھ قصد لڑائی کو شاہ کا   تنہائی ان کی اور ہجوم اس سپاہ کا
مارا جگر کے درد سے نعرہ اک آہ کا   دامن پکڑ کے اوج حقیقت کے ماہ کا
معروض اس طرح سے (کیا) ماجرا کے تئیں

کاے شاہ میری باپ کے قایم ہو تم مقام   ہم کو تمہاری ذات کا ہے آسرا تمام
تم بن ہمارا جیو نا دنیا میں ہے حرام   رخصت مجھے قتال کی اول دو یا امام
یہ آرزو ہے جیو میں تمھارے خدا کے تئیں

قاسم کے بات سن کے یہ رویا بزرگوار   کاے جان تو امام حسن کی ہے یادگار
کرتا ہوں اپنے نھوں سیں تجھ کو زیادہ پیار   رخصت نہیں تجھے کہ کرے جا کے کارزار
گھر بیٹھ چاہتا ہے جو میری رضا کے تئیں

قاسم یہ سن امام کی باتیں ہوئے خموش   دل بیچ اپنے ضبط کیا جان کا خروش
بازو میں (چرا) باپ کا رکھا تھا ایک سروش   عجز ہوا کے دیکھ اسے تو بچشمِ ہوش (؟)
دیکھا بھرا ہے خط حسن مجتبیٰ کے تئیں

اس حرف میں امام حسن نے لکھا تھا یوں   اے نور چشم اپنے (میں) نصیحت سنا تھا یوں
جس وقت کربلا میں حسین ابتلا میں ہوں   اس وقت جان دیجیو جوں جانیے تو یوں
قاسم نے سب کہا یوں امام ہدا کے تئیں

سن کر امام دیں نے کہا رو کے اس طرح   دل بیچ اپنے غم سیں خفا ہو کے اس طرح

اے جان لکھ گیا وہ تجھے جو کہ اس طرح   دی ہے مجھے بھی بات کے ایک لوکے(؟)اس طرح؟
کیجو تو اے حسن . . . ہماری رضا کے تیئں

یہ سب امام دین نے قاسم کے تیئں سنا   قاسم کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر حرم میں جا
وہاں دختر شریف کو اپنی لیا بلا   آپس میں مہر و ماہ کا تزویج کر ملا
فارغ ہوا مر شرع سیں ہوئیا خدا کے تیئں

شادی ہوئی امام کے گھر غم کے حال میں   سعدین کو خزاں ہوا ردمآل (؟) میں
بلبل کے تیئں وصال ہوا گل کا جال میں   جلوہ کیا کمال نے آکر زوال میں
پانی ہوا ہے سن کے دل اس ماجرا کے تیئں

قاسم کو گھر. . . . .   ایک دیکھتا تھا دوسرے کا منہ بچشم یاس
بریاں دل اور چشم تھی گریاں لگی تھی پیاس   تھی فکر اور فراق کی دہشت سے دل اداس
یہ طور تھا خوشی کا نئی کد خدا کے تیئں

اس وقت بیچ لشکر مردور شامیاں   ملعون نابکار سیہ رو حرامیاں
کرتے تھے گرد خیمے کے آ کر کے خامیاں   کرتے تھے جنگ جسے ہو سو آمیاں (؟)
قاسم اُٹھے غصے سے سن ان کی صدا کے تیئں

بے تاب ہو عروس نے دامن پکڑ لیا   کاے شاہ حق (منشی) تو نے کیا کیا
سارے حرم نے خون جگر غم سیتی پیا   قاسم کی والدہ نے تڑپھ اپنا جی دیا
قاسم چلا تو چھوڑ بوجھوں کھاں ہوا کے تیئں

قاسم نے اپنے ہاتھ کی ایک آستین پھاڑ   رو کر کہا عروس کے تیئں صبر اور قرار
میرا ہے یہ نشان شہیدوں میں آشکار   رکھ یاد اس نشان کو دل میں کر ا یک بار
ہم ملیں گے پھیر کے روزِ جزا کے تیئں

نکلا حرم سے قصد لڑائی کا کر امام   روتا تھا عرش فرش زمیں آسماں تمام
دشمن کے ساتھ ہو کے مقابل کیا کلام   بیٹا ہوں جن کا، وہ قاسم ہے میرا نام
کرتا ہوں کون تم میں سو آوے دغا کے تیئں

مردود سن کے بات یہ قاسم کی ڈر گئے   بن تیغ و تیر خوف سیں نامرد مرگئے
سعد اور زیاد نظر (یہ سب) گر گئے   طاقت نہیں کسی میں سبھوں کے جگر گئے

ارزق سے تب کہا کہ تو دیکھ اس قبا کے تئیں

ارزق ہوا امام کے آکر ہوا دوچار　　تبری و تیغ کی ہوئی آپس کے بیچ مار
آخر کو کھینچ امام نے شمشیرِ آب دار　　ارزق کے سر پہ مار کیا تا کمر فگار
پہنچا اس خراش بہ تحت الثریٰ کے تئیں

پھر تاب تھی کسے کہ مقابل ہو شاہ کے　　منھ زرد ہوگئے تھے تمامی سپاہ کے
مارے ہوئے تھے تیر غضب کی نگاہ کے　　سب بھاگنے کے واسطے جویاں (کذا) تھے راہ کے
کہتے تھے جانتے (نہ تھے) ہم اس بلا کے تئیں

(کئی؟) امام نے سب کر کے قتل عام　　کشتوں کے ہر طرف سیتے پشتے (کیے) تمام
لاچار ہو سبھوں نے کیا گرد اژدہام　　. . شاہ کی کہا . . . . کام
زخمی ہوکر گرے تو پکارا چچا کے تئیں

سن کر صدا امام جہاں ہو کے بے قرار　　پہنچے بے تاب آ.... پڑے تھے جہاں کے بار
قاسم کے تئیں دیکھ (کہ) سب زخمی بے شمار　　سر کو کیا تھا گود میں روتے تھے زار زار
شفقت سے چومتے تھے رخ باصفا کے تئیں

قاسم نے آنکھ کھول کے دیکھا امام کو　　خنداں ہو کر کے قصد کیا تب کلام کو
خشکی سے تھی نہ تاب زباں کو کلام کو　　رخصت ہوے نگاہ میں عالی مقام کو
موڑی عناں شہید نے دار البقا کے تئیں

نوشہ (کا) حال دیکھ کے روتے رہے زماں؟　　کرسی و عرش و فرش بر و بحر انس و جاں
آے امام جب کہ حرم میں اٹھا فغاں　　تب کوہ دشت تاب نہ لاے ہوے طپاں
طاقت کسے کہ دیکھ سکے اس عزا کے تئیں

بے ہوشی آگئی علی اصغر کو پیاس سے　　سب نے کہا امام جہاں کو نراس سے
یہ طفل بے گنہ کہ مرتا ہے پیاس سے　　اصغر کو ے امام نے بانو سے پاس سے
تسکین بہت سی دے کے حرم میں نسا کے تئیں

لے کر مخالفوں کے مقابل کیا صغیر　　کاے قوم گرچہ میں ہوں گنہ گار بس کبیر
اس طفل بے گنہ نے کیا کیا ہے شریر　　سننا تھا رن میں کھینچ کے مارا ہے ایک تیر
گردن میں لاگ طفل کی توڑا قضا کے تئیں

غم گیں امام ہاتھ میں لڑکا لیے شہید　　آئے حرم کی سمت یہ بانو کی کر کے دید
توڑے تڑپھ سیں ہاتھ سیتی سب ہوے سپید　　ماتم پہ ماتم اور ہوا غم پہ غم مزید
کیونکر کوئی بیان کرے اس ماجرا کے تیئں

اصغر کے بعد پھر علی اکبر کی قتال　　دیکھا سبھوں کو اپنی شجاعت کا سب کمال
تھا آفتاب پر ہوا دشمن کے حق میں کال　　لایا تمام خصم کے لشکر اوپر زوال
دشمن کے توڑتا تھا سر اور دست و پا کے تیئں

آخر کو دشمنوں نے کیا گرد آ کے گھیر　　تن پر لگے امام علی اکبر کے تیغ و تیر
بے تاب ہو زمیں پر گرا خون سے بتر　　کوثر کے جام جا کے پلا ٹک ہوئے (وہ) سیر
رخصت کیا شہید کو دارالبقا کے تیئں

جب ہو چکے شہید علی اکبر امام دیں　　تب اقربا سیں کوئی نہ رہا اور نہ کوئی قریں
ایک حضرت امام علی زین العابدیں　　بیمار تھے مرض میں گرفتار و بس حزیں
درد و الم میں بھول گئے تھے دوا کے تیئں

لاچار ہو کے جنگ پہ ان کا بھی جی پلا　　چلنے لگے پہ ضعف سے جاتا نہ تھا ہلا
جب حضرت امام نے یہ حال اٹکلا　　تب ان کو منع کر کے کہا دل میں لوں بلا
رہنا ہے تم کوں نسل کی میری بقا کے تیئں

موقوف کر کے ان کو کیا آپ قصد جنگ　　دل میں رکھا کہ آپ مروں جا کے بے درنگ
یاد آ گیا جناب میں ناموس اور ننگ　　خیمے کی طرف پھر کے چلے دل میں ہو کے تنگ
دیکھا بلا کے گھر میں ہر اک مبتلا کے تیئں

وارد ہوا تھا آل نبی پر عجب مقام　　بسمل پڑے تھے خاک میں سب صاحب احترام
حسرت سے رو وتے تھے سب اہل حرم تمام　　احوال دیکھ کر کے تحیر میں تھے امام
کس واسطے نزول ہوا اس بلا کے تیئں

○○

متفرق کلام

(مثنوی)

کروں ہوں میں شروع اس کے نام
جن نے پیدا کیے ہیں خاص و عام

جن نے بھیجا ہے ہم کو پیغمبر
کہ ہوا گمرہوں کے تئیں رہبر

حمد کہیے ثنائے خالق کو
نعت کہیے نبی صادق کو

بعدحمد اورنعت (نات؟) یہ بات
کان دھر کر سنو کہ ہوے نجات

کہ اوّل فرض یوں ہے عاقل پر
بالغ ہوشیار کے دل پر

کہ دل و جان سے قبول کرے
صدق سے یہ بات زباں پہ دھرے

کہ ہے موجود ایک سرجن ہار
جن نے پیدا کیا ہے سب سنسار

وہ ہمیشہ تھا (ہے؟) اورہمیشہ تھا
ایک جانے اسے اور ایک (گِنا)

ایک ہے یہ شمار سے باہر
فکر سے اور بچار سے باہر

نیست سیں ان نے سب کو ہست کیا
تن بنایا پھر اس کو جان دیا

ہے محمدؐ نبیؐ اسی کا رسولؐ
اسے جودی خبر ہوئی ہے قبول

اس کی باتوں کو جن نے جانا سانچ
اس کو دوزخ کی لگنی ناہیں آنچ

کہو اس پر درود اورسلام
آل و اصحاب پر نبی کے مدام

یہ تو مجمل ہوا مفصل سن
اب تو باندھی ہے میں سخن کے تن(تئیں)

دوسرا کوئی اس کا اور نہیں
ہرگز اس کا کوئی شریک نہیں

اگر اس سے کسی کو شرکت ہو
کب جہاں میں یہ فیض برکت ہو

خلق میں آ پڑیں فساد ہزار
ملک و راج میں نہ ہو آباد

سب صفا ہیں کمال کی اس میں
شان ہیں جب جلال کی اس میں

نام اس کا اگرچہ نو دو نو
کہتے ہیں ملک اور بھی دس سو

لیکن اس کی جناب میں کم ہیں — اس کے اسماء عالم عالم ہیں
سب صفا میں نہ عین میں دید خبر — یہی بوجھو کہ ہے اسی میں خبر
ایک اس کی صفت سے جان جہات — سب صفت سے بڑی ہے اس کی بات
جیونا اس کا جان اس میں نہیں — زندگانی وہ دم زدن سے نہیں
آپ سے آپ جیوتا ہے سدا — جان و تن ان نے سب کیا پیدا
علم اس کا بڑا ہے اور شعور — جاننے اور نہ جاننے سے دور
جگ کی اور کلیات جزئیات — جانتا ہے تمام دن اور رات
کوئی ایسی نہیں جہاں میں چیز — کہ کبھی اس کی اس کو ہو نہ تمیز
ریت جنگل کی اور برگ درخت — جانتا ہے سبھی کے تئیں یک لخت
ہر ارادہ ہے اس کا اور خواہش — اس ارادے کو نہیں کبھی کاہش
کام جو کچھ کہ جگ میں ہوتا ہے — پلک ہلنا جو رگ میں ہوتا ہے(؟)
اس کا ہووے سبھی ارادت سیں — خواہ ہو قصد خواہ عادت سیں
اس کی خواہش کے بن نہ ہووے یار — نہ چبھے پانو میں کسی کے خار
لوگ اس بات میں جو آویں سب — کہ سرِ مو سے پل گھٹاویں سب
یا بڑھاویں جگت میں کوئی چیز — سب اکٹھے ہوں اس پہ اہل تمیز
جو نہ ہو یوں ارادہ معبود — محنت اس کے لیے نہ بخشے سود
قدرت اس کو کہ ہے بڑی کامل — سارے عالم کو ہے وہی شامل
سب کوعدم (؟) تئیں بن آلات — اس کی قدرت کی ہے بڑی سی بات
قادر ہر کمال برحق ہے — اس کی قدرت کا یہ اثر حق ہے
بن آنکھوں دیکھتا ہے سب کچھ جان — بات سنتا ہے سب کی وہ بن کان
سنتا ہے سب قریب ہو یا دور — دیکھتا ہے اندھیر ہو یا نور
آفرینش ہوئی نہ تھی پیدا — تبھی سے اس کو دیکھتا ہے جدا
آیا جا ہے زبان، پر جو سخن — اول اس کو خدا ہی لے ہے سن
بن زباں بولتاہے سب کو زباں — نہ اُسے لب نہ مانو اور نہ زباں
ہے ازل سے ہمیشہ وہ گویا — خاموشی اس کے تئیں نہیں ہے روا

آشکارا کہے ہے جو ان راز　　اس کیے کو نہ حرف نے اوزار
حرف اور بن کہی ہوئی باتاں　　رمز بن اس میں رمز کو باتاں
کچھ عدم سے کہا کہ وہ سن کر　　آوتے ہیں وجود کو دھنکر
خیر اور شر جو کہ پیدا ہے　　اس کی تقدیر سے ہویدا ہے
ان نے پیدا کیے ہیں سارے فعل　　نیک اور بد جو ہیں ہمارے فعل
نیک کوئی کہ اس میں راضی ہو　　بد نہ کیجیے کہ اعتراضی ہو
جو کہ چاہا بھلا بُرا سو کیا　　دخل رکھتا نہیں ہے چون و چرا
عدل اور فضل کے کیے سب کام　　ظلم اور کفر ہے جو سچی نام (سچے نام)
پھرخدا کے سنو فرشتے ہیں　　خیر و خوبی میں سرشتے ہیں
ان میں کوئی نہ نر(نہ) مادا ہے　　خوبی ان کی بہت زیادہ ہے
ان میں اک یہ صفت جدی ہے سنو　　کہ سدا ان کو بے خودی ہے سنو
لگے ہیں کسب میں سعادت کے　　ہردم عاشق ہیں وہ عبادت کے
حق کے دیدار سیں ہمیشہ سب　　سارے عالم سے بے خبر یکدست
جا رہیں اور آدمی کے ساتھ　　دور ہیں دن کو ساتھ اور دو رات
داہنے ایک اور بائیں ایک　　لکھتے ہیں فعل خواہ بد خواہ نیک
(حق) خاص کی نظروں میں وہی آتے ہیں　　شکل چاہیں سوئی بناتے ہیں
انبیا ہیں خدائی کے مقبول　　سب جگت میں کیا ہے ان کو قبول
ان کو جانو کہ جگ میں برتر ہیں　　بلک سارے ملک سیں برتر ہیں
نفس شیطاں کا ان پہ کچھ نہ چلے　　ہو پشیمان اپنے ہاتھوں سے
جو کہ صادر ہو ان سیں کچھ ذلت　　مصلحت جان اس کو یا حکمت
حضرت آدم نہ کھاتے جو گندم　　کیونکر آتے وجود میں ہم تم
وہی دانانیوں نے بیج بوا　　تب تو سارا جہاں نہال ہوا
بعض ان کے ہیں بعض سے افضل　　جیسا جس کو ہوا ہے فیض ازل
سب سے افضل محمدؐ عربی　　فضل حق سیں وہ (ہے) ہمارانبی
انبیا اولیا سبھی باہم　　مل کے اس کے کمال سے ہیں کم

ہر نبی کی ہرایک امت تھی　　اس کے تابع وہی جماعت تھی
اس نبی پر ہوا ہے فضل تمام　　امت ان کی ہوا ہے خلق تمام
خاتم الانبیا محمدؐ ہے　　کوئی اس سا جہان میں کد ہے
اس کو پیچھو کوئی پیمبر نہیں　　اس کا کوئی جہاں میں ہمسر نہیں
دین اس کا رہے قیامت تک　　تا قیامت اسی کا ہے سب جگ
حضرت عیسیٰؑ جب کریں گے نزول　　اسی کے دین کو کریں گے قبول
اسی کے دین کو زور پکڑاویں　　جگ کو رب اس کے دین میں لاویں
شرع اس کی تے اور شرع تمام　　باطل اور شرع کردیے گمنام
شرع احمدؐ کی اور شرع اگر　　متفق آپڑے جو یک دیگر
ہم کوں اس شرع سیں نہیں کچھ کام　　مگر اتنا کہ سچ ہیں وہ پیغام
اس کے معراج کی سنو اب بات　　کہ بلایا تھا اس کو حق نے رات
سوتے (سووتے) سیں اٹھابدن کے (سات) ساتھ　　مسجد اقصیٰ کو لے گئے اس رات
وہاں سے چڑھ کے براق کے اوپر　　آسماں پر گئے تھے پیغمبرؐ
آسماں سیر کر لیے تھے تمام　　انبیا سیں ملے تھے نام بنام
عرش و کرسی بہشت و دوزخ سب　　آئے اس کی نظر منیں یہ سب
سدرۃ المنتہیٰ پہ جب پہنچے　　ساتھ ان کے سیں جبرئیل رہے
لے گئے ان کو وہاں سے جب رفرف　　اس مکاں پر کہ تھا بڑا اشرف
لا مکاں تھا مکان کیونکے کہوں　　جانتا نہیں میں جان کیونکے کہوں
دیکھنا تھا جو کچھ کے سب دیکھا　　نقد نانے (؟) کیا کہوں لکھا
جو سنا(؟) وہاں نبی ہمارے نے　　آگیا سب خدا کے پیارے نے
جلد اس طرح سیر کر آیا　　کہ بچھو نے کو گرم آ پایا
اور نبیوں کی تھیں سبھی جو امم　　فضل رکھتی تھی لیکن اس سے کم
ولیاؤں کی سب جو امت ہیں　　تابع شرع اور سنت ہیں
عام لوگوں سیں ان کو افضل جان　　خاص کر بوجھ اور اکمل جان
پھر پیمبر کی آل اور اصحاب　　سب سے بہتر ہیں اورسب کے باپ

پھر خلافت کے حق منیں افضل ۔۔۔ سب سیتی تھا خلیفۂ اوّل
ان کے پیچھے عمرؓ کو جان شرف ۔۔۔ تھا خلافت سیں اس کے حق نظرات(؟)
پھر کے عثمانؓ کوں خلیفہ جان ۔۔۔ ان کے پیچھے علیؑ ولی کو مان
ہر خصومت کہ ان کو بھی باہم ۔۔۔ بیچ میں اس کے تم نہ مارو دم
کسی پر اعتراض تو مت کر ۔۔۔ کہ ترے دین میں نہ ہووے ضرر
وہ صحابی کہ روز لڑتا تھا ۔۔۔ مرتضٰی ساتھ آ جھگڑتا تھا
جان رکھ دل میں مرتضٰی کا حق ۔۔۔ پھر خلاف اس کا جھوٹ تھا مطلق
لیکن اس کو زبون کچھ مت کہہ ۔۔۔ طعن کرتے سوں منہ کو مونڈے رہ
کہ خدا نے جسے کیا ہو بُرا ۔۔۔ اس کو ہم نے بُرا کہا تو کیا
اور جس کو خدا نے خوب کہا ۔۔۔ کس طرح کر بدی ہو اس کی روا
جو کہ ہو اہل قبلہ اور مومن ۔۔۔ مانتا ہونبی کے تیئں نس دن
اس کو کافر نہ جان او راست (اورامت) کہہ ۔۔۔ دوزخی نہیں کرے اگرچہ گنہ
اور جس کو صلاح و تقوٰی ہو ۔۔۔ زاہد و متقی ہو اور خوش خو
نہ کہہ اس کوں من سیتی (مسنئے؟ اموں ۔۔۔ نہ بھلا کہہ کسی کو اور نہ زبوں
(؟) ان نے قطع بہت بنایاہے ۔۔۔ کہ نبی نے جسے بنایاہے
گرچہ مشہور ہیں جگت میں دس ۔۔۔ لیکن اس سے بیچ مت کر بس
ایک جماعت کو آل کی امت ۔۔۔ ہے مقرر بشارت رحمت
جو کہا قبر بیچ مر کر کر ۔۔۔ دار دنیا سے وہ سفر کر کر
وہ فرشتے اسے بشکل مہیب ۔۔۔ کرتے ہیں گے سوال کی مریب (؟)
کہ خدا کو ہے تیرا و(اور) نبی ۔۔۔ دین وایمان بوجھتے ہیں سبھی
اگر ان کا جواب نیک رہے ۔۔۔ غم سے چھوٹے ہمیشہ شاد رہے
دونوں مل اس کو آفریں بولے ۔۔۔ یک دریچا بہشت کا کھولے
دیکھ لیوے عیاں مقام اپنا ۔۔۔ باغ اپنا ہو حوض جام اپنا
قبر کے تیئں بدی سے وسعت ہو ۔۔۔ کہیں اس کو عروس کی جوں سو
اور جو اور طرح دیوے جواب ۔۔۔ قبر چاروں طرف سے لیوے داب

آہنی گرز اس کے سر پہ لگے
پڑا دوزخ کے آگ بیچ جلے

ایک دوزخ کا کھول دے روزن
کہ جلے آگ بیچ سارا تن

دیکھ لیوے مکان کو اپنے
آگ کے بیچ میں لگے تپنے

گرز کھانے کے وقت اس کا شور
سنیں گے سب طیور مار اور مور

مگر اک آدمی و ایک پری
رکھتے ہیں اس فغاں سے بے خبری

کہ اگر یہ سنیں تو ہوں بے تاب
چھوڑ دیں باب جنت اور خور و خواب

حق تعالیٰ اگر کرے احسان
کہ رہے وقت مرگ کے ایماں

جب کہ ہو نوبت جہاں آخر
نزع کے سب نشان ہوں ظاہر

نام اللہ کا زباں سے کہے
ایسا کوئی جہان میں نہ رہے

حکم ہووے گا تب کہ اسرافیل
پھونک دیوے گا صور کوں بن ڈھیل

اس کے اک پھونکنے سے سب عالم
ہوے جاویں گے ایک پل میں عدم

مدتوں آسماں رہے خالی
سب زمین و زماں رہے خالی

حکم ہر سور(صور) پھونکنے کا ہو
گر اٹھے سب جہاں پھر کے عسو(؟)

ایک دم مارتے میں سب بندے
مر گئے تھے سو ہو اٹھے زندے

نیک اور بد کے نامۂ اعمال
سب کے ان میں لکھے ہوے احوال

حکم سیں جو کہ اڑ کے آویں گے
ہرکسی کو جو آ دیکھاویں گے

نیک کو داہنے سیں دیویں گے
جو اسے دست چپ سے لیوں گے

پھر بڑا زور گہن کے لانا گاہ
جس میں تو لیں عبادت اور گناہ

نیکیاں ہوں زیادہ جس کے وہاں
اسے ہوگا نصیب باغ جناں

ہوئی جس کی برائیاں بھاری
اس کوں شرمندگی ہے اور خواری

کھڑے(کری) ہونے کے ہیں پچاس مقام
جس کوں نیں غاصبوں کے خاص و عام

ہر مکاں پر سوال ہووے گا
جیسا وہاں جس کا حال ہووے گا

نیک دیوے گا جو کوئی کہ جواب
طے کرے گا وہ موقعوں کو شتاب

اور نہیں تو ہزار سال تیئں
گھرا(کھڑا) روے گا اپنے حال تیئں

کافروں سیں آگ میں جاکا
سو نہیں چھوٹنے کا پھر ساکا(؟)بھاگا

تا ابد آگ میں جلے گا وہ　　ہاتھ افسوس کے ملے گا وہ
اور مسلمان ہے بقدر گناہ　　جاے دوزخ میں جو کہ ہے بد راہ
بہر پیغمبر اسے چھڑادیں گے　　آخرش وہ نجات پاویں گے
نہ کرے گا کوئی شفاعت اگر　　حق کرے فضل آپ سے اس پر
جب کہ من نجات پاویں گے　　حوض کوثر کی طرف آویں گے
حوض میں دھووکے بدن اپنا　　بھول جاویں گے آگ کا سپنا
ہوئیں گے سب بہشت میں داخل　　ہووے آسان سب جو تھی مشکل
آٹھ درجے بہشت کے جانو　　یوں ہی منقول صدق سے مانو
ایک سے اک مقام ہے بہتر　　ہے سعادت سبھوں میں یک دیگر
جیسا جس کا عمل ہے دنیا میں　　ویسا اس کا مقام عقبےٰ میں
یا الٰہی رسول کے صدقے　　مرتضیٰ اور بتول کے صدقے
اور صدقے سبھی اماموں کے　　نیک کار اور نیک ناموں کے
اس گنہ گار پر کرم کیجیے　　روز محشر کی آبرو دیجیے
بخشیے اور کرم سیں کر طے نثار　　فضل کریئے دیکھایئے دیدار
جبکہ میزاں سے چھوٹ کر آویں　　مل کے تب سب کو راہ بتلاویں
پل ہو باریک تیغ سیں بھی تیز　　اس کے اوپر کریں گے سب مہمیز
بال سیں عرض اس کا کم ہوگا　　اس پہ چلنا بڑا ستم ہوگا
کافر اس پر اگر رکھے گا پا　　قعر دوزخ میں گر پڑے گا جا
مومنوں کو خدا سیں ہو تائید　　جس کی قائم ہو جس قدر توحید
جس کیا ہو گناہ سے پرہیز　　برق وہ جوں گزر کرے گا تیز
کوئی ایک باد جوں کریں گے تیر　　روز موافق کریں گے اس پر سیر
پر گنہ گار کو مشقت ہے　　پار ہونا بدی سے دقت ہے
فضل جب حق کے پاس ہوویں گے　　تب بلا سیں خلاص ہوویں گے
نعمتیں اس کی جاودانی ہیں　　تا ابد عیش و کامرانی ہیں
گرچہ نعمت ہیں وہاں ہزار ہزار　　سب سے برتر ہے نعمت دیدار

گر خدا کو بچشم تر دیکھیں ہر کوئی اپنے گھر بگھر دیکھیں
یا الٰہی رسول کے صدقے مرتضٰی اور بتول کے صدقے
اور صدقے سبھی اماموں کے نیک کا(ر) اور نیک ناموں کے
اس گنہ گار پر کرم کیجیے روز محشر کے آبرو دیجے
بخشیے اور کرم کریئے پار فضل کریئے دکھایئے دیدار

○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ذاتی مخطوطہ میں بھی کوئی عنوان نہیں ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد حسن: 'اس مثنوی پر کوئی عنوان نہیں لکھا ہے۔ لیکن نفس مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ وہی مثنوی ہے جس کی تعریف متعدد تذکرہ نگاروں نے کی ہے۔ جو آرائش محبوب پر لکھی گئی ہے۔ کہ ۱۵۰ اشعار کی مثنوی حسینان ہند کی آرائش کے سلسلے میں بہت بہتر موزوں کی ہے۔ کریم الدین نے اس کا عنوان ''موعظہ آرائشِ معشوق'' لکھا ہے یہ مثنوی نسخۂ کلکتہ سے نقل کی جاتی ہے جا بجا اشعار پڑھے نہیں گئے ہیں۔) ص۔۲۹۸، دیوان آبرو، مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن

اس ذاتی مخطوطہ میں یہ مثنوی ۱۲۳۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ بہت عمدہ تحریر میں نقل کیا گیا ہے۔ تاہم چند اشعار پڑھے نہ جاسکے۔ محمد حسن کے مرتبہ دیوان میں نقل کی گئی مثنوی سے ذاتی نسخہ کے متن سے تقابل کارے دارد ہے۔ کیونکہ کسی نتیجہ کا امکان نظر نہیں آتا۔

مثنوی (در موعظہ آرائش معشوق)

جلوہ گر جنے کیا حسن و جمال   ہے سزا وار ثنا وہ باکمال
ناز کوں تعلیم دی محبوبیاں   خوبرویاں کوں سکھائی خوبیاں
ایک کا دل ایک پر شیدا کیا   عاشق و معشوق کوں پیدا کیا

دیکھ قدرت اس کی اے اہل وفاق   مجھ کوں کیا ملتا ہوا ہے اتفاق
ایک دن میں گھر سیتی ہو کر اداس   سیر کرنے کوں اٹھا تھا آس پاس
دیکھتا پھرتا تھا دلّی شہر کوں   کوچہ و بازار باغ و نہر کوں
ناگہاں یک خوبصورت مل گیا   دیکھتیں ہی اس کوں میرا دل گیا
کیا بیاں کیجیے کہ کیا تصویر تھی   دل کے حق میں مایۂ تسخیر تھی
چشم و ابرو رنگ و رو سب خوب تھا   عضو عضو اس کا ہر ایک محبوب تھا
قد اور قامت نپٹ ترکیب دار   خوب لگتا تھا نپٹ دوش و کنار
کھینچتا تھا دل کے تئیں سر تا بہ پا   دیہہ ساری نرم و رخسارا صفا
لیکن اپنے حسن سیں تھا بے خبر   طور زینت کے رہے تھے سب پکڑ

سر اوپر دستار نامعقول تھی
بر منیں جامہ نہ تھا یک جھول تھی

ترک آرائش کوں بوجھا تھا ہنر
چاہنے والوں سیں کرتا تھا حذر

دیکھتا تھا جو کوئی انکھیاں ملا
اس کے تئیں کہتا بُرا اور بھاگتا

دیکھ کر دل میں کہا صد حیف ہے
ہے یہ ایسی مے ولے بے کیف ہے

قصد کر نزدیک میں اس کے گیا
حکمتوں سیتی لیا باتوں لگا

جب ہوا بایک دگر واقع کلام
تب لگا کہنے کہ کیا ہے تیرا نام

تب کہا میں نے اسی کا ہے نیک خو
کہتے ہیں میرے تئیں کوں آبرو

نام سُنتیں ہیں کیا اٹھ کر سلام
خوش ہوا ہنس کر لگا کرنے کلام

آرزو سیتی لگا کہنے کہ ہم
یاد میں رہتے تھے تیری دم بہ دم

بات تیری شہرۂ آفاق ہے
دل تیرے اشعار کا مشتاق ہے

مدتی سیں شوق رکھتے ہیں ہمن
کچھ عنایت کیجیے اپنا سخن

بات اپنی کر چکا جب وہ تمام
منتہی جب ہو چکا اس کا کلام

تب کہا میں نے کہ میرے سب سخن
وصف میں خوباں کے ہیں سر تا بہ بن

یا بیاں ہے ان کے رنگ و روئی کا
ذکر ہے یا خال و خط موئی کا

یا صفت ہے زینت و پوشاک کی
وصف ہے یا دانش و ادراک کی

یا کہ قصہ ہے ادا و ناز کا
یا فسانہ شوخی و انداز کا

طرح ہے سب ان کے ماند و بود کی
طور ہے ان کے زیاں و سود کی

سو تو وے باتیں تمہیں آتی نہیں
دل میں وے طرحیں تمھیں بھاتی نہیں

پس مرے اشعار کیا بوجھوگے تم
لے کے ان باتوں کوں کر ڈالو گے گم

سن کے میری بات کوں بوجھا تمام
آرزو سیں پھر لگا کرنے کلام

کاے میاں صاحب سب ان طرحوں کے تئیں
دلبری اور ناز کی شرحوں کے تئیں

پیار سیں مجھ کوں بتاؤ ایک ایک
طور خوبی کے سکھاؤ ایک ایک

جہل کا برطرف ہو جاوے خلل
علم ہووے کیجیے ان پر عمل

تب کہا میں نے کہ میں کہتا ہوں بات
یاد رکھ دل بیچ سب میرے نکات

شاعری موقوف کی میں نے تمام
اب میں سیدھے طرز کرتا ہوں کلام

تو کہ جو لڑکا کہ وہ بے بوجھ ہو
اس کوں ان باتوں سیں دل میں سوجھ ہو

خوبروئی کی اگر ہے دل میں دھن
تو سجن دل سیں میری باتوں کوں سن

جس طرح کے میں بتاؤں تاد بھاؤ
اس طرح سیں آپ کے تیئں تو بناو

اولاً رکھ سر اوپر پٹھے مدام
بال رکھ دونوں طرف کے سب مرام

کان کے آگیں سیں آدھے سر تیئں
گول رہنے دے منڈاوے مت کہیں

پر تمامی سر پے رکھنے خوب نہیں
شوخ نک بندوں کا یہ اسلوب نہیں

سر کوں پیشانی کے اوپر سیں منڈاو
کنپٹی پے استرے کوں مت لگاؤ

داروؤں سیں روز اپنے بال دھو
یکسر مواں سیتی غافل ہو

دھوکے پھر سکھلا کنگھی سے صاف کر
تیل دے کر گوندھ رکھ موباف کر

جس قدر ہو تس قدر ان کوں بڑھاؤ
کھول چھپ کر ہر کسی کوں مت دکھاؤ

بال گوندھے ہوں تو چڑا مت اتار
خوب نہیں لگتے کسی کوں زینہار

کھینچ کر جوڑے کوں تم باندھو گے جب
دیکھنے میں خوب لگتا ہے وہ تب

ابٹنے کوں لے کے نک مکھڑے کوں مل
دھوپ ہو تو گھر سیں باہر مت نکل

زعفران اور تیل چنبیلی کا لے
کاٹ کر اس بیچ رس نیبوں کا دے

یہ دوا ہر روز استعمال کر
چھیپ چھائیں ہو تو جا فی الحال کر

یہ دوا ہر روز پنڈے کوں لگا
رات مل اور صبح کوں حمام جا

مل مسی دانتوں منے ریخیں جما
مل کے مسی بہت سے بیڑے چبا

سرخ رکھ پانوں سیں لب کوں دم بہ بدم
کر تبسم بیشتر اور بول کم

چشم کوں اپنی سجن سرمہ لگا
کم نما رکھ مت لگاوے بہت سا

بہت بھی انکھیاں کا کالا منہ نہ کر
ہیجڑوں کے طور سیتی کر حذر

انگلیوں کے پور پر مہندی لگا
پر ہتھیلی بیچ ہرگز مت لگا

دل چھلا چاہے تو پہن انگشتری
زیب دے ہاتھوں کوں اے رشک پری

شست گر خوش رنگ و خوش اسلوب ہے
تو انگوٹھی بیچ رکھنا خوب ہے

باندھ پہنچے ہاتھ میں تعویذ دار
آستیں سیتی رکھ اس کوں آشکار

گہریا کے ایک سمرن مول لے
دانے اس کے آبدار اور گول لے

کربلا کی خاک کا کنٹھا بنا
رکھ گلے کے بیچ اس کوں تو سدا

کربلا کی یک گلے تسبیح ڈال
سج بنا کر اپنی چھب تختی نکال

وند پر جامے تلیں تعویذ باندھ
بیچ میں بازو کے گر تجویز باندھ

دھکدھکے بھی ڈال تو اپنے گلے
لے کے رکھ اس کے تئیں جامے تلے

پاؤں میں سونے کے توڑے بھی پہن
کیا مضائقہ ہے اگر آتے ہیں بن

پھر سجے پھینٹا تو تو سجدار سج
جو نہ آوے خوب تو سو بار سج

آئینہ کوں دیکھ دل میں کر کے غور
پیچ دے ہندوستان زایوں کے طور

بھوں سیں ٹک پگڑی کا لگا ڈور رکھ
سر پے چاروں طرف سیں بھر پور رکھ

صاف ہو آکاد بیچھا ٹک بلند
اس طرح کی باندھ جو آوے پسند

پیچ پے ہو مُہرا زیادہ کج نہ ہو
تا کہ کاٹھ کیسے تری سج نہ ہو

یا کہ یک بے جا نپٹ تلوار باندھ
یا نہیں تو لٹ پٹے دستار باندھ

اس طرح کی باندھ جو ہو خوشنما
منہ اوپر بڑی لگے پہنتا سجا

سو طرح کی پگڑیاں دیکھے ہیں ہم
لیک یک پیچ مقابل ہو ہیں کم

پر جو ایک بیچا ہو اپنے بھاؤ پر
کج ہو اپنے سج اوپر اکڑ اوپر

جامہ زیبی کی طرح تو خوب بوجھ
جس میں لاگے خوب سو اسلوب بوجھ

چولی اونچی کر ٹک ایک تو ناف سیں
زیب دے جامے کے تئیں سنجاف سیں

آستیں یکساں گریباں تنگ ہو
گھب رہے دیہی سیتی یک رنگ ہو

تن سیں یکساں ہو نظر کے بیچ میں
چین دھس جاوے کمر کے بیچ میں

گھیر ہو دامن کا نو گز یا کہ دس
اس قدر نیچا کہ ہو زیبا و بس

بندا گھرے اور پنچے تا کمر
سات سیں یا نو سیتی زیادہ نہ کر

اس قدر جامے کوں اپنے تو سنوار
جس میں چھب تختی لگے ترکیب دار

سونت دامن آستیں گو اے خوب چن
خرچ کرجتے کہ ہوویں تجھ میں گن

قادری پھرے تو تکمہ ہے لگاؤ
اس قدر لازم ہے گردن کا بناؤ

جو کہ پہنی سو پہن تو یک نہی
خوش قدوں کوں خوب لگتی ہے یہی

پائجامہ بھی پہن مشروکا تو
اس کے تئیں مغزی لگا اور کڑا تو

نہ بہت ہی تنگ ہو اور نہ کشاد　　معتدل معقول نہ کم نہ زیاد
ہو تو نیچا پر نہ چوڑی دار ہو　　جس قدر زیبا ہو تس مقدار ہو
باندھ نیچے جیں سیں شلوار بند　　ریشمی خوش طرح کوں کر لے پسند

پاؤں میں پاپوش باناتی پہن　　ہو زری کا کام اس پر یا چکن
یا مغرق جھلجھلاتی ہو تمام　　کیا کوئی سادی طرح کا ہووے کام
شاہنہ سر ہو جوتی ملائم اس کا رخت　　پاؤں کوں آزار دیتی ہے کرخت
ڈھونڈ کر لیجیے سبک اور نوک دار　　پاجیانے سج نہ ہووے نابکار
گٹھیلی پہنے تو اس کے تیئں چڑھاؤ　　کیچ ہو کوچہ میں تب ہے اس کا داو
باندھا پٹکا سات گز کا دے کے بل　　صاف ہو بندش نہ ہوجا چل بہ چل
جین کوں چاروں طرف سیتی چھپاؤ　　کھینچ کر کے پیچ پٹکے کے لہکاؤ
ایک آنچل چاک لگ دامن کے چھوڑ　　اس میں سج لگتی ہے معشوقی کے زور

داہنے رکھ آنچل اور بائیں کٹار　　پر سنہری ہوئے جمد ہر آبدار
نیمچے کا ساز حل کاریگا کر　　دے نفر کے ہاتھ شمشیر و سپر
خوب لگتا ہے دوپٹا بھی اگر　　گاہ گاہے ڈال لیجے سر اوپر
یا کبھی مکھڑے کے تیئں لیجیے چھپا　　چشم و ابرو اس میں سب دیجیے دکھا
ڈال لیجیے یا کبھی کاندھے اوپر　　باندھ لیجیے یا کبھی اپنی کمر
سر اوپر سجیۓ منڈاسا یا کبھی　　ہیں دوپٹے کے بھلی طرحیں سبھی
جب کہ ہو پوشاک سیں تجھ کوں فراغ　　ہو شگفتہ جس طرح کھلتا ہے باغ

اور بیڑے کھا کہ ہو جاویں دو لب　　غرق سرخی بیچ جیوں یاقوت سب
عطر لے کے اپنی چولی کوں لگا　　شان سیتی بیٹھ کر حقہ منگا
ساتھ گر ہر وقت اپنے تو رومال　　پونچھتا رہ دم بدم مکھڑا و گال
رہ شگفتہ اور خنداں گل کے جیوں　　رمز میں ہو شوق سیں بلبل کے جیوں

شوخی و تمکیں کوں باہم ملا   بھی نپٹ با شان رہ بھی اچپلا
شخص بے تمکیں ہو ہے بے وقار   شوخ کوں عاشق نپٹ کرتا ہے پیار
پس عیاں آرام اور تمکیں ہو   لیک پنہاں شوخی نہ تلوین ہو
چشم و دل میں اچپلاہٹ ہو مدام   بات اور حرکت میں ہو تمکین تمام
ہر طرح کی بات جب ملحوظ ہو   تجھ سیں مل کر تب کوئی محظوظ ہو
چال چلنے میں لٹک درکار ہے   پر لٹکنے کی بھی ایک مقدار ہے
خواہ اگر چاہے لٹک خواہی مٹک   وہ طرح کر جس میں ہو دل کی اٹک

بیٹھنے میں بھی حسن کے ساتھ بیٹھ   عشوہ و ناز و جتن کے ساتھ بیٹھ[۱]
مسکرا لے اولاً تب بات کر   جو سخن کر سو ادا کے ساتھ کر
بھول مت باتوں میں اپنا مکھ بلاس   ناز و غمزوں بیچ رکھ قائم حواس
بھون چلے جاوے سخن سازی کے ساتھ   گرم رکھ انکھیاں نظر بازی کے ساتھ
ہاتھ کی حرکت بھی ایک انداز پر   گاہ گاہے بات کے کہنے میں کر
دم بدم اور ہی طرح اپنی بنا   گاہ ناز و گاہ عشوہ کہ ادا
کہیں تغافل کر کبھی ہو مہربان   گاہ کر لطف نہانی کہ عیان

چشم کے پھرکاؤ دل میں یاد رکھ   دیکھنے کا بھاو دل میں یاد رکھ
کہیں چرا جا چشم کوں اغیار سیں   کہیں انکھیوں کے تیئں ملا جا پیار سیں
چشم سیں کہیں دیکھ تیکھی کر نظر   کج نگاہی سیں کبھی دل رنجہ کر
جھاولی کی طرح دکھلا جا کبھی   دیکھ کر عاشق کوں شرما جا کبھی

کر کبھی ایک آشنایانہ نگاہ   اس طرح سیں دیکھ جو ہو دل میں راہ
مسکرا لے کہیں ہنسو نہیں ڈیٹھ کر   پیار میں آ جا ملو نہیں ڈیٹھ کر
~~کر~~ نگاہوں کوں کبھی نا آشنا   دیکھ کر کہیں بے گنہ تیوری چڑھا

۱ یہ شعر اضافی ہے۔

دیکھنے میں عاشقوں کے کام کر
کہیں اداسی دے انکھیں کہن رام کر

کام انکھیاں کے ہزاراں ہیں سجن
کر جو کچھ ان میں سیں آویں تجھ سیں بن

شوق والوں کوں سبھوں میں تاڑ لے
ہر نگہ میں جیو اس کا کاڑ لے

چاہنے لاگے تو لے اس کوں لگا
دم بدم انکھیوں سیتی انکھیاں ملا

بات کر اوروں سیں دیکھ اس کی طرف
مسکرانے میں ادا کر دل کے حرف

دیکھ اس کی طرف اوروں سے زیاد
ہر اداؤ ناز کی لے اس سیں داد

بات کرنے کا اگر محتاج ہو
بولنا باہم اسے معراج ہو

تو توجہ کر کے البتہ تمام
کیجیے جو مقتضی ہووے کلام

آشنا ہو جو کہ اپنے شوق سیں
کیا مضاقا اس سیں ملئے ذوق سیں

گرم ہو توگرم کیجیے دوستی
نرم ہو تو نرم کیجیے دوستی

جس موافق ہو کوئی اخلاص میں
اس قدر رہ اس کے دل کے پاس میں

پر خبر رکھنا کہ کوئی خندا نہ ہو
بو الہوس ناپاک دل گندا نہ ہو

کوئی پاجی یا کوئی لنجا نہ ہو
بات کہنا اس سیتی بے جا نہ ہو

اب زمانے میں رجالے ہیں کچھ اور
سیکھ کر ہندوستان زایوں کے طور

سج بناتے ہیں سپاہی کی تمام
کرتے ہیں ہندوستان زایوں کا کام

گھورتے ہیں خوبصورت کے تئیں
دل میں رکھتے ہیں کدورت کے تئیں

ظاہری اطوار پر کر کے نظر
معتقد ہوتے ہیں لڑکے بے خبر

تو خبرداری سیں اپنا کر معاش
مل کسی اشراف سیں کر کے تلاش

جو کوئی مردہ دل و بے درد ہو
عاشقی کے پنتھ میں نامرد ہو

اس کی صحبت سیں سدا پرہیز کر
اس طرف دیکھے تو نظریں تیز کر

جس کے جانے تو کہ جیو میں پیار نہیں
اس کی جانب دیکھنا درکار نہیں

جس کوں جانے تو کہ عاشق زور ہے
غرق تیرے شوق میں سربور ہے

رات اور دن بے قراری ہے اسے
درد دل سیں آہ و زاری ہے اسے

دیکھنے سیں اس کوں ہوتا ہے قرار
ہجر میں رہتا ہے دائم دل فگار

بن ملے رہتا ہے اکثر یاد میں
صبر نہیں رکھتا دل ناشاد میں

روبرو کرتا ہے ظاہر شوق و پیار   غائبانہ کھینچتا ہے انتظار
اس کے ملنے کوں غنیمت جان تو   جان ہو اس کے اوپر قربان تو
جس میں راضی ہو تو اس میں گرم رہ   چاہنے میں اس کے تو بے شرم رہ
جس کے ملنے سیں اسے آتے ہو رشک   اس کے جان و دل کے تئیں کھاتے ہو رشک
اس سیتی اے جان تو ہرگز نہ مل   تاکہ آزردہ نہ ہو عاشق کا دل
سیکڑوں دیکھے ہیں ہم نے خوب رو   عاشق صادق نہیں ملتا کدھو
دھونڈتا پھرتا ہوں میں سارا جہاں   بو الہوس ہیں بیشتر عاشق کہاں
جس اوپر اللہ کا ہو ہے کرم   تس کوں عاشق پاک پہنچے ہے بہم

حسن ہے پر میرزائی کر تلاش   وہ نہیں معشوق جو ہو بدمعاش
میرزائی ہو ہے معشوقی کی جان   خوبصورت کے تئیں لازم ہے شان
قدر اپنی دل میں بوجھا چاہیے   ابرو کی بات کوں نرباہیے
کام معشوقی کا ہوجاتا ہے بھنڈ   جو نہ ہو معشوق میں مطلق گھمنڈ
میرزا ہو پر نہ کر زیادہ غرور   آدمی کوں آدمیت ہے ضرور
خلق و خوبی خرچ کر پر شان سیں   سب سیں خوش ہو مل پر اپنی آن سیں
اس طرح سیں مل کہ بے عزت نہ ہو   اہل مجلس میں تیری ذلت نہ ہو
جو سبک ہو آدمی اور بے وقار   ہوش والے اس کوں نہیں کرتے ہیں پیار
خوبروئی بادشاہی ہے ترے   سلطنت زیبا ہے جو کوئی کرے
شاہ ہے معشوق عاشق سب امیر   ایک بخشی ہے انھوں میں یک وزیر
ایک خدمات کوں ہے دربار کی   ایک کوں تدبیر کار و زار کی
ایک کوں صحبت ہے روز و شب مدام   ایک کوں ملتا نہیں مجرا سلام
ایک خلوت منیں ہوتا ہے بار   ایک کے تئیں کاڑھ دے ہے چوبدار
بادشاہی کا بڑا دربار ہے   کوئی خوش دل ہے کوئی بے زار ہے
پس شہنشاہوں کوں لازم ہے کہ سب   حکم کے تابع (طابع) ہوں اور مانے ادب
دشمنی ہو ان میں گویا یک دگر   کوئی کسو کے تئیں نہ پہنچاوے ضرر

پر رہیں باہم یہ ڈر ہے شاہ کا　　خار نہیں کوئی کسو کی راہ کا
خوبرو کا ایسا استعداد ہو　　سلطنت کی طرز اس کوں یاد ہو

جان معشوقوں کوں کہتے ہیں اگر　　کہہ مہاجان اس کوں جو ہو ہے سگھڑ
قدر سگھڑائی کی دل کے بیچ جان　　جن کی بڑھتی ہے سگھڑائی سیں شان
عشق سیں باہوش کرتے ہیں حذر　　دیکھتے نہیں خوبرو کوں بھر نظر
پر سگھڑ کوں دیکھ کر ہر ہوشیار　　چاہنے لگتے ہیں ہو بے اختیار
خوبصورت جب کہ ہوتا ہے سگھڑ　　دیکھ اسے میں جان سیں جاتا ہوں مر
حسن کے جو ساتھ سگھڑائی نہ ہو　　تو نہیں ہے پھول میں خوبی کی بو
حسن اور خوبی کوں آخر ہے فنا　　ایک سی رہتی ہے سگھڑائی سدا
راگ و ناچ و چنگ شعر منتخب　　ہیں سجن موقوف سگھڑائی پے سب
پس تو سگھڑائی پے اپنا دل چلا　　گُوڑ رہنے سیتی ہے مرنا بھلا
بد منش لوگوں کا مت تو رام ہو　　پاجیوں سیں مل کر مت بدنام ہو
غیر صحبت مل کے مت پی تیں شراب　　آدمی اس طرز جاتا ہے خراب
سادہ رو جب مست اور سرشار ہو　　بے تکلف ہر کسو کو یار ہو
تب نہیں رہتی ہے معشوقی کی شان　　اس سیں سارا شہر ہو ہے بدگمان
سب کہتے ہیں اس کوں خوار و مبتذل　　ہو ہے بدنامی میں نام اس کا خجل
پس تو پیارے خوار ہرجائی نہ ہو　　ڈر تو بدنامی سوں رسوائی نہ ہو
مبتذل ہونے سیتی جاتا ہے حسن　　کب خرابی بیچ ٹھہراتا ہے حسن
عیش کر پر آدمیت چھوڑ مت　　سب سیتی مل پر حمیت چھوڑ مت

زر کا لالچ اپنے تو دل میں نہ کر　　فسق اور عصیاں کی خواری سیں ڈر
خوبرو زر کے طمع سیں خوار جائے　　سب کے دل سیں آخر اس کا پیار جائے
دل میں جس معشوق کے ہو زر کا میل　　چاہنے والوں کا وہ ہو ہے دبیل
خوبرو کوں جو کہ ایک پیسا بھی دے　　ایک بوسا کیا جو کچھ چاہے سودے

کیا کرے جو دل گنودا ہوگیا
کیوں کہ اچھا ہو کہ بھونڈا ہوگیا

بے طمع رہنا عجب یک چیز ہے
وہ سمجھتا ہے جسے تمیز ہے

چاہتا جو کوئی کہ ہوگا سو ندان
آپ سیں قربان کرے گا مال و جان

مانگنا کچھ اس سیتی درکار نہیں
آپ سیں جولانہ دے سو یار نہیں

تو طمع مت کر جو کچھ قسمت میں ہے
مل رہے گا سو ملے بن کب رہے

جب ترے مکھڑے پے خط آغاز ہو
حسن و خوبی کا نمایاں راز ہو

سب طرف سیتی اٹھے خط کا غبار
گرد گل کے ہوئے سبزا آشکار

مت لگا مقراض اسے یا اُسترا
ابتدا میں چہرہ نا ہو ہے بُرا

مدتوں لگ چھوڑ اپنے حال پر
سیر کر صنعت خدا کے گال پر

کر دیوانہ سب کوں دکھلا کر بہار
جال تو ہے شوق کا کر دل شکار

رہ ادا و ناز کے کاموں میں گرم
جب تئیں ہوں بال تیرے منہ کے نرم

جب کہ تو جانے کہ اب کے خط نے دھوم
مونے ٹھوڈی پر کیا گر آخر ہجوم

ہوگئے ہیں بال سارے منہ کے سخت
بدنما لگتے ہیں نازیبا کرخت

تب تراش اس کے تئیں ہر صبح و شام
صاف کر مقراض سیں اول تمام

قصر کروا اول و آخر منڈا
کام معشوقی کا ان طرحوں چلا

جب کہ جانے تو کہ اب خوبی گئی
نازک اندامی و محبوبی گئی

حسن کی جو بے وفائی کی خبر
کان سیں سنتا تھا سو آئی نظر

چاہنے والوں کا اب دل پھر گیا
عشق بازوں کی نظر سیں گر گیا

باغ سیتی اڑ گیا رنگ و بہار
پھول کی جاگہ نظر آتے ہیں خار

تب نہ رکھ معشوق پن کا دل میں چاؤ
چھوڑ زینت آپ کے تئیں مت بناؤ

مت توقع کر کسی سیں پیار کی
بے غرض کر دلبری ہر یار کی

سہج میں مل آشنائی کی طرح
خرچ مت کر دلربائی کی طرح

چھوڑ دعوا کر کے مت ہو تو سبک
ناز بے جا بدنما ہے اور خنک

بھول جا معشوق پن کی دل سیں بات
شوق ملنے کا کر اور خوباں کے ساتھ

کہہ چکا میں دلبری کی سب طرح
ناز کی جلوہ گری کی سب طرح

اس موافق تو منش اپنے بناؤ
اور بھی خوباں کوں اے باتیں سناؤ

تا کہ اپنے تیئں بناویں اس طرح
عاشقوں کے تیئں رجھاویں اس طرح

اہل دل دیکھ ان کے تیئں خورسند ہوں
دل انھوں کے ان سیں ڈرنے بند ہوں

عاشقوں کے دل کی حاصل ہو مراد
خاطر اہل غم کی ہو خورسند و شاد

مجھ کوں ان کے دل خوشی مطلوب ہے
ان کا خوش رکھنا بہت سا خوب ہے

شاید ان میں سیں کوئی ایک مبتلا
مرے حق میں بھی کرے گا ہے دعا

کیا عجب جو اس دعا کے تیئں پر شتاب
فضل سیں اپنے کرے حق مستجاب

دو جہاں میں ہو نہ محتاجی کدھو
دین و دنیا بیچ رکھ لے آبرو

تمت تمام شد سنہ 1161 ہجری سنہ احد احمد شاہی
جملہ ہست

دوصد وسی 30 و چہار

○○

کتابیات

۱. آب حیات: محمد حسین آزاد، لاہور
۲. انتخاب کلام فائز: مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۸۹
۳. انتخاب حاتم (دیوان قدیم): مرتبہ عبدالحق، دہلی، ۱۹۷۷
۴. انتخاب غزلیات آبرو: مرتبہ پروفیسر محمد ذاکر، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۱
۵. بکٹ کہانی: محمد افضل، مرتبہ نورالحسن ہاشمی، حیدرآباد، ۱۹۶۵
۶. تذکرۂ ہندی: مصحفی، دہلی، ۱۹۳۳
۷. تاریخ ادب اردو (جلد دوم): مرتب: ڈاکٹر جمیل جالبی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
۸. تیرہ ماسہ: اکرم قطبی، عبدالحق، دہلی، ۲۰۱۷
۹. دیوان آبرو: مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۲۰۰۰
۱۰. دیوان آبرو: مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن، علی گڑھ، نئی دہلی، ۱۹۹۰
۱۱. دیوان شاکر ناجی: مرتبہ فضل الحق، دہلی، ۱۹۷۶
۱۲. دیوان یکرو: مرتبہ شمیم احمد، پٹنہ، ۱۹۷۵
۱۳. دیوان یقین: مرتبہ فرحت فاطمہ، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی
۱۴. دیوان حاتم: مرتبہ عبدالحق، دہلی، ۲۰۱۰
۱۵. دیوان زادہ: مرتبہ عبدالحق، نئی دہلی، ۲۰۱۱
۱۶. دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی فکری پس منظر: ڈاکٹر محمد حسن، اردو اکیڈمی دہلی، ۱۹۸۹
۱۷. شاہ نجم الدین مبارک آبرو (مونوگراف): خالد محمود، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۱۳
۱۸. متن شناسی: پروفیسر عبدالحق، اقبال اکیڈمی (انڈیا)، نئی دہلی، ۲۰۱۶

○○

فرہنگ

فرہنگ

آ

۔	آب داری	:	پانی پلانے کا محکمہ نیز تلوار کو آب دینا اور کاٹ میں اضافہ کرنا، تازگی دھار کی تیزی
۔	آپ	:	خود
ا۔	آرسی	:	انگوٹھے میں پہننے والا زیور جس میں آئینہ لگا ہوتا ہے یعنی انگوٹھی میں لگا ہوا شیشہ
۔	آرے	:	ذو معنی، آرے بمعنی ضرور و نیز بمعنی آجا، آرا کی جمع یعنی درخت کا تنا کاٹنے کا آلہ
۔	آخون	:	شاگرد، معلّم، استاد
۔	آؤنا	:	آنا
۔	آوازکوس	:	گھڑیال کی آواز
۔	آپہی	:	آپ ہی، خود بہ خود
۔	آز	:	ہوس، حرص، لالچ
۲۔	آسیا	:	آٹا پیسنے کی چکّی
۵۔	آسیب	:	بھوت، خوف، صدمہ
٦۔	آلا	:	سوائے، دیوار میں چراغ رکھنے کا طاق، زخم کا ہرا رہنا، گھاؤ کا بھر جانا مگر کچا رہنا
۔	آل	:	اولاد
۔	آڈوتا ہے	:	آتا ہے
۔	آن	:	شان، عزت، شوکت

الف

۳۔	اڑسنا	:	دامن کو لباس کے کسی حصے میں اٹھا کر رکھ لینا، بدن پر لٹکے کپڑے کو موڑ کر اوپر کرنا

۔ احولی	:	بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئیں
۔ انمناہٹ	:	رنجیدگی، دوری، خفگی، ہلکی پھلکی علالت
۔ استخارہ	:	مخصوص دعا کے ذریعے کسی کام کے لیے فال نکالنا
۔ انمنے	:	اداس، ہلکا پھلکا علیل
۔ امول	:	لاثانی، بیش قیمت
۲۔ اچرج	:	تعجب
۳۔ اسپند	:	رائی کا دانا جو نذر اُتارنے کے لیے آگ میں جلاتے ہیں۔
۴۔ اچپلے	:	شوخ، چنچل
۵۔ اناڑی	:	ناتجربہ کار
۶۔ اَس	:	بمعنی بت، نیز امید
۷۔ ازماونے	:	آزمانے
۸۔ انوٹھا	:	انوکھا
۱۰۔ انگوٹھا دکھانا	:	انکار کرنا، منع کرنا
۱۱۔ اگن	:	آگ
۱۲۔ اکارت	:	بیکار
۱۳۔ اوچھے	:	کم ظرف
۱۴۔ ابٹنا/ابٹن	:	بدن کو خوشبودار کرنے کے لیے تیار کردہ سفوف، بدن پر ملنے کا مرکب
۱۶۔ اکارت	:	بیکار
۱۵۔ اے وا	:	وائے افسوس
۱۸۔ امتداد	:	لمبائی، طوالت، مدت
۱۹۔ اتیت	:	جوگی، ماضی
۔ اکھیاں	:	آنکھیں
۔ استعداد	:	صلاحیت، قابلیت
۔ انجھابرس	:	
۔ ایتا	:	اتنا

۔ الحفیظ	:	خدا کی پناہ، الامان
۔ انک	:	شمار، عدد، حرف، نشان
۔ اقلیم	:	ریاست، ملک
۔ اوپھنتا	:	اُبال کھاتا ہوا، ابلتا ہوا پانی یا اور کوئی چیز
۔ اٹ پٹاؤ	:	ناز و انداز
۔ اٹکلی	:	جان لی، سمجھ لی، دماغ لگانے والا، قیاس کرنے والا، دماغی
۔ ابلہ	:	بے وقوف
۔ اٹکھیل	:	شرارت
۔ اپجے	:	اُگے
۔ ادھر	:	ہونٹ، لب
۔ ازار	:	پاجامہ
۔ اندر کی سبھا	:	راجہ اندر کی سبھا جو پریوں کے ناچ کے لیے مشہور ہے۔
۔ انزال	:	گرنا، جھرنا، قطرۂ منی کا خارج ہونا
۔ اندھیاری	:	تاریک، اندھیری
۔ افعی	:	اژدہا، ناگ
۔ اٹ پٹا	:	مشکل، پیچیدہ
۔ اسپ	:	گھوڑا
۔ التماس	:	گزارش
۔ امساک	:	بچا کر رکھنا، کنجوسی، دیر سے آسودہ یا انزال ہونا
۔ اصراف	:	فضول خرچی
۔ اغماض	:	چھپانا، رازداری، روگردانی کرنا، چشم پوشی
۔ اکلانا	:	اٹھلانا، اُکتانا، تھک جانا
۔ اولا	:	ژالہ، برف کا ٹکڑا
۔ اجان	:	انجان
۔ اصدقا	:	سچا دوست

- ادھوت : قلندر، جوگی
- اکورے : گنے کا ٹکڑا
- اتو : کلابتوں کا کام
- اڑتے چڑیا پھنسانا : محاورہ ہے، چالاکی، ہنرمندی اور تجربے کاری مراد ہے۔
- اوکھٹ جانا : اکھڑ جانا، پیڑ پودوں کا سوکھ کر ختم ہو جانا
- اہیر : کہاروں کا ایک قبیلہ، گوالا، گائے بھینس چرانے اور دودھ بیچنے والا
- انچتا : کھینچتا
- ان دھری : بغیر رکھی ہوئی
- ان بن ہونا : دشمنی ہونا، آپس میں ناراضگی ہونا
- انت : آخر، انجام، مطلب کی بات
- اپنی کہی : اپنی مرضی، خود کہی باتیں
- اللھی : خدا ہی
- اونا : گھنا، جو پورا نہ بھرا ہو، آدھا ادھورا
- اشراف : شریف کی جمع
- اپکار : احسان، نیکی
- اپس : عبث، باہم
- اکا : پگڑی کا مرکز

ب

- بالا : بلند
- بان : ذو معنی، تیر، نیز آن بان، چارپائی بننے کی رسّی
- برن : جسم، طرح نیز لباس، رنگ روپ، فرقہ، پنتھ، ذات
- بالم : محبوب، کھیرے کی ایک قسم
- بکساد : بگڑا ہے
- بالا دینا : دھوکا دینا

- بے جا سننا : بُرا بھلا سننا
- بانکا باندھنا : گھیرا باندھنا
- بیدمالی : تلوار بازی کا ہنر، ہتھیار صاف کرنے کا کام
- بھیتر : اندر
- برگ چھوونا : ہرن کی کھال کا بچھونا
- برہ : فراق، جدائی
- بر : جسم، شوہر
- بودلی : بے ساختہ، احمق، کمزور
- بودلی : بے ساختہ
- بچن : باتیں
- بوعلی : مراد حکیم بوعلی سینا سے ہے جو عالم اسلام کے بڑے دانا ...کہے جاتے ہیں۔
- بیوڑا : جھگڑا، معاملہ
- بکٹ کہانی : دردناک قصہ
- بات چبانا : ٹال جانا، کسی بات کا چھپانا
- بِس ملا : زہر ملا ہوا
- بکیا : بک بک کرنے والا
- بانکیت : بانکے، نازوانداز
- بانا : لباس، پوشاک
- باشا : کبوتر کو شکار کرنے والا پرندہ، شکاری پرندہ
- برکا : گھٹا
- بتاشے کا قفل : ایک خاص قسم کا تالا
- بنگی : بھنگ کھانے والا
- بھاؤ بتانا : موسیقی کے مضمون یا کیفیت کو حرکات اور اشاروں سے ادا کرنا، گمراہ کرنا، بے وقوف بنانا

۔ بورانی	:	رائتے کے طرز کا کھانا،بیگن کا رائتہ
۔ بانات	:	قیمتی کپڑا، پوشاک،ایک قسم کا گرم اونی کپڑا
۔ بانبی	:	سانپوں کے رہنے کی جگہ
۔ بیا	:	بمعنی آ جا نیز بیا ایک پرندہ ہے جو گھونسلہ بڑی ہنرمندی سے بنتا ہے۔
۔ باٹ	:	بازار، وزن تولنے متعین وزن، راستہ
۔ بارہ باٹ ہونا	:	ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بٹ جانا
۔ بنات	:	شکر
۔ بورانا	:	مست ہونا، پگلانا
۔ برہن	:	فراق زدہ عورت، مہجور
۔ برائے بیت	:	صرف نام کے لیے،ضرورت پوری کرنے کے لیے کسی چیز کالانا
۔ برودوش	:	جسم اور کاندھے، روپ رنگ
۔ بت	:	مراد گھونسا، مکّا، مورتی
۔ باخویش آوند	:	اپنوں کے بخیرت واپسی کی تمنا
۔ بڑمارنا	:	شیخی مارنا
۔ بےقدرتی	:	مجبوری
۔ بیر	:	کنواں نیز بھائی
۔ بہلی	:	بیل گاڑی، سواری
۔ باؤلی	:	پاگل، نیز کنواں
۔ بربط	:	ایک قسم کا تاروالا باجا
۔ بےلام کاف	:	بے گالی کے
۔ بہاگ	:	موسیقی کا راگ
۔ بھاؤنا	:	اچھا لگنا
۔ بھانت	:	مثل، طرح
۔ بھرم رکھنا	:	عزت رکھنا،عیب پوشی کرنا، کسی کی امید کا پاس رکھنا
۔ برن	:	بھیس، جسم، بدن

- بین بین کرنا : چن چن کر، گن گن کر
- برجا : مناسب
- بسن : بسنا، آباد ہونا
- باور : یقین ہونا
- بلی : بہادر
- بھال : بھالا، نیزہ
- برودوش : جسم، آغوش
- بھسم : جلا کر راکھ کر ڈالنا، نیز راکھ
- بجھالے : بوجھ لینا، پتہ لگا لینا
- بیت الحرام : کعبہ، مقدس جگہ، نیز خدا کا گھر
- بجرسل : پتھر کی سل
- بکتری : محمد شاہی، دور کا انگرکھا نما لباس
- بل : زور
- بانکی : ٹیڑھی میڑھی
- بیتیں : اشعار
- بھریاں : بھری ہوئی، بھری کی جمع، رسّی
- بریاں : جلی بھنی، بھنا ہوا
- بےروئی : بے نیازی، بے پروائی
- بر : جسم، آغوش، بغل، کنار، شوہر
- بپت : بپتا، مصیبت، پریشانی
- بیدمجنوں : مشہور نازک سا درخت، بہار بید سے مراد وید مقدس ہے، جو سب سے بڑا گیان سمجھا جاتا ہے اور مجنوں سے مراد پاگل پن یعنی یہاں مجنوں کی بڑ بھی بند ہو جاتی ہے۔
- بسرنا : بھول جانا
- بھلیاں : بھلی باتیں
- بھو : پالتو

- بخت : قسمت، نصیب، مقدر
- بنل : کمزور، ناتواں
- بستار : تفصیل
- بیا : بمعنی آؤ، چڑیا کی مانند چھوٹا پرندہ
- برد : بمعنی جاؤ، لے جانے یا اٹھانے کا عمل
- برتو : استعمال کرو
- باندھوں : ارادہ کرنا اور اسے یاد رکھنے کے لیے گرہ باندھنا
- بٹّا : چوگان کھیلے کا بلا، تولنے کا وزن، مصالحہ پیسنے کا پتھر
- بتی سی : چراغ کی بتی کی طرح، نیز بتیسی مراد ہے۔
- بورے : بوریاں، نیز ڈبونا
- بھونچال : زلزلہ
- بلولا : بلبلہ
- بھرن پڑنا : زوردار بارش پڑنا
- بھٹکی : چھوٹی، کم، گم ہوئی، گمراہ
- بہری : کبوتروں کو شکار کرنے والا پرندہ
- باؤ : پیٹ سے خارج ہونے والی ہوا
- بل دار : پیچ دار
- بجی : جی جان تک نوبت آ جانا، نیز نوبت کی آواز بلند ہونا
- بہی : حساب کی کتاب، نیز بہہ جانا، غارت کرنا
- بن کے چھٹنا : بے خبر بن کر چھوٹ گیا
- بوٹا : پودا
- بے خودی : بے ہوشی
- برس گالی : اب کے برس برسات کا موسم میرے حق میں گالی ہے
نیز برشالی بمعنی برسات
- بلک : بلکہ

۔ بوئے	:	بو
۔ بے بوجھ	:	بےسمجھ۔ناواقف،اناڑی
۔ بیڑے	:	پان کی گلوریاں
۔ بخشی	:	سپہ سالار، چوکیداروں کی تنخواہ بانٹنے والا

پ

۔ پلنگ	:	بڑی چار پائی، چیتا
۔ پھوہا	:	پھاہا، روئی کا پوس
۔ پیر	:	درد نیز بزرگ
۔ پیا	:	محبوب
۔ پرچا	:	جی مائل ہونا، مانوس ہونا
۔ پھپھولا	:	آبلہ، چھالہ
۔ پاؤنا	:	پانا، حاصل ہونا، مہمان
۔ پھلک	:	آبلہ
۔ پاس آ	:	پاسا پھینکنا یعنی کوڑیوں کو پھینکنا، نیز پاس آ کر بیٹھنا
۔ پانی ہونا	:	نرم اور خلیق ہونا، شرمندہ ہونا
۔ پیکن	:	دہی یا چھاچھ کا تھوڑا سا حصہ جسے دودھ میں ڈال کر دہی تیار کی جاتی ہے
۔ پشت دینا	:	دھوکا دینا، دھکا دینا
۔ پاجی	:	بمعنی چور، بدمعاش
۔ پاٹ	:	پھیلاؤ
۔ پھندیت	:	چالاک
۔ پت پرگنج	:	دہلی کے نواح کا ایک علاقہ بھی ہے، پٹ پڑ گنج
۔ پرائے	:	بیگانے، غیر
۔ پل لے	:	پلّے، کتے کا بچہ

- پچھڑ جا : ماند پڑ جا، پیچھے رہ جانا
- پواج : جمع پاجی
- پیٹھ دے کر جانا : دھوکا دے جانا
- پرفشاں : اڑنا، کھلنا، بازو پٹ کھولنا
- پوٹلی پھیرنا : ہلکی سینک کرنا
- پریاں : پڑی ہیں
- پھر کر : پہن کر
- پوسنا : پالنا
- پھرنی : پھرکنی، لٹو
- پودنے : چھوٹی سی چڑیا
- پلے پہ آنا : قبضے میں آنا
- پنتھ : راہ
- پتنگ : پروانہ
- پرم : پریم، محبت
- پھوہ پھٹنا : شفق ظاہر ہونا
- پیوستہ : گھسی ہوئی
- پرتگالی : پرتگال کی بنی ہوئی شراب
- پھاندے : دائرے کے پیچ
- پیزار : جوتی
- پیچھو : پیچھے
- پُن : ثواب
- پڑکا : کمر میں باندھنے والا کپڑا

ت

- تری : تیری کا مخفف، نمی

- تروار : تلوار
- تڑپھ : تڑپ
- تسی : اسی طرح
- تہیں : وہیں
- تڑپھڑاونا : تڑپنا
- ترش پیشانی ہونا : غصہ ہونا
- تواضع : خاکساری، نیز مدارات
- تلپھ کر : تڑپ کر
- تڑپھیں : تڑپ
- تاڑ : گھورنا، دیکھ لینا
- تونیالگایا : دھوکہ دیا، خاموش کردیا
- تھانہ : ٹھکانہ، مرکز
- تراوش : برسنا
- تعب : تکلیف
- تبختر : غرور
- تیمّم : پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں نماز کی ادا کرنے کے لیے خاک سے وضو کرنا۔
- ترحّم : رحم
- تودہ : ڈھیر
- تمھوں نے : تمھیں نے
- ترپھرانا : تڑپنا
- تال : موسیقی کی اصطلاح میں راگ کا دائرہ
- تجا : ترک کیا
- تنتا : پوری طرح بے شکن رکھنا
- توکل : خدا پر بھروسہ، قناعت

- تما کو : تمبا کو
- تاک : انگور کی شاخ، نیز تا کنا، غور سے دیکھنا
- تبہ : خراب، ذلیل وخوار
- ترشح : ہلکی بارش، پھوار
- تبھونا : بکھرنا
- تصدیع : کوشش، ملاقات
- تکما : گول گھنڈی

ٹ

- ٹھٹھک : حیران ہو کر
- ٹک : ذرا
- ٹھٹھا ہے : باندھا ہے
- ٹوٹا ہونا : نقصان ہونا
- ٹیسو کے پھول : بسنت کے زمانے میں کھلنے والے خاص سرخ پھول
- ٹیکا : ماتھے کا زیور (تلک بھی ماتھے پر ہی لگایا جاتا ہے)
- ٹھاٹھ : طرز، طور، طریقہ، شان
- ٹھکرا : ٹھیکرا، ٹوٹا ہوا برتن کا ٹکڑا
- ٹوٹکا : جادو، نیز معمولی سی دوا
- ٹھاڑی : کھڑی، نیز تمہارے سامنے، لمبی
- ٹھاڑا : کھڑا، لمبا

ج

- جاما : جسم کے اوپری حصے میں بھرا ہوا
- جُگ : زمانہ
- جھمکی : جھلک

۔	جھمانکا	چمک، جھلک
۔	جمالی	مشہور فارسی شاعر
۔	جیوڑا	جی، رشا
۔	جہیں	جہاں کہیں
۔	جبر ومقابلا	جبر بمعنی ظلم مقابلہ بمعنی ملاقات مگر جبر ومقابلا الجبرے کو بھی کہتے ہیں۔
۔	جَس	عزت، وقار
۔	جامی	مشہور صوفی شاعر جامی
۔	جنگلا	محمد شاہی دور کا مشہور راگ، جالی دار کھڑکی، جنگل
۔	جکڑا	باندھا
۔	جتا	جتنا، کام میں لگا
۔	جریان	جاری ہونا
۔	جاجم	دری، نیز جا کر جم جانا
۔	جس تس کوں	ہر کسی کو
۔	جامہ زیب	وہ شخص جس پر ہر پوشاک اچھی لگے
۔	جیو	جی
۔	جیسیں	جیسے
۔	جھکجھورے	صدمے دھکّے، سوچنے پر مجبور ہونا
۔	جیم	اردو ابجد کے حرف 'ج' کی طرح سر کو جھکائے ہوئے
۔	جیے	جئے
۔	جل بتلاونا	دھوکہ دینا
۔	جلندھر	پیٹ میں پانی بھر جانے کی بیماری
۔	جلہری	...
۔	جدول	حاشیہ
۔	جی کھپانا	جی کڑھانا، دل سے کام کرنا

چ

۔ چیتا	:	ذو معنی، ایک معنی درندے کے اور دوسرے جاگنا، چوکنّا ہونا
۔ چیرا	:	پگڑی و دستار
۔ چھنالا	:	آوارگی، بدچلنی، دھوکہ بازی
۔ چنچل	:	شریر
۔ چرب اتارنا	:	غالب آنا، فتح کرنا
۔ چرخ بازی	:	چالاکی، دوڑ دھوپ
۔ چوچلا	:	ناز انداز
۔ چلبلا	:	شریر، نچلا نہ بیٹھنے والا
۔ چکو	:	چاقو
۔ چھلاوٗ	:	فریب نیز فریبی
۔ چرکا	:	ڈرا
۔ چھچھوندر چھوڑنا	:	غلط خبر اڑا دینا
۔ چوپڑ	:	پچیسی کا کھیل
۔ چواسا	:	چاروں طرف چلنے والی ہوا، بہت بارش ہونا، چاروں طرف سے بارش ہونا، برسات کے چار مہینے
۔ چکورا	:	چکور، چاند کے گرد گھومنے والا پرندہ
۔ چاکر	:	نوکر
۔ چارآئینہ	:	سپاہیوں کا سینے پر پہننے کا لوہے کا لباس
۔ چکن	:	ایک خاص قسم کا بوٹی دار کپڑا
۔ چھتیوں	:	چھاتی سے مراد ہے
۔ چھب	:	خوبی
۔ چھو کر منتر پھونکنا	:	جادو کرنا
۔ چرکھاوٗ	:	چھڑکاوٗ

- چھپاؤ : راز رکھنا، چھپانے کی بات
- چہئے : چاہیے
- چارمغز : چار گنا دماغ دار، چار گنا مغرور
- چاہ : چاہت نیز چاے سے بھی مراد ہے (چاے کے بارے میں یہ حوالہ غالباً اُردو شاعری میں سب سے پہلا ہے)
- چاؤں : چاہت سے
- چھب : خوبصورتی
- چکڑی : گروہ
- چھبی : تصویر، جھلک، عزت
- چھچھے : بہت زیادہ سرخ، شور
- چوکے : ختم ہو گئے، چوک گئے نیز خطا ہو گئے
- چڑھ ہے : زیادہ ہے، نفرت
- چھٹکی : چھوٹی، کم
- چوکا : غلطی کی، نیز چونک پڑا
- چتر : بادشاہ کے سر پر سایہ کرنے کا چتر
- چونا : ٹپکنا، نیز پان میں کھانے والا چونا
- چیلی : مریدنی، عقیدت مند
- چکینا : چکنا، خوش اخلاق
- چھیپ : چہرے کے داغ
- چین : شکن، سکون، سکھ، آرام

ح

- حلاوت : مٹھاس
- حرف گویاں : بُرا کہنے والے
- حالی : یہاں مراد ہے زمانۂ حال کا تذکرہ نیز شاعر

- حرف سے بہرا ہونا : کسی کی بات سے فائدہ یا لطف حاصل ہونا
- حوّا : خوف ناک، ڈرانے والی چیز، نیز حضرت آدمؑ کی رفیقہ حیات
- حلقہ بگوش : غلام نیز حلقے والوں کو توجہ سے سننے پر مجبور کیا

خ

- خارجی : ذو معنی، دل کا کانٹا، خارجی حضرت علیؓ کے خاندان سے عداوت رکھنے والے
- خوجا : نامرد نیز جو بمعنی عادت یا بمعنی چھوٹ جانا
- خندہ : غنڈہ، نیز ہنسنے ہنسانے والا
- خامی : بُرائی سے، خرابی سے
- خاما : بمعنی قلم نیز بمعنی کچّا
- خوش کا : تیری پسندی کا نیز خشکا، سادہ چاول
- خال خال ملنا : کبھی کبھار ملنا
- خوبانی : محبوب سے نسبت ہے، نیز موسمی پھل
- خرطنبور : طنبورے یا ستار کی موٹھ
- خوب کلاں : طب کی دوا نیز ایک پھول، ایک بیج
- خاور : سورج
- خلال : گنجفہ میں مکمل شکست ہونا، داڑھی کے بالوں میں بھیگی انگلیوں کا پھیرنا
- خجلت : شرمندگی
- خوب روئی : حسن، خوب صورتی
- خالی کا چاند : بقرعید سے پہلے والا مہینہ
- خواجہ قطب کا مزار : مہرولی کے قریب دہلی کے مشہور صوفی بزرگ کا مزار ہے۔
- خرقہ : لبادہ
- خاطر نچنت کرنا : دل کو مطمئن کرنا
- خودی : غرور
- خلاصی : نجات

- خشم : غصّہ
- خورسند : خوش

د

- درس : درشن، جلوہ نیز بمعنی سبق
- دونا : دوگنا، دُگنا
- دیوڑا : ڈیوڑھی، نیز مندر کی جگہ جہاں آرتی اُتارتے ہیں، موٹی چادر، جو کھانے کے کام آتی ہے۔
- دنبالہ : کاجل کی لکیر
- دیہہ : جسم
- دریڑا : دھواں دھار بارش
- دریاؤ : دریا
- دھاڑا : داڑھی
- دارو : دوا نیز شراب
- دِوالی کا دِیا : مشہور ہے کہ دیوالی کے دیے سے جادو کیا جاتا ہے۔
- دمیدن : ظاہر ہونا
- دوش دینا : الزام دینا
- دبدبا : رعب
- دانہ زاد : دانے کے لیے ترسنے والا، دانے پر پلا ہوا
- دوست دار : قریبی دوست
- دولنڈھی : ہولی کے دوسرے دن غبار اور مٹی کی ہولی
- دھمال : شور شرابا، اچھل کود
- دھس کر : گھس کر
- دونیم : ٹکڑے ٹکڑے ہونا، ٹوٹا ہوا
- دھڑانا : امانت رکھوانا

۔ دہریا	:	مادّے کے اصل کائنات ماننے والا، نیز منکر خدا
۔ دنگل	:	محفل، مجمع، متعین دن میں کشتی ہونا
۔ دروغی	:	جھوٹا
۔ دبکانا	:	ڈرانا، للکارنا، چھپانا
۔ دل تنگ ہونا	:	رنجیدہ ہونا
۔ دُر	:	موتی نیز کانوں میں پہننے کا بُندہ
۔ داب لینا	:	دبالینا، غلبہ پالینا
۔ داوری	:	فریادطلبی
۔ درِیتیم	:	پوری سیپی کا تنہا موتی جو زیادہ قیمتی مانا جاتا ہے۔
۔ دریبہ	:	محلّہ
۔ دماغ اٹھانا	:	غصے کو برداشت کرنا
۔ دھڑی	:	مسّی یا پانوں کے رنگ سے ہونٹوں پر دھڑی جمانا۔ نیز دھڑی پانچ یا ڈھائی سیر کے وزن کو بھی کہتے ہیں۔
۔ دستا ہے	:	دکھائی دیتا ہے
۔ داؤبازی	:	دھوکا بازی، ہنر بازی
۔ دل چھلنا	:	دل دکھنا
۔ دبیل	:	مغلوب

ڈ

۔ ڈھنڈال	:	ویران
۔ ڈانواں ڈول	:	مذبذب، الجھن میں ہونا
۔ ڈہکانا	:	ڈرانا
۔ ڈاہ	:	کینہ، حسد، نیز ڈھانا

ذ

- ذوالقرن : زمانے والا، مراد ہے سکندر اعظم بادشاہ سے

ر

- رسمسا ہوا : ملا جلا ہوا، نیند میں بھرا ہوا
- رجالے : رذیل، ادنیٰ لوگ
- رجواڑے : رج بمعنی مٹی دھول، نیز رجوارے بمعنی اقتدار، حکومت
- رام ہونا : فریفتہ ہونا یا مطیع ہونا
- رم کرنا : فرار اختیار کرن
- راوت : فیل بان
- ریلے : سیلاب، جوش، دھکا، بہت بھیڑ
- رسیا : عاشق، نیز رسّی کی تصغیر
- رحمت : کرم، مہربانی، انعام
- رودبار : نہر، دریا
- رکھاوٹ : بے نیازی، سردمہری
- راس آنا : سازگار ہونا
- رکت : خون
- رکت چندن : صندل اور خون کا ٹیکا
- رنجک : بندوق کا چلنا
- رمز : اشارہ
- رتی : رت جگا ہونا قسمت جاگنا، بہت تھوڑا وزن
- رہ گزری سودا : بازار میں چلتے پھرتے سودا
- رُوریا کا ملنا : منہ دیکھے کی مگر دراصل دھوکے اور فریب کی ملاقات
- رجھانا : اپنا فریفتہ بنانا

ڑ

- ... : ...

ز

- زورآوری : طاقت سے، زوروشور سے
- زہرہ آب ہونا : ڈر سے پتّا پانی ہوجانا
- زنار : جنیو کا ڈورا
- زلف مطول : لمبی زلف، نیز مطول سے مراد ہے مشہور کتاب در بیان عروض
- زکات : دولت کا اکیانواں یا چالیسواں حصہ جسے ہر سال زکات کے طور پر مستحقین کو دینا فرض ہے۔
- زناری : غلامی، اطاعت، زنار پہننے والا

س

- سرت : ایک ساز کے ہم آواز تار
- سوہا : بھلا لگا
- سنمکھ : مقابل
- سیوڑا : ایک خاص آزاد منش قلندرانہ فرقہ، فقیر، جینیوں کی ایک قسم
- سدھ : جوگی
- سہو : دھوکے سے، بھول کر
- سیانے : عقل مند
- سبزی : بھنگ، ترکاری
- سبزہ رنگ : محبوب، ہرا رنگ
- سماتا سمک : آسمان سے اس مچھلی تک جس پر زمین قائم سمجھی جاتی ہے۔
- سوخت ہونا : ہار جانا گنجفے کی اصطلاح ہے، جل جانا

۔ سیج	:	بستر
۔ سگھڑ	:	سلیقہ مند
۔ سدارنگ	:	محمد شاہی کے دور کے مشہور بین کار
۔ سوت	:	سوکن
۔ سٹکنا	:	خاموشی سے نکل جانا، یا نکلنا
۔ سرنوانا	:	سر نیچا کرنا، جھکانا
۔ سیٹا	:	پھیکا
۔ سگھڑائی	:	سلیقہ مندی
۔ سیوا	:	خدمت
۔ سراہے	:	تعریف کی
۔ سبزہ	:	مراد محبوب
۔ سلام علیکی	:	دعا سلام
۔ سیاق	:	اوّلیت، سبقت، بارے میں
۔ سورٹھ	:	موسیقی کا راگ
۔ سلسبیل	:	بہشت کی ایک نہر
۔ سبدھی	:	دانش مند، اچھی عقل والا، دانا
۔ سالنا	:	لکڑی میں چھید کرنا، مجازاً تکلیف دینا، سوراخ کرنا
۔ سادھنا	:	عقیدت، عادت ڈالنا، ارادہ کرنا
۔ سرگم	:	موسیقی کے سات سُر
۔ سوتوڑنا	:	موسیقی کی اصطلاح میں راگ کے دائرے کو مکمل کرنا
۔ سیم	:	چاندی
۔ سامری	:	حضرت موسیٰؑ کے دور کا مشہور جادوگر
۔ سنوارے	:	آرائش کیے ہوئے، بنائے ہوئے
۔ سماؤ	:	برداشت، سمائی
۔ سرس	:	آسان، سہل

۔ سربور	: شرابور، مکمل طور پر سرشار
۔ سانوں	: ساون، بارش کا مہینہ
۔ سین دینا	: خبر دینا، مخبری کرنا، بدگوئی کرنا
۔ سخن ہونا	: شبہ ہونا
۔ سد	: حد، روک
۔ سیہ چشمی	: چالاکی
۔ سبک	: ہلکا
۔ سواد	: علاقہ، نواح، سیاہی، مزہ، ذائقہ
۔ سرت	: سنگیت
۔ سنگ تاؤ	: پتھر پر تپانا، نیز ایک دوا
۔ ساخت	: مراد عیاری، وضع، بناوٹ
۔ سریجن	: محبوب
۔ سکھاوتا	: سکھاتا ہے
۔ سقیم	: بیمار، بُرے حال والا، مظلوم
۔ سویدا	: دل کے اندر کا داغ
۔ سنبھال کے	: سنبھل کے (سمبھال کے بھی اسی راستے کا ایک اور قصبہ ہے)
۔ سرکار میں داخل ہونا	: سرکاری خزانے میں شامل ہو جانا، ضبط ہو جانا
۔ سیہرا	: سہرا
۔ سرشک	: آنسو
۔ سجیلی	: شرمیلی، سجا ہونا
۔ سمرن	: تسبیح، مالا
۔ سپارش	: سفارش
۔ سلک گہر	: موتی کی لڑی
۔ سوہنے	: خوب صورت، دل نواز
۔ سونہری	: نہر کے چاروں طرف کا حاشیہ، سنہری

- سیلی : گلے کا رومال یا کپڑا
- سوالی : سائل، امیدوار
- سناہٹا : سنّاٹا
- سادہ رو : خوب صورت، سادہ دل

ش

- شوم : کنجوس
- شید بازی : چالاکی
- شست دکھلانا : چھوٹی امید یا لالچ دینا
- شاشے : چھوٹی چڑیاں
- شتاب : جلد
- شاہ نجف : حضرت علیؓ مراد ہیں۔
- شیر قالی : قالین کا شیر
- شہدا : شہید کی جمع، لچا، غنڈا، بدمعاش

ص

- صاحب : مالک، آقا، مختار
- صاحب نوبت : مرتبے والے جس کو سواری کے آگے اور اعزاز میں ڈنکا بجایا
- صاحب سلامت چھوڑنا : سلام دعا ترک کرن
- صفی : دوست، باصفا
- صحی : صحیح، درست، ٹھیک

ض

- ضرہ : تھیلی
- ضرب : نعرہ لگانا، آواز لگانا

ط

۔ طرح	:	انداز،طریقہ
۔ طالع	:	طلوع ہونا،نکلنا
۔ طامع	:	لالچی
۔ طاق	:	طاق،ممتاز، یکتا
۔ طوفان	:	جھوٹا،فرضی،محض الزام،آندھی
۔ طپاں	:	تپاں، جلتے ہوئے

ع

۔ علم ہونا	:	بلند ہونا
۔ عرق	:	پسینہ،رس
۔ عارضہ	:	بیماری یا کبھی کبھی ہونا
۔ عنبری	:	محمد شاہی دور کا مشہور کپڑا،خوشبودار
۔ عبس	:	عبث، بے کار
۔ عدول	:	سرتابی،منھ پھیر لینا
۔ عظم رمیم	:	گلی سڑی ہڈی
۔ علم سبز ہونا	:	علم کارگر ہونا
۔ عین	:	ٹھیک ٹھیک
۔ عالی	:	بلندتر

غ

۔ غلال	:	غلیل کا غلہ یا غلولا
۔ غول	:	راستے میں مسافر کو بہکانے والے، بھوت
۔ غرفش کرنا	:	گیدڑ بھبکیاں دینا، ڈراما، دھمکی دینا

ف

۔ فرخندہ فالی	:	نیک فال
۔ فاتحہ	:	قرآن کی ایک سورت جو کسی کو ثواب پہنچانے کے لیے پڑھتے ہیں
۔ فگار	:	زخمی
۔ فربہی	:	موٹاپا، نیز غرور، فراغت
۔ فرصت	:	آرام، دکھ سے نجات
۔ فرزیں	:	شطرنج کا ایک مہرہ جو وزیر بھی کہلاتا ہے۔
۔ فی المثل	:	فوراً، برجستہ
۔ فرعون	:	مصر کا بادشاہ، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ ویسے مصر کے بادشاہ کا فرعون لقب تھا۔
۔ فاضل	:	بمعنی عالم، نیز باقی رہنا، بیکار رہنا، مزید ہونا
۔ فرنگ	:	جادو، نئی ترکیب، یوروپ
۔ فہمیدا	:	سمجھ
۔ فغفور	:	بادشاہِ چین

ق

۔ قلعی	:	پُتائی
۔ قاق	:	سوراخ
۔ قال وقیل	:	بے کار باتیں کرنا
۔ قادری	:	محمد شاہی دور کا خاص لباس، قادریہ سلسلہ کا صوفی
۔ قہوہ	:	کافی
۔ قہریا	:	غلط بہتان تراشنے والا

ک

- کسا : کسوٹی پر جانچا ہوا
- کوے : آنکھ کا کنارہ
- کنچنی : سنارنی، بیسوا، رنڈی، رقاصہ
- کنڈل مارنا : دائرہ بنا کر بیٹھنا
- کال : قحط
- کاڑھ : نکالا، اٹھایا نیز عرق یا دوا
- کشن : مراد کرشن جی ہیں۔
- کبجا : مراد وہ کبڑی عورت جسے کرشن جی نے معجزے سے حسین وجمیل اور جوان دوشیزہ بنا دیا تھا۔
- کلکلا : بگلا
- کلا حاشا : حاشا وکلا۔ قسم کھانے کا ایک طریقہ ہے، مراد بہانہ بازی اور حیلہ جوئی سے ہے۔
- کنہی : کسی
- کرارے : ساحل، سخت، مزے دار
- کمک : مدد
- کنٹھا : ہار
- کاسا : بمعنی پیالا
- کبر : غرور
- کاڑھا : عرق، جڑی بوٹیوں کا پکایا ہوا رس
- کردادتا : کڑوا ہونا
- کوڑی : پہلے زمانے میں کوڑی سب سے کم قیمت سمجھی جاتی تھی۔
- کہنا : پرانا
- کہلا : کاہلی کرنا نیز کہہ کر لے آنا
- کھپ جانا : اچھا لگنا

- کنارِ گل : گلاب کے پاس
- کھیوا : ملّاح، ناخدا
- کس رو : کس طرح
- کارجوب : سونے چاندی کے کام سے کڑھا ہوا قیمتی کپڑا
- کلاونت : گانے والے
- کمیت : سرخ رنگ کا، گھوڑا
- کسب : مراد ہنر، پیشہ
- کلّے : گال
- کشادکرنا : پھیلانا
- کلّ یوم ہوفی شان : قرآن کی آیت، معنیٰ 'ہر روز اس کی نئی شان ہے'
- کروڑ وا : حملہ آور، سولا کھواں
- کریز : پرندوں کے دوبارہ بال آنے کا موسم، پرندوں کے پر گرانے کی کیفیت
- کرنگ : سرخ رنگ کا گھوڑا
- اکھیاں : آنکھیں
- کٹار : تلوار
- کدو : کبھو
- کلھیا میں گڑ پھوڑنا : چھپا کر کوئی کام کرنا یا کوئی بڑا کام چھوٹی جگہ میں کرنا
- کھویا : دودھ سے بننے والا ماوا، کھونا
- چراغ نہ جلنا : محاورہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ زیادہ چالاک سے بار پانا مشکل ہے
- کلنک : الزام، عیب لگنا
- کرنک : سوکھا ہو
- کلیان : موسیقی کا راگ
- کتا ہے : کہتا ہے، کتنا ہے
- کل : قرار، چین
- کحل نین : آنکھ کا سرمہ

- کستے ہو : آزماتے ہو، نیز سختی کرتے ہو
- کھیوا پار ہونا : ناؤ پار لگنا
- کرنتا : کام کرنے والا
- کاجر : کاجل
- کافریاں : شوخی، لوٹ مار
- کدھر جان : کدھر جائیں
- کنہیا : سری کرشن جی
- کپٹ : کینہ، کدورت
- کج روی کرنا : بُرا برتاؤ کرنا
- کٹاری دار : کٹاؤ والے کنارے کی
- کراں : ساحل
- کٹ راگ : کھڑاگ، جھنجھٹ، الجھن، پیچ کی باتیں
- کوکو : فاختہ کی آواز نیز 'تو کہاں ہے' کا ترجمہ
- کان دینا : غور سے سننا
- کہاوتا ہے : کہلاتا ہے
- کودو : معمولی اناج (محاورہ ہے کہ معمولی اناج دے کر پڑھنے والا کچھ نہیں سیکھ پاتا
- کالک : سیاہی
- کنّاس : خاکروب، بھنگی، حلال خور
- کشیدہ : کھنچا ہوا
- کترنی : قینچی
- کولا : تھپتھپانا، پکڑ لینا، گود میں بھر لینا
- کری ہے : اس طرح کا برتاؤ کیا ہے، کری بمعنی کی
- کنکھ : کھک، دیوالیہ ہونا، مفلس ہونا
- کالندری : ؟؟؟

۔ کیلی	:	قبضے میں کی
۔ کوکے	:	چیخے، بلند آواز سے بولے
۔ کتابت	:	تحریر، خط
۔ کہربا	:	قیمتی پتھر جو سبز رنگ کا ہوتا ہے
۔ کودک	:	لڑکا
۔ کڑھی	:	کندہ
۔ کلا	:	آن بان، نیز فن، ہنر مندی، خوبصورتی
۔ کبک دری	:	پہاڑی، چکور
۔ کرخت	:	سخت

گ

۔ گیان	:	علم
۔ گیتا	:	بمعنی بھگوت گیتا و نیز بمعنی گیت
۔ گوشہ گیر	:	تارک الدنیا، تنہائی میں رہنے والا
۔ گھنڈی	:	گرہ
۔ گھڑیال باجنا	:	وقت کو ظاہر کرنے والے گھڑیال کا بجنا
۔ گھیو کاڈھا	:	گھی کاڑھنا، سیدھی انگلی سے گھی نہ نکالنا محاورہ ہے
۔ گٹک جانا	:	ایک گھونٹ میں پی جانا
۔ گوکلا	:	ایک پرند
۔ گھوم کا جاما	:	ایسا لباس جس کا دامن بڑا ہوا اور اس کا گھوم زیادہ ہو
۔ گنجفہ	:	تاش کی قسم کا ایک کھیل جو گول پتوں سے کھیلا جاتا ہے۔
۔ گت	:	نغمہ
۔ گورائی	:	گوراپن، صباحت
۔ گھنانا	:	گھنا کرنا، زیادہ کرنا، رقیق سے گاڑھا کرنا
۔ گلائی	:	گولائی

- گپ چپ کی : ایک خاص قسم کی مٹھائی، چھپی ہوئی چیز
- گن گانا : تعریف کرنا
- گایک : نغمہ نواز، گویے
- گودنا : چھریاں چبھو چبھو کر مار ڈالنا
- گوش : کان
- گور : قبر، مراد مقام گور سے بھی ہے جو بہرام وطن تھا۔
- گاؤدی : احمق، بے وقوف
- گھساڑ : ڈال
- گھڑیاں : گھڑی کی جمع
- گو : بات کرنے کی صلاحیت
- گزک : شراب کے ساتھ کھانے کے لیے کوئی چٹ پٹی چیز، تل سے بنائی ہوئی میٹھی چیز کو بھی کہتے ہیں۔
- گاہق : گاہک، خریدار
- گانٹھ کاٹنا : جیب کاٹنا، چوری
- گھٹا : واقع ہونا، ہلکی بدلی
- گہنا : زیور، نیز گرہن
- گنور : دہلی کے قریب کا ایک قصبہ
- گن گنی : ہلکی گرم
- گربہ مسکیں : معصوم نظر آنے والی بلّی
- گل دوپہریا : دوپہر میں کھلنے والا پھول
- گھونا : گھنا، چالاک
- گنج رواں : قائم رہنے والا خزانہ

ل

- لٹکا : بمعنی آویزاں کرنا، ڈال لینا، نیز ترکیب یا تعویذ

۔ لولو	:	موتی نیز بمعنی احمق
۔ لاوبالی	:	بے درد، جو کسی خطرے یا مروّت کو خاطر میں نہ لائے
۔ لینڈی	:	بازاری کتا، بزدل اور ڈرپوک
۔ لہنا	:	نصیب میں ہونا
۔ لاسا	:	شکار پھانسنے کے لیے جو چیز ترغیب کے طور پر جال یا چھڑ میں لگائی جائے۔
۔ لنجا	:	جس کا ہاتھ خراب ہو
۔ لعل ولیت	:	ٹال مٹول
۔ لامع	:	چمک دار
۔ لٹو	:	گھمانے پھرانے کا گول ٹکڑا
۔ لخت	:	ٹکڑا
۔ لاگی	:	لگا ہونا
۔ لوئی اتارنا	:	رونق جاتی رہنا
۔ لگن دھرنا	:	بات طے کرنا
۔ لباس پنبئی	:	روئی کا لباس
۔ لٹک	:	مستی

م

۔ مسا	:	بڑا سیاہ دانا جو جسم پر ہو
۔ منیں	:	میں
۔ میتا	:	میت، دوست
۔ مڑوڑ	:	بل کھانا، درد
۔ مغز ہونا	:	مغرور ہونا، دماغ دار ہو جانا
۔ مکھ	:	منہ
۔ ممولا	:	محبوب، چھوٹی سی خوش رنگ آواز چڑیا

- مگن : خوش
- من ہرن : محبوب، من موہنے والا
- میوڑا : غنڈہ، بانکا
- مرجان : موتی
- مردنگ : ایک خاص قسم کا ڈھول
- محمودی : ایک خوشنما اور قیمتی کپڑا جس کا محمد شاہی دور میں رواج تھا
- مرن : مرنا، موت
- مرم : بھید، دوا
- منتا : تمہاری منت میں، تمہاری خاطر
- منکر پنا : مغرور ہونا، انکاری ہونا
- محکم : مضبوط
- مورکھ : بے وقوف، نیز مو بمعنی بال رکھ بمعنی بڑھا
- من کار : تسبیح کا مرکزی حصہ
- مسوسا : نچوڑا، خوب جی بھر کر ملا دلا، یا دبانا
- من کھٹا : دل ہٹ جانا

ن

- نپٹ : ہرگز
- نری : ذو معنی نر ہونا، نیز خاص چمڑے کی جوتی
- نقش : ذو معنی تصویر یا تعویذ کی لکیریں یا حروف
- نوکیں کرنا : دشمنی کرنا
- نلوا : بے آسرا
- نونہرا : نونہروں کی طرح (ایک قصبے کا بھی نام ہے)
- نک دار : بانکا
- نستار : نوازا

۔ نام دھروانا	:	بُرا بھلا کہلوانا
۔ نعمت خان	:	محمد شاہی دور کے مشہور بین کار
۔ نس دن	:	دن رات
۔ نانو	:	نام
۔ نظامی	:	مشہور فارسی شاعر، نظامی گنجوی
۔ نفخ صور	:	صور پھونکنا جو دنیا کے تہہ و بالا ہونے اور قیامت بپا ہونے کی نشانی ہوگا۔ صور سے مراد ہیبت ناک بگل کی آواز
۔ نوشین	:	میٹھا
۔ نالش	:	دعویٰ
۔ نبات	:	شکر، ترکاری، سبزہ
۔ نکس	:	نکل جانا
۔ نال	:	ساتھ، آنت
۔ ندان	:	کبھی نیز نادان، بے سمجھ
۔ نانو دھرنا	:	بُرا بھلا کہنا
۔ نخصمیں	:	بغیر شوہر کے، یعنی جو کسی کے نہ ہوں، خودغرض، خودرائے
۔ نصاب	:	وہ دولت جس پر زکوٰۃ واجب ہو
۔ نفر	:	معمولی نوکر، نیز پیدل
۔ نیاؤ	:	انصاف
۔ نگر	:	بستی، شہر
۔ نایک	:	گویا نیز، ہیرو
۔ نبل	:	کمزور، ناتواں
۔ نظرباز	:	عیاش، محبوبوں کو تکنے والا
۔ نارو	:	پھوڑا، جو، ڈھیل
۔ نمن	:	مثل، جھکنا
۔ ناطق	:	بولنے والا

۔ ناجی	:	نجات پانے والا
۔ نہنگ	:	ناکا، مگرمچھ
۔ نیشکر	:	گنّا
۔ نمانے	:	سیدھے سادے لوگ
۔ نکٹ	:	قریب
۔ نہوروں	:	طعنے، تشنیع، نازنخرے
۔ نہرنی	:	ناخن کاٹنے کا اوزار
۔ ندھڑکے	:	بےخطر
۔ نیاری	:	انوکھی
۔ نراشی	:	نااُمیدی

و

۔ وارا	:	وار
۔ واکرنا	:	کھولنا
۔ وچنتا	:	فکرمند ہونا
۔ وارپار	:	اِدھراُدھر کے، فیصلہ کن
۔ اودھوت	:	قلندر، جوگی
۔ وسواس	:	اندیشہ

ہ

۔ ہالا	:	ذومعنی، ہلا، نیز چاند کے گرد کا حلقہ
۔ ہمن	:	ہمارا
۔ ہیکل	:	گلے کا ہار
۔ ہمناسے	:	ہم سے
۔ ہم چشم	:	برابر

۔ ہندوستان زا	:	ہندوستانی نژاد
۔ ہاٹ	:	بازار
۔ ہنڈول	:	خوشی کا ایک خاص راگ
۔ ہلس ہلس	:	خوش ہو ہو کر
۔ ہزار	:	بلبل
۔ ہرزہ گرد	:	آوارہ گرد، بے ہودہ گو
۔ ہٹ دھرم	:	ضدی، نیز بے ایمان
۔ ہجرت	:	جدائی
۔ ہادی	:	رہ نما، ہدایت کرنے والا
۔ ہرجائی	:	ہر کسی سے ملنے والا، بے وفا

ی / ے

۔ بیتھا	:	سرگزشت، حالِ دل
۔ بیتھن	:	تکلیف

○○

عکس مخطوطه

دیوان [illegible] جزو اول
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہایت بیتوا ہے کہ جلوہ حسن سپین جسم بہر صنم :: سرت کے تا ز اکخدا ایک سر ہو ملک سے بولے :: جلد ایک کی زلف کی سنحر کا زمانے کو گھبے :: مقرر حسنا زمین او سکا ہو حکم مرنا :: لگا دل ز سپین اور سکون کہا کہ کام سرو ہم سپین ::
بہ اور سینتعلق لبا ہے تم اپنے ایک تمہین بیتا :: کہ جسکو کہ گیان او سحا بکمنہ ہر تان ہے گیتا :: کہ اس ظلم کے جو خم ہر کہیں گذری کسو حجاب بیتا :: ہو تا سقدر خوشدل کو یا عاشق نے خلوت چھتا :: کہ زخم عشق کا بہر نمک کر تا نہیں بیتا :: بیالہ بہر اشراب کا افسوس کر گیا ::

بجو الف بیا ر حجی کسی کا :: اگر دیکھو تمہاری زلف کے دس :: عجب چہرہ بن رکھتا ہے سیکے :: جمال تب سین لب کے ہو عشق :: رہے ہر سی قرار کا سمکہ :: رہا ہے تیار اب مر دو ہو سکے :: تہلکت اگر دیر بین تہہر ہو وت :: تیری صورت کا حسین نقش دیکھ ::
بہارا نفس کہ کہتا ہے سحر کا :: اولت جادی کلیجا نا کہنے کا :: کسو کی بن یہ کہنے کا :: لقب پایا ہے شکر نے تری کا :: کلیجا آہنی ار سے کا :: چار رونے گسبت پکرا زلف :: سخن شکر تیری کا ڈرے کا :: کیا رسنا نظر سپین تیری ::

وہ کلر وفا جنوں سنبھے ایک اس ہو کے راہ نکلے :: دیکھا کہ جو ات لینے پیچ دلین مہر کا لو جا :: ہوں ہائے اہل زر حوالہ خلوت خواب غفلت میں :: جہ لیے ہو وہ فرش ہو محفل کے آسو جا :: ہمیں ہیں جو تغافل میں سو لگے نشا دیتے ہیں :: اگر ای سنگدل کیا ہو تو تب بھی جنبش دل

[illegible]

ای مہر تجہ بن خواب جہان کا نہیں ۔ جب سین تیری بلا میں گلو نکا دل لین نہ ۔ فوجان نو بدہ چلے جیون نقا کو تیسیا ہے ۔ کیونکر بری نہ میری کرے کا نو حلک بین ۔ جو یکہ ہوا ہے نانا للہ کا جہوٹ تانا ہین ۔ جہکے دیکہی نکہتہ کے دل جیسی لے چلے ہین

خورشید تیرا تہرا ادا اور ماہ دیکہ ہالا ۔ نسبی سوز دل ہوا ہے سبون اروی کی کا لا ۔ یون حال جہوٹ خط سین نکلا ہی میرا ہی تیرا نالا ۔ امتدا ہی مجہ بین سوز انجہو انکا ساتہ نالا ۔ کہتا ہے سبکو نا جیتا پہر ہی مالا ۔ بہکہ تیری انکہیون سکہلا ہی جینا للہ

[illegible]

تجہ راہ مین ابہی رقیب گیتا ۔ بو پائی کہ ہنس کے آیا ۔ تا نا لگا ۔ خندہ دل کے طور کو دیوار قہقہہ ہے ۔ تبسم دل یہ دلین دالے انکہیون سین انکہو ۔ فاسق کیے دل نے دل یہ حبیب نفس بدنی برکہ ۔ سب عاشق نہین ہمکون مزا آبرو کا ۔ ہو ہو دل شیفتہ ہو نہ عزت کا ۔ بندا کیا

ندہ ہی پہر کر پہری نہ اکا جو اسطرف کون جہان لگا ۔ دیکہ اگر بہو انکا تلوار کا جہا نکی ۔ رجوار بیکا کلی کاتب جا غبار رہا نکا ۔ قصد اگر تہارا دل بیچ امتحان نکا ۔ ندا کریا ہو ہر دم جو کون اپنے یار جانتا ۔ دیکہ مین حسن

[illegible]

سب نام تیری آبرو کا کیونکر ہو حلکمین ۔ خدا کے واسطے ای رہیمہ سین الا ملجا ۔ جلکر یہ ہین جسم ہو تا دل ہی سیست بتلا ۔ جیو نکا جام کون لے شیشہ کون تور ۔ انکہیون سین جان بچا نظر آتا ہے ۔ حیا غیر سون سب کرم ملا اذن برباد ۔ اگر انکہیون سین انکہیون ملا کے تو کیا ہو ۔ سب نہ کے ہو

اتر ہے تیری دیگر بریکی فرخندہ قال آیا کا ۔ دلو نکا ہو کہنہ ہی غنچی کے طرح کہلجا ۔ نظر سین اوت تیرا کال جب انکہ ملجا ۔ جز و کیا سین تیری بیکرا ننا بیدلجا ۔ نکہہ سین عاشق بند کے حیرت قالیجا ۔ نہ ہو کہ آبرو اسطرح خار مین ملجا ۔ نظر لطف کے ہمکون جلد و یکہ تو لیا ہو ۔ سعدی ہی

[illegible]

کمرای ابرو سے یہ میں دل بسمل کیا اپنا تم ۔ داغ کی ... ۔ جان محو لا ... ۔ ... کا سبب عالم میں ۔ سیر کر دیکھنا ... قدرت

نکلتا ہے ... سیں لال عاشق کا ۔ یا دعا کرکے ... حق چاہا ... ۔ ... کرکے ... ہو گیا ۔ ... تو آنسو ہو گیا

[illegible]

ہم یوں ... کی ... ہو گیا ۔ خوبان میں ... کی تو ... ۔ ... کامیابی ... ۔ ... قدم ... ہو کا ۔ کیوں ... سلطنت ... آیا ۔ یہیں جلد آ تو ... خوباں ...

خورشید ... گرمی ... کا اللہ ہو ۔ ساری جا ... ہوا ۔ ... ہماری ... ۔ دل ... ۔ ... آبرو ... ۔ ختم خوبیا کا حسن ... آیا ۔ ... جوں نواب آیا

[illegible]

شمشیر کے نیچے جلد ... اور ۔ ظالم نگہ کا تیر ستم کا گزر گیا ۔ پوچھے اگر جو آ کے حال کے خبر ۔ جو دری دنیا کیتیں حاصل کیا تو کیا ہوا ۔ سعدی سی چرخ ری تو فلک کتہ کا نہیں ۔ زکیت ہے اور کیا اپنی جان ... دل کسی سے تھہ تیں ... تو لی سکتا ...

تب جور آبرو کمان کا سینہ تنگ کیا ۔ سینے کو صاف تو جگر سے گزر گیا ۔ کہتا تھا سیف جو ہجر انکا مر گیا ۔ ساتھ حیا نبھا نہیں سبب ... لیا تو کیا ہوا ۔ ... آسیا تو کیا ہوا ۔ جی سیتے غافل رہا جلد جیا تو کیا ہوا ۔ نفس کشتن تو ... کیا تو کیا ہوا

ہر کہ اگر نہ تھا عشق ... نفس کا ... جو قتل کیا ۔ دل جو جاتا ہے ... دیکھے ۔ حقیقت ہے کیا ہوا ہے ۔ اثر شعر کی ... ۔ یہ سیر آور یہ آب روان اور نہ یہ ... اندہیری میں مجنوں ... کیا ... ۔

شاہ ... ملک ... نیاز ... رہا ہے اور ... روح ہے قبلہ طرف نماز ... عشق ہے عالم مجاز زلیخا ۔ معتقد حافظ شیراز کا ۔ ودانا ... نہیں ہے ... بیعت ... ملک کیوں ... ۔ تیرے میں ... جیسے ...

نام کرنا ... سعدی ... بیمار ... سینہ ... کیوں تیری ... سینہ ... جادو ... ۔ ... دیوانا ... ۔ ... جان ... ۔ للہ ... زلف ... سیاہ ۔ کیوں اگر ... ۔ کیوں کہ ... شوخی کا ...

ہر کسی ... معصوم کا ۔ کیا تو نہ سمجھا ہے عاشق ... ۔ ... کا ۔ نام ... کا ۔ ... سیحی ... ۔ شام ... اگر ... روم کا ۔ ابرو ... نے ... مرحوم کا ۔ بات سنتا ہے نہیں وہ چلبلا

[illegible]

خواب غفلت [illegible]

[illegible]

[illegible]

قد اور حسن و خط و ہر ایک بات ٹھیک ہے اسکی زبان شیریں ہے کیونکہ ماہی کو لے کبوتر جانا ہے ابرو میں نہیں ہے موج کشش کا
سر بیں ہی ہاں تو لے نکہت کا دل میرا قفل جیسا تیار ہے کا مزہ نہیں ہے باتیں کا وہ بیان ہو سکا ہے سخن کا

وہ نکتہ کا رنگ ہے تاب ہے نامہ اگر بیں جل کے جلوہ ہے لال ہو جانا لگے جب حسن کہیں بیں ہے ہر شیشہ ہم [illegible]
نہیں بچا کر لرزتی ہیں ہاتھ جاتا جیسے تنگ گرم ہوا ہے وہ سیاہ تیرے ربّ یہ محمودی کا جاتا [illegible]

[illegible]

یہ جو جیبہ حرف کے نقطے کون کہتہ کرو وہ مقالات کرنے کتب کے لکھا ہے شیرنگون ہے یہ طالع کے آنکھیں بیں بیں جہاں سے منفعت [illegible] خورشید کی [illegible] ہو اطراف
دل المکیا ہے کہ تو اضع بیں ختم ہوا کہا یا آنکہ مثال دلوں کا اثم ہاں ہی کہ عشق آیتے بیں کسی کا کم ہوا ہے کیا دل کا بہتر ہے آج اور کیف کر [illegible]

ہوا ان کہ مشتاق اور یکیا ان سے نکا ہم دستے کو دوا بہار بلبلے جان عنقا ہے الہیا ہے نیاز عاشق
کہا یا ہم نہ ہو جائے ہوں قبا کی محبت کرو ان کہ خاک اور نادیدہ سے اور اور پھر نہیں بروا

[illegible]

بدنیت ہیں کہو ہمارے استاد نہ بخشے کا ہیں کیا ہی ہمکو ان ہی یہ خیال اتحاد ملاقات ہو تا خود ہا ہا نشین ہے دل ہم بیکسی کو ہو ہو سکیں کرتے ہیں
آیا تو کہو سب پایا ہوتے ہیں رخصت دلیں سبب ولیکن گر بہت نایاب اس بیں عارضہا یہ ہمارا رب ان بیں ایا انکھ کو ہیئتہ ہمارا باب اور وہ کہا گیا

سنج اور جو ہم شہر کے زیرِ تہاہی ہے انیلے تاہو نہ سکے جو جا غزل ہے جا کر چھپو ہیں ہم چھپو ہیں زرد اس الطرح دیکھا کہ عاشق دیکھنے
زیرکہ اللہ اسقدر وہ سبھی کہو تو کہو جلا عاشق کا اور کون کا کیا تو ناہوا یہ ہمہ تماش جینے دیکھا

مقدمہ

(ہندی)